

# حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں

ستمبر تا دسمبر 2019

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی  
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

روٹس فار ایکوٹی







# حال احوال

تاریخ وارملکی اور غیرملکی زرعی خبریں  
ستمبر تا دسمبر 2019

مدیر

عذرا طلعت سعید

ترجمہ و ترتیب

جنید احمد

فدا حسین

آصف رضا

خالد حیدر

روٹس فار ایکوٹی



# فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان
vii	تحفقات
x	نکتہ نظر
1-104	الف۔ ملکی زرعی خبریں
1-16	۱۔ زرعی پیداواری وسائل
1	زمین
9	پانی
13	کسان مزدور
16-23	۱۱۔ زرعی مدخل
16	صنعتی طریقہ زراعت
18	بج
21	کھاد
22	زرعی قرضے
23-52	۱۱۱۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء
32	غذائی فصلیں
40	پھل اور سبزی
41	نقد آور فصلیں
51	اشیاء
52-53	۱۱۲۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغابانی
52	مال مویشی

52	ماہی گیری
53	مرغبانی
53-61	۷- تجارت
53	برآمدات
57	درآمدات
61-68	۷۱- کارپوریٹ شعبہ
61	زرعی کمپنیاں
63	غذائی کمپنیاں
64	کھاد کمپنیاں
65	کارپوریٹ لابی
68-70	۷۱- بیرونی امداد
69	عالمی بینک
69	ایشیائی ترقیاتی بینک
70-84	۷۱- پالیسی
75	پیداوار
83	تحقیق
84-90	۹- ماحول
84	زمین
85	پانی
88	فضاء
88	آلودگی، صحت و تحفظ
91-93	۱۰- موسمی تبدیلی



93	موسمی بحران
93-99	XI - غربت اور غذائی کمی
93	غربت
98	غذائی کمی
99-101	XII - قدرتی بحران
99	سیلاب، بارشیں
100	زلزلہ
101-104	XIII - مزاحمت
104-119	ب۔ بین الاقوامی زرعی خبریں
105	I - زرعی پیداواری وسائل
105	زمین
105	پانی
106	II - زرعی مداخلت
106	صنعتی طریقہ زراعت
106-107	III - غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آ اور فصلیں و اشیاء
106	پھل اور سبزی
107	اشیاء
107	IV - مال مویشی، ماہی گیری اور مرغابانی
107-108	V - تجارت
107	برآمدات
108	درآمدات
108-109	VI - کارپوریٹ شعبہ

108	غذائی کمپنیاں
109	VII - بیرونی امداد
109	VIII - پالیسی
110-111	IX - ماحول
110	زمین
110	فضاء
111-116	X - موسمی تبدیلی
111	عالمی حدت
114	موسمی بحران
116-117	XI - غربت اور غذائی کمی
117-118	XII - قدرتی بحران
117	پارٹیشن / طوفان
118-119	XIII - مزاحمت
118	موسمی بحران

ADB	Asian Development Bank
AFP	Agri Forum Pakistan
AGP	Auditor General of Pakistan
APTMA	All Pakistan Textile Mills Association
AQI	Air Quality Index
B&MGF	Bill & Melinda Gates Foundation
BDA	Balochistan Development Authority
BISP	Benazir Income Support Programme
BMP	Businessmen Panel
BRI	Biotechnology Research Institute
BZU	Bahauddin Zakariya University
CAA	Civil Aviation Authority
CAAS	Chinese Academy of Agricultural Sciences
CCAC	Cotton Crop Assessment Committee
CCI	Council of Common Interests
CEN	China Economic Net
COPHC	China Overseas Ports Holding Company Limited
CRI	Global Climate Risk Index
CSR	Corporate Social Responsibility
DFID	Department for International Development
DPP	Department of Plant Protection
ECNEC	Executive Committee of the National Economic Council
EEA	European Environment Agency
EPD	Environment Protection Department
FAO	Food and Agriculture Organization
FBP	Farmers Bureau of Pakistan
FBR	Federal Board of Revenue
FCA	Federal Committee on Agriculture
FPCCI	Federation of Pakistan Chambers of Commerce & Industry
FS&HFA	Food Safety and Halal Food Authority
FTA	Free Trade Agreement

FWO	Frontier Works Organization
GIDC	Gas Infrastructure Development Cess
IFAD	International Fund for Agricultural Development
IMF	International Monetary Fund
IRSA	Indus River System Authority
ISO	International Sugar Organization
ISPR	Inter Services Public Relations
JCC	Joint Coordination Committee
JICA	Japan International Cooperation Agency
KCA	Karachi Cotton Association
KCCI	Karachi Chamber of Commerce and Industry
KWSB	Karachi Water & Sewerage Board
MIT	Massachusetts Institute of Technology
MNSUAM	Muhammad Nawaz Shareef University of Agriculture
MUET	Mehran University of Engineering & Technology
NAB	National Accountability Bureau
NDMA	National Disaster Management Authority
NDU	National Defence University
NNS	National Nutrition Survey
NOC	No Objection Certificate
NPGP	National Poverty Graduation Program
NRA	National Railway Administration
NRSP	National Rural Support Programme
NTDC	National Transmission & Dispatch Company
OGRA	Oil & Gas Regulatory Authority
PAMRA	Punjab Agricultural Marketing Regulatory Authority
PARC	Pakistan Agricultural Research Council
PASSCO	Pakistan Agricultural Storage and Services Corporation
PBIF	Pakistan Businessmen and Intellectuals Forum
PCGA	Pakistan Cotton Ginner's Association
PCJCCI	Pakistan-China-Joint Chamber of Commerce and Industry
PDMA	Provincial Disaster Management Authority
PFA	Punjab Food Authority
PFMA	Pakistan Flour Mills Association

PFVA	All Pakistan Fruit and Vegetable Exporters, Importers & Merchants Association
PIDE	Pakistan Institute of Development Economics
PKI	Pakistan Kissan Ittehad
PPA	Pakistan Poultry Association
PPAF	Pakistan Poverty Alleviation Fund
PRI	Poultry Research Institute
PSC	Punjab Seed Corporation
PSDP	Public Sector Development Programme
PSMA	Pakistan Sugar Mills Association
QCCI	Quetta Chamber of Commerce & Industry
RCB	Rawalpindi Cantonment board
REAP	Rice Exporters Association of Pakistan
SAB	Sugar Abadgar Board
SAI	Sindh Abadgar Ittehad
SAU	Sindh Agriculture University
SCA	Sindh Chamber of Agriculture
SCF	Sindh Community Foundation
SDGs	Sustainable Development Goals
SEPA	Sindh Environment Protection Agency
SEZ's	Special Economic Zones
SIDA	Sindh Irrigation and Drainage Authority
SMART	Strengthening Markets for Agriculture and Rural Transformation in Punjab
SRSO	Sindh Rural Support Organization
SSRL	Sino Sindh Resources Private Limited
TCP	Trading Corporation of Pakistan
TRDP	Thardeep Rural Development Programme
UAF	University of Agriculture Faisalabad
UNICEF	United Nations Children's Fund
USC	Utility Stores Corporation
USDA	United States Department of Agriculture
USPCAS-W	U.S.-Pakistan Center for Advanced Studies in Water
WHO	World Health Organization
WMO	World Meteorological Organization
WRI	World Resources Institute

## نقطہ نظر

2019 کے آخری چار ماہ کی خبریں پچھلے آٹھ مہینوں کی خبروں سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہیں۔ ایک طرف پاکستان کے سرمایہ دار، جاگیردار طبقہ کی تمام تر توجہ مستقل مزاجی کے ساتھ منافع اور دولت کمانے پر مرکوز ہے اور حکومتی ادارے ان کی مدد میں پیش پیش ہیں۔ زراعت میں سرمایہ دارانہ طور طریقے اپنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جارہی اور اس سے حاصل ہونے والی پیداوار کو برآمد کیے جانے کی سرٹوڈ کوششیں جاری ہیں۔ پاکستانی سرمایہ دار کے علاوہ کچھ بین الاقوامی مالیاتی ادارے بھی پاکستانی زراعت کے لیے تدابیر کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ قرضے بھی فراہم کر رہے ہیں۔ دوسری طرف عوام کے بگڑتے ہوئے حالات میں بھی کوئی مثبت تبدیلی دیکھنے میں نہیں آئی۔ یونیسف کی ”اسٹیٹ آف دی ورلڈ چلڈرن“ رپورٹ کے مطابق پچھلے سال پاکستان میں پانچ سال سے کم عمر کے تقریباً 409,000 بچے جاں بحق ہوئے۔ نیشنل نیوٹریشن سروے 2018 کے مطابق ملک میں پانچ سال سے کم عمر کے 53.7 فیصد بچے خون کی کمی کا شکار ہیں۔ صوبہ سندھ کے پانچ سال سے کم عمر بچوں کے تقریباً آدھے بچے نشو و نما میں کمی کا شکار جبکہ 41 فیصد بچے وزن میں کمی کا شکار ہیں۔ مذکورہ اعداد و شمار اس حال احوال میں پیش کردہ خبروں سے بخوبی اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

حکومتی اداروں کی زرعی شعبہ میں جدید زراعت کو فروغ دینے کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ ایک مثال بلوچستان کی ہے جہاں وزیر اعلیٰ بلوچستان مال مویشیوں کی نمائش کے ذریعہ صوبے میں اس شعبہ میں سرمایہ کاری کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ صوبے کے اعلیٰ سرکاری افسران کا کہنا ہے کہ وہ گائے کے فارموں کو فروغ دے کر ملک میں گوشت کی پیداوار کو بڑھانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح انڈے اور مرغی کی پیداوار بڑھانے پر بھی زور دیا جا رہا ہے۔ زیتون کی کاشت کو بڑے پیمانے پر فروغ دیا جا رہا ہے جس سے زیتون کے تیل کی پیداوار کی جاسکتی ہے اور خیال ہے کہ پیداوار میں اضافہ زرمبادلہ بچانے میں مددگار ثابت ہوگا۔ لیکن زیتون کے درختوں کی کاشت سرمایہ طلب ہے اور بحیثیت ایک نئی جدید فصل فی الحال شاید چھوٹے کسانوں کی پہنچ سے دور ہے۔

ڈبلیو ٹی او کے تحت بنایا گیا ٹریپس معاہدہ زرعی بیج کمپنیوں کے مفادات کو ہر طرح سے تحفظ دے کر چھوٹے اور بے زمین کسان کے بیج جیسے بنیادی حق اور اختیار پر ڈاکہ ڈال رہا ہے۔ اب محکمہ زراعت پنجاب نے نجی و سرکاری اداروں کے تعاون سے گندم کی کاشت کے لیے تصدیق شدہ بیجوں کے استعمال کی موجودہ شرح 17 فیصد سے بڑھا کر 40 سے 50 فیصد تک بڑھانے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ وزیر زراعت پنجاب نعمان احمد لنگریال کے مطابق کسانوں کے محفوظ کردہ بیجوں کو حکومت اپنے مستند بیجوں سے تبدیل کرنے کی پالیسی اپنا سکتی ہے۔ اس پالیسی کے تحت کسان پر اضافی اخراجات کا بوجھ ڈالا جائے گا۔ اس کے علاوہ ایسی ہی پالیسی دیگر نقد آور فصلوں مثلاً کپاس، چاول، گنا اور روغنی بیجوں کے لیے بھی متعارف کی جائے گی۔ یہ تجزیہ غلط نہیں کہ زراعت دراصل غیر ملکی منافع خور کمپنیوں کے لیے جن کا تعلق جدید سرمایہ دار ممالک سے ہے اب بھرپور منافع کمانے کا ذریعہ ہے۔ خصوصاً 1995 میں ڈبلیو ٹی او کے قیام کے بعد سے اس شعبہ کو منافع خوری کے لیے جدید زراعت کے شکنجے میں جکڑا جا رہا ہے۔

ایک اور بڑا حملہ ڈیجیٹل زراعت یعنی برقی طریقوں پر مبنی زراعت کی شکل میں واضح ہوتا جا رہا ہے۔ اسٹیٹ بینک نے کاشتکاروں کی زرعی پیداوار و اجناس کے عوض قرض کے لیے گوداموں کی برقی رسیدوں (الیکٹرونک ویئر ہاؤس ریسپٹ) کو بطور رہن یا ضمانت استعمال کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ یاد رہے کہ 2018 میں پنجاب ایگریکلچرل مارکیٹنگ ریگولیٹری اتھارٹی قائم کی گئی تھی جس کے اختیارات میں ورچوئل منڈی قائم کرنا شامل ہے۔ ورچوئل منڈی سے مراد زرعی پیداوار کی خرید و فروخت کے لیے برقی طریقوں پر مبنی (آن لائن) کاروباری منڈی کا قیام ہے۔ یقیناً یہ جدید طریقہ منڈی میں بڑے پیمانے پر کاروبار کرنے والے خصوصاً درآمد و برآمد کرنے والے ہی اپنا سکیں گے۔ ان سارے اقدامات کا سرا بالآخر کو دیویکل زرعی کمپنیوں ہی سے ملتا ہے۔ بائیر کمپنی کا شمار دنیا کے دس سب سے بڑی زرعی کمپنیوں میں ہوتا ہے۔ بائیر ایشیاء پیسیفک کے سربراہ جنرل ہارٹمین کے مطابق موسمی تبدیلی اور دیگر عوامل سے مستقبل میں زرعی پیداوار کم ہوگی اور ڈیجیٹل جدت میں زراعت کو بہتر کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ جدید آلات کھیتوں میں اعداد و شمار اکٹھا کرنے، مشاہدہ کرنے اور دیگر عوامل کے لیے مددگار ہوں گے۔ جدید ڈرون زرعی پیداوار کے دیگر عوامل میں بہت کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔ سوال یہی ہے کہ اتنی مہنگی

حساس ٹیکنالوجی کیا ہمارے کسان استعمال کر سکتے ہیں؟ اور کیا یہ مزید اخراجات مزید قرضے لے کر پورے کیے جائیں گے؟

یہ ایک عام خیال ہے کہ چھوٹے کسان بہت ہی کم تعداد میں بینکوں سے قرضے حاصل کر پاتے ہیں۔ اس لیے یہ خبر قابل تشویش بھی ہے اور قابل غور بھی کہ رواں مالی سال 20-2019 کے لیے اسٹیٹ بینک نے 1.35 ٹریلین (1,350,000,000,000) روپے زرعی قرضوں کی فراہمی کا ہدف مقرر کیا ہے۔ گورنر اسٹیٹ بینک رضا باقر کے مطابق پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار زرعی شعبہ کے لیے قرض کی فراہمی ایک ٹریلین (10 کھرب) روپے سے تجاوز کر گئی ہے۔ سوال یہ بنتا ہے کہ اس رقم سے قرضے کس طبقے کے کسانوں کو دیے جائیں گے؟ کیا ایک سے دو ایکڑ زمین رکھنے والے چھوٹے کسانوں کو زرعی قرضے حاصل ہوں گے؟ کیا بے زمین کسانوں کو قرضے دیے جائیں گے جو بڑے زمینداروں کی زمین پر حصے پر کام کرتے ہیں؟ یا پھر یہ قرضے صرف امیر کسان اور جاگیردار طبقہ کو حاصل ہوں گے جو اس قرضے سے اپنے اثاثوں اور دولت میں مزید اضافہ کریں گے؟

غیر ملکی ترقیاتی بینکوں نے بھی زراعت کو نشانہ بنایا ہوا ہے۔ مثلاً ایشیائی ترقیاتی بینک کے سربراہ برائے دیہی ترقی و غذائی تحفظ نے وزیراعظم عمران خان کو کئی سفارشات پیش کیں جن میں شامل ہے کہ جدید زرعی ٹیکنالوجی کے فروغ کو مسلسل حکومتی سرپرستی کی ضرورت ہے۔ مزید یہ کہ تحقیق و ترقی، جدید بیجوں، سرد خانوں پر خاص توجہ مرکوز ہونی چاہیے۔ اس بینک کا زرعی شعبہ کو فروغ دینے کے لیے بلوچستان میں کچھی کنال کے علاقے میں بڑے پیمانے پر کارپوریٹ زراعت متعارف کرانے کا منصوبہ بھی ہے۔

یہ خبر بھی قابل غور ہے کہ وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق خسرو بختیار کے مطابق حکومت امریکہ کے ساتھ سرد خانوں کی کڑی (کولڈ چین)، گوشت اور ڈیری مصنوعات کی قدر میں اضافہ کی سہولیات (ویلیو ایڈیشن) جیسے شعبہ جات میں کام کرنے پر غور کر رہی ہے۔ حکومت امریکہ کی مدد سے زرعی شعبہ خصوصاً حلال گوشت کی پیداوار کو عالمی منڈی تک رسائی فراہم کرنے پر سوچ بچار کر رہی ہے۔ کچھ ایسی ہی بات چیت چین اور پاکستانی حکومت کے درمیان بھی ہو رہی ہے۔ پاکستان میں چین کے سفیر کے مطابق چین بلوچستان میں کان کنی، زراعت، ماہی گیری اور آبی شعبہ کی ترقی میں کردار ادا کرے گا۔ ایک



اور خبر کے مطابق پاکستان سے ماہی گیری شعبہ سے تعلق رکھنے والے ایک وفد نے فوجیان، چین میں ماہی گیری اور اس سے متعلق اشیاء کی صنعتی تیاری (پروسیسنگ) کے مراکز کا دورہ کیا جہاں انہیں پیداواری مراکز، سرد خانوں اور دیگر عوامل دیکھنے کا موقع ملا۔ وزیراعظم عمران خان نے اپنے حالیہ دورہ چین کے دوران دونوں ممالک کے مابین ماہی گیری سے متعلق تجارت میں اضافے کی تجویز دی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ بلوچستان پر سرمایہ کار اور حکومت کی توجہ بہت بڑھ گئی ہے۔ شاید ان سب منصوبوں کی کڑی جا کر چین پاکستان اقتصادی راہداری کے منصوبے سے جڑتی ہے۔ اس حوالے سے یہ خبر اہم ہے کہ وزیراعظم کے مشیر برائے صنعت و تجارت عبدالرزاق داؤد نے اعلان کیا ہے کہ گوادرندرگاہ برآمدات کے لیے فعال ہوگئی ہے۔ سمندری خوراک کے تین کنٹینرز برآمد کیے گئے ہیں جن کی مالیت 50,000 ڈالر فی کنٹینرز بتائی گئی ہے۔ ان سارے عوامل سے بلوچستان کی عوام کو کیا فوائد حاصل ہوں گے؟

پاکستان میں چینی سفیر یاؤ جگ کا یہ بھی کہنا ہے کہ سی پیک کے اگلے مرحلے میں اسپیشل اکنامک زونز قائم کیے جائیں گے۔ چین اب پیشہ ورانہ تربیتی مراکز اور ساتھ ساتھ زراعت و مال مویشی شعبہ میں تحقیق پر سرمایہ کاری کرے گا۔ جہاں جدید زراعت اور اس میں سرمایہ کاری کو اس قدر فروغ دیا جا رہا ہو وہاں یقیناً زمین کی مانگ بڑے پیمانے پر بڑھ جائے گی۔ پنجاب حکومت کا کہنا ہے کہ صنعتی علاقوں میں زمین کی دستیابی میں کمی کے باعث صنعتی علاقے قائم کرنے کے لیے نئی پالیسی سازی کی ضرورت ہے۔ سندھ کابینہ نے بھی کچھ اضلاع میں 10 نجی کمپنیوں اور نیشنل ٹرانسمیشن اینڈ ڈسپنچ کمپنی کو قابل تجدید توانائی منصوبوں اور قومی گرڈ کے لیے 5,801 ایکڑ زمین کئی سالوں کے لیے پٹے پر دینے کی منظوری دیتے ہوئے ضروری اقدامات کی ہدایت دی ہے۔ کچھ سالوں سے پنجاب اور سندھ میں زمینی ریکارڈ کمپیوٹرائز کرنے کے بعد اب یہ سلسلہ بلوچستان میں بھی شروع ہوتا نظر آ رہا ہے۔ جیسا کہ پچھلے حال احوال کی خبروں سے بھی واضح ہے کہ جدید زراعت کو فروغ دینے کے عمل میں چھوٹے اور بے زمین کسان ہی غائب کا شکار ہیں۔ ایک خبر کے مطابق پشاور کی زرعی زمین سے کسان آبادیوں کو بے دخل کر کے تجارتی شاہراہیں بنائی جا رہی ہیں۔ یعنی ایک طرف کارپوریٹ زراعت و تجارت کے لیے سرمایہ دار طبقہ کو زمین دینے کے لیے کوشش اور دوسری طرف زمین پر حق رکھنے والے کسانوں کو بے دخل کرنے کے

لیے بھرپور اقدامات!

اس قدر بڑے پیمانے پر زراعت اور خوراک کے شعبے کو جدید طریقوں پر پروان چڑھایا جا رہا ہے لیکن عجب ہے کہ یہ خبر بھی موجود ہے کہ پنجاب حکومت نے آٹے کی قیمت مزید بڑھنے سے روکنے کے لیے اس منصوبے کو ملتوی کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو کسانوں سے گندم کی سرکاری خریداری کو محدود کر رہا تھا۔ یہ منصوبہ ”اسارٹ“ یعنی اسٹریٹجنگ مارکیٹس فار ایگری کلچر اینڈ رورل ٹرانسفورمیشن کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس معاہدے کے تحت حکومت کسانوں سے دو ملین ٹن سے زائد گندم نہیں خرید سکتی تھی۔ خیال یہ تھا کہ حکومت کسانوں کو ان کی پیداوار فروخت کرنے میں مدد نہیں دے گی بلکہ ان کو کھلی منڈی کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اس پروگرام پر عمل درآمد کے بدلے عالمی بینک نے حکومت پنجاب کو 150 ملین ڈالر قرضہ دینا تھا۔ اگر جدید زرعی منصوبے، جو آزاد منڈی، آزاد تجارت اور نجی شعبہ کو فوئیت دیتے ہیں، پر عمل درآمد سے ترقی حاصل ہوگی تو پھر اس منصوبے کو کیوں ملتوی کیا گیا؟

مزید یہ کہ کئی سالوں سے پاکستان میں جدید زراعت کا دور دورا ہے۔ پھر ایسا کیوں ہے کہ مسلسل چھ سالوں سے کپاس کی پیداوار میں کمی دیکھنے میں آرہی ہے اور اس سال بھی پیداوار میں 2.1 ملین گانٹھوں کی انتہائی کمی کا خدشہ ہے! پاکستان کاٹن جزز ایسوسی ایشن کے چیئرمین جاوید سہیل کے مطابق حکومتی لاپرواہی اس صورتحال کی وجہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ملک کے لاکھوں مزدور خاص کر کسان مزدور عورتیں بہت بڑے پیمانے پر کپاس کی پیداوار سے جڑی ہوئی ہیں۔ کچھ سال پہلے کپاس میں جدید جینیاتی بیجوں کو بڑھ چڑھ کر فروغ دیا گیا تھا اور اب یہی سب کچھ ہم چاول کے ساتھ ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ چینی حکومت اور ملیڈیا اینڈ بل کیٹس فاؤنڈیشن کی مدد سے تیار کیے گئے گرین سپر رائس کو بڑھ چڑھ کر فروغ دیا جا رہا ہے۔ پاکستان سمیت ترقی پزیر ممالک میں بیج کی تقسیم کے منصوبے کے لیے سرمایہ ملیڈیا اینڈ بل کیٹس فاؤنڈیشن نے فراہم کیا ہے۔ چاول برآمد کرنے والی تنظیم ریپ کے وائس چیئرمین محمد رضا کا کہنا ہے کہ ”اس بیج کو پھیلانا ہمارا عزم ہونا چاہیے“۔

صنعتی ترقی سے ہونے والے مسائل پر خبروں میں ایک اہم خبر ہے کہ پاکستان میں پلاسٹک سازی کی صنعت سالانہ 15 فیصد ترقی کر رہی ہے جبکہ دنیا بھر میں سمندروں کو پلاسٹک سے پاک کرنے کی

مہمات مستحکم ہوتی جا رہی ہیں۔ پاکستان میں پلاسٹک بنانے والے تقریباً 6,000 کارخانے دریائے سندھ کے ذریعہ سالانہ 164,332 ٹن پلاسٹک سمندر میں گرا دیتے ہیں۔ ورلڈ وائڈ فنڈ فار نیچر کے مطابق دریائے سندھ دنیا میں دوسرا پلاسٹک سے سب سے زیادہ آلودہ دریا ہے۔

اس طرح کی خبریں دیگر صنعتوں سے بھی موصول ہوئی ہیں۔ شوگر ملوں کے حوالے سے بھی نہایت تشویشناک خبریں موجود ہیں۔ سپریم کورٹ کے قائم کردہ کمیشن کے حکم کو جس میں تمام ملوں کو 2019-20 میں کرشنگ سے پہلے فضلہ صاف کرنے والے کارخانے (ٹریٹمنٹ پلانٹ) نصب کرنے کی ہدایت کی گئی تھی، نظر انداز کرتے ہوئے شوگر ملوں نے کرشنگ شروع کر دی ہے۔ آلودگی کے گہرے اثرات مجموعی ماحول پر اثر انداز ہوتے ہیں جس سے مزدور طبقہ سب سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ یہ جانچنا بھی ضروری ہے کہ پلاسٹک کون پیدا کرتا ہے، استعمال کرتا ہے اور ہمارے ماحول کو آلودہ کرتا ہے؟ ماحولیات کے لیے کام کرنے والی ایک تنظیم ”بریک فری فرام پلاسٹک“ کے رضا کاروں نے عالمی یوم صفائی کے موقع پر 31 ممالک میں صفائی کے دوران نصف ملین سے زائد پلاسٹک کا کچرا جمع کیا۔ چار برآعظموں کے 37 ممالک سے اٹھائے جانے والے پلاسٹک کے کچرے میں 11,372 پلاسٹک کے ٹکڑے کوکا کولا کمپنی کے پائے گئے۔ یہ واضح تھا کہ پلاسٹک آلودگی کی اصل ذمہ دار وہ بین الاقوامی کمپنیاں ہیں جن کا تعلق یورپ اور امریکہ سے ہے۔ جمع کردہ زیادہ تر پلاسٹک کچرے کی ذمہ دار کوکا کولا، نیسلے اور پپسی کمپنیاں ہیں۔

حکومت کی سرمایہ داروں جاگیرداروں کی وکالت اور مزدور طبقے کے حالات سے لاتعلقی و لاپرواہی عام ہے جس کے نتیجے میں ہمارا محنت کش طبقہ کئی مصائب کا شکار ہے۔ پاکستان کے چھوٹے اور بے زمین کسان چکی کے دو پاٹوں میں پس رہے ہیں۔ ایک طرف موسمی بجران ہے اور دوسری طرف سرمایہ دارانہ زراعت کی معاشی پالیسی سازی ہے جس کے تحت کسان کے لیے زراعت سے ایک باوقار پرسکون روزی حاصل کرنا ناممکن ہے۔ فصل چاہے کپاس کی ہو، گندم ہو یا گنا، کسان کسی نہ کسی مسئلہ سے دو چار ہے۔ مثال کے طور پر سندھ کے اضلاع شہید بے نظر آباد، نوشہرو فیروز اور میرپور خاص میں کئی مقامات پر آبپاشی نہروں میں شگاف پڑنے سے کئی دیہات اور سینکڑوں ایکڑ پر کھڑی فصلیں زیر آب آگئیں۔

کسانوں کے مطابق محکمہ آبپاشی کو اطلاع پہنچائے جانے کے بعد یا تو وہ بہت تاخیر سے پہنچے یا پھر سرے سے کوئی کارروائی ہوئی ہی نہیں۔ مزدور کسان کے لیے سرمایہ داری کے نئے ہتھکنڈے بھی واضح ہوتے جا رہے ہیں۔ صارفین کے نام پر صاف ستھری خوراک کا ایک نیا ڈھونگ رچایا جا رہا ہے۔ خوردہ منڈی پر قبضہ کرنے کے لیے ڈبلیو ٹی او کے کسان دشمن قوانین کا سہارا لیتے ہوئے کہیں کھلے تیل کہیں مصالحات اور کہیں کھلے دودھ کو غیر معیاری کہہ کر کسان مزدور طبقہ اور دیگر کمزور طبقات کو اس منڈی سے بیدخل اور بے روزگار کرنے کا عمل شروع کر دیا گیا ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال اسلام آباد میں قائم ہونے والے پہلے سے موجود فوڈ اتھارٹی کے دفاتر ہیں۔ ایک خبر کے مطابق پنجاب فوڈ اتھارٹی عوام کو محفوظ اور صحت بخش خوراک کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے جلد ہی صوبے بھر میں گھی، مکھن اور پنیر کے معیار کی جانچ کے لیے نمونے اکٹھے کرنے کی مہم چلائے گی۔ پنجاب فوڈ اتھارٹی یا خیبر پختونخوا فوڈ سیفٹی اینڈ حلال فوڈ اتھارٹی یا دیگر فوڈ اتھارٹیاں دراصل ڈبلیو ٹی او کے بنائے گئے قوانین پر عمل درآمد کے لیے سرگرم ہیں۔ اس انسان دوست قانون سے کون انکار کر سکتا ہے کہ صاف ستھری خوراک ہر پاکستانی کا حق ہے۔ لیکن دیکھنے کی ضرورت ہے کہ یہ سارے اقدامات پاکستانی عوام خاص کر بھوک سے بلکتی، غربت میں پسے ہوئے عوام کے لیے ہے؟ یا ان منافع خور دیوہیکل کمپنیوں کے لیے ہے جو ہمارے کسانوں اور چھوٹے پیداواری طبقے کی پیداوار اور روزی روٹی پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے گدھ کی طرح منڈلا رہی ہیں؟ مقصد یہ ہے کہ بین الاقوامی معیار کے مطابق خوراک کی منڈی قائم کی جائے تاکہ اس پر ٹیسٹ اور دیگر بڑی بڑی کمپنیاں حاوی ہو سکیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ موسمی بحران سرمایہ داری نظام کا پیدا کردہ ہے جس کے بے تحاشہ اثرات غریب ممالک پر پڑ رہے ہیں۔ امریکی یونیورسٹی ایم آئی ٹی کے جرنل میں شائع ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق اس صدی کے آخر تک جنوبی ایشیاء جہاں دنیا کی کل آبادی کا پانچواں حصہ رہائش پزیر ہے، شدید گرمی کی لہر سے متاثر ہو سکتا ہے جس میں انسان زندہ نہیں رہ پائیں گے۔ جرمن واچ کے 2020 کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان ان ممالک کی فہرست میں پانچویں نمبر پر ہے جو گزشتہ دہائیوں کے دوران موسمی تبدیلی سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ 1999 سے 2018 تک پاکستان میں تقریباً

10,000 اموات، 3.8 بلین ڈالر کا معاشی نقصان اور 152 شدید موسمی واقعات رونما ہوئے ہیں۔ موسمی تبدیلی اور دیگر عوامل سے اس سال زراعت میں کئی اہم ترین فصلوں بشمول کپاس، گنا اور گندم کی بوائی کا ہدف حاصل نہ ہو سکا۔ ایک عوامی تنظیم کے جلسے میں یہ بتایا گیا کہ بڑھتا ہوا درجہ حرارت کپاس چننے والی عورتوں کی صحت اور روزگار پر تباہ کن اثرات مرتب کر رہا ہے۔ ان مزدوروں کو شدید گرمی کی وجہ سے کام کا دورانیہ کم کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے جاگیردار طبقے کے مظالم اپنی انتہا پر ہیں اور شدید گرمی میں بھی ان عورتوں کو پینے کا صاف پانی تک میسر نہیں۔ جیسے کہ پہلے ہی بیان کیا گیا کہ کپاس کی پیداوار میں کئی گنا کمی ہوتی جا رہی ہے جس کی وجہ سے کسان مزدور عورتوں کا روزگار بہت کم ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سندھ اور پنجاب کے علاقے میں ٹڈی دل کا شدید حملہ دیکھا گیا ہے، جس سے بھی پاکستان کے کسانوں کو بڑے پیمانے پر نقصان ہوا۔ ٹڈی دل کا یہ حملہ بھارت کے کچھ اضلاع تک پھیلا ہوا ہے۔

یورپی یونین کی ایک رپورٹ کے مطابق انسانی صحت کے لیے سب سے اہم ماحولیاتی خطرہ فضائی آلودگی ہے۔ یورپ کے ہر شہر کو قابل قبول سطح سے زیادہ آلودگی کا سامنا ہے۔ پوری دنیا میں ہی فضائی آلودگی کے اثرات محسوس کیے جا رہے ہیں لیکن پاکستان میں بھی اس کی تباہ کاریاں نمایاں ہو رہی ہیں۔ ایسی ہی ایک خبر پنجاب سے بھی ہے۔ پنجاب کے کئی شہروں میں آلودہ دھند کا دور دورا ہے۔ مثال کے طور پر جیل روڈ، لاہور کے علاقے میں ایئر کوالٹی انڈیکس 189 تک پہنچ گیا۔ جبکہ بین الاقوامی معیار کے مطابق صفر سے 50 کے درمیان یہ معیار تسلی بخش قرار دیا جاتا ہے۔ ایئر کوالٹی انڈیکس کی 151-200 کے درمیان کی سطح غیر صحت بخش ہے جو ہر فرد کی صحت کو متاثر کر سکتی ہے۔ ڈائریکٹر جنرل محکمہ تحفظ ماحولیات پنجاب تنویر احمد وڑائچ کا کہنا ہے کہ لاہور میں اسموگ اور فضائی آلودگی کا بنیادی مسئلہ گاڑیوں سے دھوئیں کے اخراج، صنعتی اخراج خصوصاً لوہے کے کارخانوں سے نکلنے والی آلودگی کی وجہ سے ہے۔

ان حالات میں انسانی فلاح اور زمین کی بقاء کے لیے یہ خبر شدید تشویش کی حامل ہے کہ امریکہ نے اقوام متحدہ کو باضابطہ طور پر مطلع کیا ہے کہ وہ موسمی تبدیلی کے پیرس معاہدہ سے دستبردار ہو رہا ہے۔ امریکہ اس معاہدے سے عملی طور پر 4 نومبر، 2020 کو نکل جائے گا۔ امریکہ کا موقف تھا کہ اس معاہدے سے امریکی کاروبار کو نقصان ہوگا۔ اس سامراجی ملک کو قطعاً یہ فکر نہیں کہ ساری دنیا کی عوام کو

موسمی بحران سے کس حد تک نقصان ہو رہا ہے۔ یہ بھی سمجھنا اہم ہے کہ امریکی اور یورپی قابل تجدید توانائی پر پالیسی سازی ہمارے ملکوں میں چھوٹے اور بے زمین کسانوں کے لیے سخت مسائل پیدا کرتی ہے۔ مثال کے طور پر امریکی صدر ٹرمپ نے زرعی پیداوار سے جڑے کاروباری گروہوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کہا ہے کہ وہ مکئی سے تیار ہونے والے ایندھن اتھنول کی مانگ میں اضافے کے لیے بنائے گئے قوانین پیش کریں گے۔ امریکہ میں مکئی کی 40 فیصد پیداوار سے اتھنول بنایا جاتا ہے۔ یہ خیال رہے ہیں کہ پاکستان میں بھی مکئی کی پیداوار کو تیزی سے فروغ دیا جا رہا۔ شاید ان فصلوں سے بھی اتھنول کی پیداوار کے لیے انہیں ترجیح دی جا رہی ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام سے جہاں اتنا نقصان ہو وہاں یہ حقیقت کچھ عجیب سی لگتی ہے کہ حکومتیں اسی نظام کی اس قدر بڑھ چڑھ کر حوصلہ افزائی کر رہی ہیں۔ اس کی ایک مثال چین پاکستان اقتصادی راہداری ہے۔ حکومت پاکستان نے اس منصوبے کے تحت چائنہ اور سیز پورٹ ہولڈنگ کمپنی کو گوادریں میں صنعتی پینٹوں کے قیام میں سہولت فراہم کرنے کے لیے 23 سال کے لیے ٹیکس سے استثنیٰ دے دیا ہے۔ یہ کمپنی گوادریں کا انتظام چلا رہی ہے جسے بندرگاہ پر مشینری اور دیگر آلات کی تنصیب پر ٹیکس استثنیٰ حاصل ہوگا۔ وزیر اعظم عمران خان نے کہا ہے کہ حکومت کاروبار و صنعتوں کی مدد کے لیے کوشاں ہے جس سے وہ منافع کما سکیں اور ٹیکس دیں جسے حکومت فلاحی ریاست بنانے کے لیے غریبوں پر خرچ کرے گی۔ شاید حکومت اس نقطہ پر باریک بینی سے غور نہ کر پائی ہے کہ صنعت کار، سرمایہ کار دولت لوٹنے آتے ہیں، عوام کے لیے نہ وہ ٹیکس دینے کو تیار ہیں اور نہ ہی اپنے منافع میں سے حصہ۔ یہ وہ طبقہ ہے جو مزدور کی محنت کا بھی پورا حصہ اسے نہیں دیتا۔ معروف ماہر معیشت ڈاکٹر حفیظ پاشا کے مطابق موجودہ حکومت کے دو سال مکمل ہونے تک معاشی بڑھوتری میں کمی اور غذائی شعبہ میں افراط زر کی بلند شرح کی وجہ سے مزید 18 ملین پاکستانی خط غربت سے نیچے جاسکتے ہیں۔ ایک اور خبر یہ واضح کرتی ہے کہ ملک میں سماجی طبقات کے درمیان خلیج تشویشناک ہے اور زیادہ تر دولت چند لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ عالمی بینک کی فراہم کردہ معلومات سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان کے 18,000 امیر افراد کی آمدنی 18 ملین غریب افراد کی آمدنی کے برابر ہے۔

ان سب مزدور کسان دشمن عوامل کا ظاہر ہے کہ اثر چھوٹے اور بے زمین کسانوں پر پڑتا ہے اور ہر صوبے سے کسانوں کی کئی حوالوں سے احتجاج کی خبریں موصول ہوئیں۔ بلوچستان میں حیوانی اور اس کے ملحقہ علاقہ کے ماہی گیروں نے محکمہ ماہی گیری کے دفتر کے باہر دھرنا دیا کیونکہ ان کے علاقے میں بڑے تجارتی ٹرالر غیر قانونی طور پر مچھلی کا شکار کر رہے تھے۔ سندھ میں کئی مقامات پر کسانوں نے چاول کی کم قیمت اور مالکان کی جانب سے ہر ایک من چاول پر پانچ کلو کٹوتی کے خلاف احتجاجی جلوس نکالا اور دھرنا دیا۔ ہر سال کی طرح گنا کاشت کرنے والے کسانوں نے گنے کی ملوں میں کرشنگ میں تاخیر کے خلاف مظاہرہ کیا اور سندھ آبادگار اتحاد کے کارکنوں نے حیدرآباد میں گنے کی قیمت مقرر کرنے میں تاخیر کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ پشاور میں زمین سے مقامی آبادی کی بے دخلی کا مسئلہ پہلے ہی بیان کیا جا چکا ہے۔ کسانوں کے منظم گروہوں نے اس بیدخلی کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ کسانوں کی تنظیم پاکستان کسان اتحاد نے اعلان کیا کہ وہ لاہور میں کسان کشکول جلوس نکالے گی تاکہ فصلوں کے پیداواری اخراجات پورے کرنے کے لیے کسان بھگت مانگ سکیں۔ کسانوں کے مطالبات میں گندم کی امدادی قیمت میں 300 روپے فی من اضافہ، کپاس اور مکئی کے ان کاشتکاروں کو فی ایکڑ 25,000 روپے کی فراہمی جن کی پیداوار موسمی تبدیلی اور غیر معیاری بیج کی وجہ سے 40 فیصد کم ہوئی ہے کہ علاوہ دیگر مطالبات شامل تھے۔

کسان مزدور عورتوں کے حوالے سے اہم ترین خوش آئند اقدام یہ ہیں کہ سندھ اسمبلی نے زراعت اور مال مویشی شعبہ میں کام کرنے والی مزدور عورتوں کو حقوق دینے کے لیے سندھ وومن ایگریکلچر ورکرز بل منظور کر لیا ہے جو کسانوں اور کسان دوست گروہوں کی جدوجہد کا پھل ہے۔ یہ قانون زرعی مزدور عورتوں کی تنخواہ اور ان کی کم سے کم اجرت سے متعلق ہے جو انہیں شناخت دیتا ہے اور ان کے حقوق کے فروغ اور تحفظ کو یقینی بناتا ہے۔ ایک اور کسان مزدور دوست خبر ہے کہ سندھ ہائی کورٹ نے سندھ ٹیننسی (تریمی) ایکٹ 2013 کی ایک مخصوص شق کو معطل کر دیا۔ اس ترمیم کے تحت زمیندار کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ ہاریوں سے بیگار یعنی بغیر اجرت کام لے سکے۔ ساتھ ساتھ یہ خبریں بھی موجود ہیں کہ سندھ کے ضلع شہید بینظیر آباد اور بدین سے پولیس نے چھاپہ مار کر ہاریوں کو جبری مشقت سے آزاد کروایا۔

پنجاب اور سندھ سے ایک قابل تشویش خبر یہ ہے کہ فصلوں پر استعمال ہونے والے کسی اسپرے سے کسان مزدور بے ہوش اور جانچق ہو گئے۔ ان خبروں کو پڑھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مزدور دوست قانون سازی کے باجود کسان دشمن عوامل اپنی جگہ پر موجود ہیں۔ مزدور دوست کسان دوست تحریکوں اور اداروں کا آگے بڑھنے کے لیے مزید متحرک و منظم ہونا ایک نہایت اہم ضرورت ہے جو اب تک بہت مدہم ہے۔ شاید اگلا سال کچھ اور بہتر تبدیلی لے کر آئے!



## آپ کی سہولت کے لیے

دس لاکھ	=	1,000,000	=	ایک بلین
ایک کروڑ	=	10,000,000	=	دس بلین
ایک ارب	=	1,000,000,000	=	ایک بلین
دس ارب	=	10,000,000,000	=	دس بلین
ایک کھرب	=	1,000,000,000,000	=	سو بلین ٹریلین
		2.471 ایکڑ	=	ایک ہیکٹر
25 من	=	1,000 کلوگرام	=	ایک ٹن
		40 کلوگرام	=	ایک من



# الف۔ ملکی زرعی خبریں

۱۔ زرعی پیداواری وسائل

زمین

● چین پاکستان اقتصادی راہداری

مشترکہ پارلیمانی کمیٹی برائے CPEC (سی پیک) نے سی پیک اتھارٹی قائم کرنے کی حکومتی تجویز کی مخالفت کی ہے۔ کمیٹی نے اسے غیر ضروری عمل قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے کئی بلین ڈالر کے منصوبوں کی تکمیل میں مزید غیر یقینی پیدا ہوگی۔ کمیٹی نے اس اتھارٹی کو صدارتی آرڈیننس کے ذریعے قائم کرنے پر بھی تنقید کی ہے۔ اس ہفتے وفاقی کابینہ نے سی پیک منصوبوں پر عمل درآمد کی نگرانی کے لیے مجوزہ سی پیک اتھارٹی کے قیام کے لیے صدارتی آرڈیننس جاری کرنے کی منظوری دی تھی۔ فوج نے 2016 میں سی پیک اتھارٹی کے قیام کی تجویز دی تھی جسے اس وقت کے وزیراعظم میاں نواز شریف نے مسترد کر دیا تھا لیکن گزشتہ ماہ فوجی اور سولیلین رہنماؤں پر مشتمل ”نیشنل ڈیولپمنٹ کونسل“ نے سی پیک اتھارٹی کے قیام کی منظوری دی تھی تاکہ سی پیک منصوبوں پر تیز ترین عمل درآمد کو یقینی بنایا جاسکے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 6 ستمبر، صفحہ 13)

حکومت نے چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) کے تحت ترقیاتی منصوبوں پر کام کرنے والے 2,511 چینی شہریوں کی 40.2 بلین روپے ویزا فیس ختم کرنے کی تیاری کر لی ہے۔ چینی شہریوں کو ایک بار یہ سہولت حاصل ہوگی کہ وہ اپنا سیاحتی ویزا کام کے ویزے میں بغیر کسی ادائیگی کے تبدیل کر سکتے ہیں۔ اس پالیسی کے تحت چینی شہری اپنے ویزے کی مدت میں توسیع حاصل کر سکتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ ویزا مدت ختم ہونے کے بعد واپس جائیں اور کام کے ویزے پر واپس آئیں۔ چینی سفارت خانے نے حکومت سے اس رعایت کی درخواست کی تھی۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 7 ستمبر، صفحہ 2)

وزیراعظم عمران خان کی صدارت میں ہونے والے وفاقی کابینہ کے اجلاس میں ارکان نے سی پیک اتھارٹی میں ہر ایک کو استثنیٰ دینے اور ضابطے بنانے کے لیے اتھارٹی کو لامحدود اختیارات دینے کی تجویز کی مخالفت کی ہے۔ کابینہ نے سی پیک اتھارٹی کے ڈھانچے میں بے ضابطگیوں کا جائزہ لینے کے لیے وزراء پر مشتمل کمیٹی تشکیل دیدی ہے۔ کابینہ میں سی پیک اتھارٹی آرڈیننس پر غور کیا گیا جس کا مقصد سی پیک منصوبوں کی نگرانی کے لیے اتھارٹی کا قیام ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 28 ستمبر، صفحہ 20)

ایک خبر کے مطابق وزیراعظم عمران خان 7 تا 8 اکتوبر چین کا سرکاری دورہ کریں گے۔ وزیراعظم کے دورے کا بنیادی مقصد تعطل کے شکار سی پیک منصوبوں کی بحالی ہے۔ اس سلسلے میں ہونے والے ایک اجلاس کے دوران وزیراعظم کا کہنا تھا کہ سی پیک منصوبوں میں حائل رکاوٹوں کو ختم کرنا اور ان کی بروقت تکمیل حکومت کی اولین ترجیح ہے۔ اجلاس میں یہ بات سامنے آئی کہ زیادہ تر سی پیک منصوبے جاری مالی بحران اور قومی احتساب بیورو (NAB) کے خوف سے افسر شاہی کے عدم تعاون سمیت مختلف وجوہات کی وجہ سے تعطل کا شکار ہیں۔ (ڈان، 3 اکتوبر، صفحہ 1)

پاکستان میں چین کے سفیر یاؤ جینگ نے کہا ہے کہ مغربی ذرائع ابلاغ یہ غلط تاثر پیدا کر رہا ہے کہ چین سی پیک کے ذریعے پاکستان میں عسکری اور تزویراتی (اسٹریٹجک) اہداف حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ ”مغربی ذرائع ابلاغ یہ جھوٹ عام کر رہا ہے کہ چین پاکستان کو اپنی نوآبادی بنانا چاہتا ہے۔ یہ مکمل طور پر غلط اور جھوٹ ہے“۔ سی پاک پاکستان اور چین کے درمیان طویل دو طرفہ تعلقات کا نچوڑ ہے جو پاکستان میں بنیادی ڈھانچہ تعمیر کرے گا۔ سی پیک پاکستان کی معیشت کو مکمل طور پر بدل کر رکھ دینے کی ضمانت نہیں ہے۔ تاہم یہ اس کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ چین پاکستان میں شراکت داری کی بنیاد پر سرمایہ کاری کر رہا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 5 اکتوبر، صفحہ 2)

چین میں پاکستان کی سفیر نغمانہ عالمگیر ہاشمی نے کہا ہے کہ پاکستان اور چین کے درمیان آزاد تجارتی

معاهدے (FTA) کے دوسرے مرحلے پر جلد عمل درآمد شروع ہو جائے گا جو توثیق کے مراحل میں ہے۔ FTA (ایف ٹی اے) فعال ہونے کے بعد درآمدی محصول لاگو نہیں ہوں گے لہذا قیمتوں میں کمی آئے گی۔ سی پیک کا پہلا مرحلہ اپنی تکمیل کے قریب ہے اور دوسرا مرحلہ شروع ہو چکا ہے جو دراصل ملک کے مختلف حصوں میں خصوصی اقتصادی زونز (SEZ's) کے قیام سے متعلق ہے۔ SEZ's (ایس ای زین) کے قیام کے ساتھ ساتھ زراعت کے شعبہ میں معاهدے و تعاون میں اضافہ دونوں ممالک کی ترجیح ہے۔ انہوں نے کہا کہ ”یہ وہ شعبہ ہے جس میں سرمایہ کاری، بڑھوتری اور ان اشیاء کی قدر میں اضافہ (ویلیو ایڈیشن) کر کے اسے چین برآمد کرنے کے وسیع مواقع موجود ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 7 اکتوبر، صفحہ 20)

صدر پاکستان عارف علوی نے سی پیک اتھارٹی کے قیام اور گوادر بندرگاہ اور اس کے خصوصی زونز (فری زونز) کو ٹیکس میں چھوٹ سے متعلق دو آرڈیننس جاری کر دیے ہیں۔ ان آرڈیننس کے اجراء سے چین کو یہ واضح پیغام دیا گیا ہے کہ پاکستان سی پیک پر عمل درآمد کے لیے سنجیدہ ہے۔ ذرائع کے مطابق وزیراعظم اتھارٹی کے چیئرمین، ایگزیکٹو ڈائریکٹروں اور اتھارٹی کے ارکان کا چار سال کے لیے تقرر کریں گے۔ اتھارٹی کا چیف ایگزیکٹو 20 گریڈ کا سرکاری افسر ہوگا۔ (بزنس ریکارڈر، 8 اکتوبر، صفحہ 1)

وفاقی وزیر برائے سمندری امور علی حیدر زیدی نے اعلان کیا ہے کہ حکومت نے چائینہ اور سیز پورٹس ہولڈنگ کمپنی (COPHC) کو گوادر میں صنعتی پینٹوں کے قیام میں سہولت فراہم کرنے کے لیے 23 سال کے لیے ٹیکس سے استثنیٰ دے دیا ہے۔ COPHC (سی او پی ایچ سی) کے سربراہ زنگ باؤزننگ (Zhang Baozhong) کے ہمراہ ایک پریس کانفرنس کے دوران علی حیدر زیدی کا مزید کہنا تھا کہ سی او پی ایچ سی کو جو پہلے ہی گوادر بندرگاہ کا انتظام چلا رہی ہے بندرگاہ پر مشینری اور دیگر آلات کی تنصیب پر ٹیکس استثنیٰ حاصل ہوگا۔ (ڈان، 9 اکتوبر، صفحہ 1)

حزب اختلاف کی بڑی جماعتوں مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی نے حکومت کی جانب سے صدارتی آرڈیننس

کے ذریعے سی پیک اتھارٹی کے قیام کو مسترد کر دیا ہے۔ حزب اختلاف نے اس اقدام کو ”غیر قانونی“ قرار دیتے ہوئے متعلقہ پارلیمانی کمیٹیوں کی سفارشات کی خلاف ورزی قرار دیا ہے۔ سیکریٹری مسلم لیگ ن احسن اقبال کا کہنا ہے کہ صدر عارف علوی نے اس متنازع آرڈیننس پر دستخط کے ذریعے متعلقہ پارلیمانی کمیٹی اور پارلیمنٹ سے تجاوز کیا ہے۔ (ڈان، 9 اکتوبر، صفحہ 14)

وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا محمود خان نے حکام کو ہدایت کی ہے کہ نوشہرہ میں سی پیک سٹی کی تعمیر کے لیے فرنٹیر ورکس آرگنائزیشن (FWO) کو زمین کا قبضہ فراہم کیا جائے۔ وزیر اعلیٰ FWO (ایف ڈبلیو او) کے شروع کردہ اہم ترقیاتی منصوبوں کا جائزہ لینے کے لیے منعقد کیے جانے والے اجلاس کی صدارت کر رہے تھے۔ اجلاس میں بتایا گیا کہ ایف ڈبلیو او نے سی پیک سٹی پر کام کے لیے عملہ تعینات کر دیا ہے تاہم کام کا آغاز صرف اس وقت ہوگا جب ایف ڈبلیو او مطلوبہ زمین کا مکمل قبضہ حاصل کر لے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 7 نومبر، صفحہ 6)

پاکستان اور چین نے سی پیک کے تحت 9.2 بلین ڈالر کے مین لائن (ML-1) ریل پٹری منصوبے پر پیش قدمی پر اطمینان کا اظہار کیا ہے جس پر اگلے سال کام کا آغاز ہوگا۔ چائنہ نیشنل ریلوے اینڈ انسٹرکشن (NRA) کے ڈائریکٹر جنرل جان ہیو یانگ (Yan Hexiang) کی قیادت میں چینی وفد نے وفاقی وزیر ریلوے شیخ رشید احمد سے ملاقات کی ہے۔ اجلاس کے دوران شیخ رشید کا کہنا تھا کہ یہ منصوبہ سی پیک کا بنیادی حصہ ہے جو 9.2 بلین ڈالر لاگت سے تعمیر ہوگا۔ یہ منصوبہ ملکی ترقی کے لیے اہم ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 7 نومبر، صفحہ 19)

پاکستان اور چین نے پاکستان اسٹیل ملز کو سی پیک منصوبے میں شامل کرنے کے امکانات پر بات چیت کی ہے۔ یہ تجویز اسلام آباد میں مشترکہ تعاون کمیٹی (JCC) کے نویں اجلاس میں زیر بحث آئی۔ تاہم دونوں ممالک اس حوالے سے کسی حتمی معاہدے پر نہیں پہنچے۔ (بزنس ریکارڈر، 18 نومبر، صفحہ 1)

امریکہ نے پاکستان کو خبردار کیا ہے کہ سی پیک منصوبہ پہلے سے ہی قرض کے بوجھ میں دبے پاکستان کو مزید قرض میں دھکیل دے گا، بدعنوانی میں اضافہ ہوگا جس سے چین کو روزگار اور منافع حاصل ہوگا۔ امریکی سفارتکار برائے جنوبی ایشیاء ایلس ویلز (Alice Wells) کا کہنا ہے کہ سی پیک پاکستان کے لیے امداد نہیں ہے بلکہ سرمایہ کاری (فنانسنگ) کی ایک قسم ہے جس میں پاکستان کو بہت کم فوائد کے ساتھ چین کی سرکاری کمپنیوں کو منافع کی ضمانت دی گئی ہے۔ یہ مخصوص امریکی انتباہ ایک ایسے وقت میں جاری کیا گیا ہے کہ جب پاکستان اور امریکہ اپنے تعلقات کو پھر سے معمول پر لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایلس ویلز کا مزید کہنا تھا کہ سی پیک کا سب سے مہنگا ترین ایک منصوبہ کراچی تا پشاور ریل پٹری کی تجدید و بحالی ہے۔ جب منصوبے کا اعلان کیا گیا تھا اس وقت اس کی لاگت 8.2 بلین ڈالر تھی۔ اکتوبر، 2018 میں وزیر ریلوے نے اعلان کیا کہ انھوں اس لاگت کو 6.2 بلین ڈالر تک کم کرنے کے لیے مذاکرات کیے ہیں۔ لیکن حالیہ خبروں میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ لاگت بڑھ کر نو بلین ڈالر ہو گئی ہے۔ پاکستان کو یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ چین قرض فراہم کر رہا ہے امریکہ کی طرح امداد نہیں۔ (ڈان، 23 نومبر، صفحہ 1)

چینی سفیر یاؤ جگ نے کہا ہے کہ سی پیک منصوبے بدعنوانی سے پاک ہیں۔ اسلام آباد میں چینی سفارت خانے میں پانچویں میڈیا فورم میں ایلس ویلز کے بیان پر ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ وہ مس ویلز کی تقریر پر تعجب اور حیرت زدہ ہیں جس میں چین پاکستان تعلقات کا نظر انداز کیا جانا مکمل طور پر واضح ہوتا ہے۔ امریکہ کو کسی ایسے معاملے پر دعویٰ نہیں کرنا چاہیے جس پر اسے مکمل معلومات نہ ہوں۔ (ڈان، 23 نومبر، صفحہ 3)

حکومت نے سی پیک اتھارٹی کے قیام پر حزب اختلاف کی شدید تنقید کے باوجود ریٹائرڈ لیفٹننٹ جنرل عاصم سلیم باجوہ کو سی پیک اتھارٹی کا چیئرمین مقرر کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اسٹیٹسمنٹ ڈویژن کے جاری کردہ اعلامیہ کے مطابق عاصم سلیم باجوہ چار سال کے لیے اتھارٹی کے چیئرمین ہوں گے جو 2012 سے 2016 تک انٹرسروس پبلک ریلیشنز (ISPR) کے ڈائریکٹر جنرل رہ چکے ہیں۔ (ڈان، 27 نومبر، صفحہ 3)

سی پیک کے تحت چین کے 60 بلین ڈالر کے منصوبے صنعتی اور زرعی تعاون کے دوسرے مرحلے میں داخل ہونے کے بعد ایران نے سی پیک میں شمولیت کے لیے دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ ایوان صنعت و تجارت کراچی (KCCI) کا دورہ کرنے والے ایرانی وفد کی قیادت کرتے ہوئے پاکستان میں ایران کے کمرشل اتاشی مراد نعمتی زرگران کا کہنا ہے کہ ایران اس منصوبے کا حصہ بننا چاہتا ہے جو پورے خطے میں خوشحالی کو یقینی بنائے گا۔ (دی نیوز 15 دسمبر، صفحہ 17)

وزیراعظم کے مشیر برائے صنعت و تجارت عبدالرزاق داؤد نے اعلان کیا ہے کہ گوادر بندرگاہ برآمدت کے لیے فعال ہوگئی ہے۔ گوادر بندرگاہ سے ایک جہاز کی روانگی کے ذریعے سمندری خوراک کی برآمد شروع ہوچکی ہے۔ اس جہاز پر مچھلی کے تین کنٹینر ایشیاء کے مشرقی ممالک روانہ کیے گئے ہیں جن کی مالیت 50,000 ڈالر فی کنٹینر ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 15 دسمبر، صفحہ 3)

پاکستان میں چینی سفیر یاؤ جنگ نے ایک سیمینار میں خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ سی پیک کے اگلے مرحلے میں ایس اے زیز قائم کیے جائیں گے۔ چین اب پیشہ ورانہ تربیتی مراکز اور ساتھ ساتھ زراعت و مال مویشی شعبہ جات میں تحقیق پر سرمایہ کاری کرے گا۔ ”سی پیک کے زیادہ تر منصوبوں میں چینی کمپنیوں کی سرمایہ کاری ہے اور یہ پاکستان حکومت پر قرض نہیں ہے۔“ سی پیک کو اس مرحلے پر نہیں جانچا جاسکتا کیونکہ یہ ایک طویل المدت عظیم منصوبہ ہے۔ گوادر اور پاکستان کے دیگر علاقوں میں 11 چینی کمپنیاں متحرک ہیں۔ یہ کمپنیاں چینی بینکوں سے قرض لیتی ہیں اور واپس کرتی ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ ”ہم سماجی شعبہ، پیشہ ورانہ تربیت، صحت و تعلیم کے شعبہ جات میں ترقی پر توجہ دے رہے ہیں۔“ چین نے پاکستان بھر میں 40 پیشہ ورانہ تربیت کے مراکز قائم کیے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 19 دسمبر، صفحہ 22)

## ● زمینی قبضہ

سندھ:

سندھ کابینہ نے ٹھٹھہ، دادو اور جامشورو میں 10 نجی کمپنیوں اور نیشنل ٹرانسمیشن اینڈ ڈسٹریبوشن کمپنی (NTDC) کو قابل تجدید توانائی (رینیوئبل انرجی) منصوبوں اور قومی گرڈ کے لیے 5,801 ایکڑ زمین 30 سالوں کے لیے پٹے پر دے دی ہے۔ متعلقہ ڈپٹی کمشنروں نے پٹے کی سالانہ رقم مختلف اقسام کی زمینوں کے لیے 3,000، 5,000 اور 8,000 روپے فی ایکڑ تجویز کی تھی۔ کابینہ نے حکام کو اس حوالے سے ضروری اقدامات کرنے کی ہدایت کی ہے۔ (ڈان، 27 نومبر، صفحہ 15)

پنجاب:

پبلک اکوائٹس کمیٹی کی زبلی کمیٹی نے رکن قومی اسمبلی منزہ حسن کی سربراہی میں پاکستان فضائیہ کو ہدایت کی ہے کہ وہ لاہور میں واقع 76 کنال زمین کا قبضہ سول ایوی ایشن اتھارٹی (CAA) کو دیدے۔ اس زمین کو پاکستان فضائیہ کی جانب سے رہائشی کالونی میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ کمیٹی ارکان نے اس پر حیرت کا اظہار کیا کہ زمین 2006-7 میں رہائشی منصوبے میں تبدیل کر دی گئی، لیکن ان حکام کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی جو قومی خزانے کو نقصان پہنچانے کے ذمہ دار ہیں۔ آڈیٹر جنرل آف پاکستان (AGP) کی رپورٹ کے مطابق 2006 میں پاکستان فضائیہ نے CAA (سی اے اے) کی 19.21 ایکڑ زمین پر مخصوص آلات نصب کرنے کے لیے قبضہ حاصل کیا لیکن بعد میں اس زمین کو رہائشی کالونی میں تبدیل کر دیا گیا جس سے قومی خزانے کو 1.92 بلین روپے کا نقصان ہوا۔ (بزنس ریکارڈر، 8 نومبر، صفحہ 7)

پنجاب حکومت نے صوبے میں صنعتی علاقے قائم کرنے کے لیے زمین حاصل کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس حوالے سے نئی پالیسی تیار کرنے کے لیے محکمہ صنعت کو منظوری دی ہے۔ محکمے نے پنجاب حکومت کو لکھا تھا کہ صنعتی علاقوں میں زمین کی عدم دستیابی نے صنعتکاروں کو زمین دینے میں مشکلات کا باعث بن رہی ہے۔ لہذا اس کے لیے ایک نئی پالیسی کی ضرورت ہے جو مقاصد پورے کرتی ہو اور نئی ملازمتیں پیدا

خیبر پختونخوا:

پشاور کے کئی دیہی علاقوں سے تعلق رکھنے والے کسانوں نے پشاور نادرن بائی پاس کی تعمیر کے لیے زمینوں سے کسانوں کو جبراً بے دخل کرنے کے خلاف تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے معاوضے کا مطالبہ کیا ہے۔ پشاور پریس کلب کے باہر احتجاجی مظاہرہ کرتے ہوئے کسان نمائندوں نبی جان، اسماعیل خان، سکندر خان و دیگر کا کہنا تھا کہ وہ گزشتہ 80 سالوں سے اس زمین پر کاشتکاری کر رہے ہیں جو ان کا واحد ذریعہ روزگار ہے۔ حکومت پشاور نادرن بائی پاس کی تعمیر کے لیے معاوضہ اور متبادل زمین دیے بغیر ان کی زمینوں پر قبضہ کر رہی ہے۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ حکومت نا صرف ان کا روزگار چھین رہی ہے بلکہ انہیں گھروں سے بھی محروم کر رہی ہے اور معاوضہ دینے سے گریزاں ہے۔ کسانوں کا کہنا ہے کہ یہ شاملات کی زمین تھی جسے ان کے بزرگوں نے 80 سال پہلے زرعی زمین میں تبدیل کیا اور اب انہیں جبراً ان زمینوں سے بے دخل کرنا سراسر نا انصافی ہے۔ کسان رہنماؤں نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ انہیں حراساں کرنا بند کیا جائے، ان کے خلاف مقدمات واپس لیے جائیں، زراعت اور رہائش کے لیے متبادل زمین دی جائے اور معاوضہ کی ادائیگی یقینی بنائی جائے۔ (ڈان، 20 نومبر، صفحہ 7)

### ● لینڈ کمپیوٹرائزیشن

وزیر اعلیٰ بلوچستان جام کمال نے صوبے میں زمین کی منتقلی اور ریکارڈ کے انتظام سے متعلق اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے محکمہ ریونیو بلوچستان پر زور دیا ہے کہ وہ اپنا زمینی ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ کرے۔ انہوں نے مزید کہا کہ محکمہ ریونیو میں ریکارڈ رکھنے کے نظام کے فقدان سے بلوچستان کے عوام مشکلات کا شکار ہیں، اسی وجہ سے کئی مقدمات عدالتوں میں زیر سماعت ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ بلوچستان میں زمینی ریکارڈ کو کمپیوٹرائزڈ کیا جائے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 31 اکتوبر، صفحہ 7)



## ● جنگلات

سپریم کورٹ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جنگلات کی زمین پر کاشت کی گئی فصلوں کو ختم کرنے کے لیے ضلع ٹیاری، سندھ کے دریائی علاقوں میں تجاوزات کے خلاف ایک بڑی کارروائی کی گئی ہے۔ وزیر جنگلات سندھ ناصر شاہ نے علاقے کا دورہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ کارروائی اس لیے شروع کی گئی ہے کہ سندھ حکومت جلد ہی مشرف دور کی پالیسی کو تبدیلی کرنے کے لیے جنگلات کی نئی پالیسی منظور کر رہی ہے۔ غیر قانونی طور پر قبضہ کی گئی 25,000 ایکڑ زمین میں سے 5,000 ایکڑ زمین واپس لے لی گئی ہے۔ سندھ حکومت نے حال ہی میں سابقہ پالیسی منسوخ کر کے سندھ سسٹین ایبل فوریسٹ پالیسی 2019 کا مسودہ تیار کیا ہے۔ نئی پالیسی کے تحت دریائی علاقوں سمیت جنگلات کی زمین پر جنگلات کی بحالی کو فروغ دیا جائے گا جہاں گزشتہ کئی سالوں کے دوران درختوں کو کاٹ کر کاشتکاری شروع کر دی گئی ہے جو ماحولیاتی تباہی کا باعث بن رہی ہے۔ (ڈان، 4 نومبر، صفحہ 15)

سندھ حکومت حال ہی میں واگزار کروائی گئی جنگلات کی ہزاروں ایکڑ زمین کو قبضہ مافیا سے محفوظ رکھنے اور موسمی تبدیلی کے مسائل سے نمٹنے کے لیے نئی جنگلات پالیسی مرتب کرنے کی منصوبہ بندی کر رہی ہے۔ ذرائع کے مطابق مجوزہ ”سسٹین ایبل فاریسٹ مینجمنٹ پالیسی“ سپریم کورٹ کے احکامات کے مطابق ہوگی جس میں واگزار کروائی گئی زمین موسمی تبدیلی کے تناظر میں جنگلات میں تبدیل کی جائے گی۔ پالیسی کے مطابق خالی کرائی گئی زمین جلد از جلد جنگلات میں تبدیل کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔ سندھ میں جنگلات کی کل زمین 888,206 ایکڑ ہے اور عدالت کے حکم پر 218,000 ایکڑ زمین واپس لی گئی ہے۔ (ڈان، 18 نومبر، صفحہ 13)

## پانی

ایک خبر کے مطابق امریکہ، فرانس، جرمنی، ترکی، چین، تائیوان، ملائیشیا اور پاکستان کی 60 سے زیادہ کمپنیاں کراچی ایکسپو سینٹر میں 5 تا 7 نومبر، 2019 کو پانی و توانائی کے حوالے سے ہونے والی نمائش ”پاک واٹر

اینڈ انرجی ایکسپو، میں جدید ٹیکنالوجی اور اشیاء پیش کریں گی۔ اس موقع پر مہران انجینئرنگ یونیورسٹی 6 نومبر کو یو ایس پاکستان سینٹر آف ایڈوانس اسٹڈیز ان واٹر (USPCAS-W) کے اشتراک سے ایک کانفرنس بھی منعقد کرے گی۔ اس طرح کی یہ چوتھی نمائش ہے جن میں سے تین کراچی میں منعقد ہوئی ہیں۔ یہ نمائش شرکت کرنے والوں کو کاروباری مواقع فراہم کرتی ہے کہ وہ اپنی اشیاء اور ٹیکنالوجی پیش کر سکیں۔ (بزنس ریکارڈر، 31 اکتوبر، صفحہ 8)

پاکستان انسٹیٹیوٹ آف ڈیولپمنٹ اکنامکس (PIDE) کی جانب سے پانی کے تحفظ کے حوالے سے منعقد کردہ سمینار ”واٹر کنزرویشن میٹھڈ“ میں مقررین نے انکشاف کیا ہے کہ پاکستان میں تقریباً 50 ملین افراد کو پینے کے صاف پانی تک رسائی حاصل نہیں ہے۔ مقررین نے سالانہ 40 فیصد اموات کا سبب آلودہ پانی کو قرار دیا ہے۔ پاکستان میں کل پانی کا 90 فیصد زراعت میں، سات فیصد صنعتوں میں جبکہ تین فیصد گھریلو مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ انجینئرمنٹس الملک کا کہنا تھا کہ مون سون کے موسم میں پانی کے زیاں پر قابو پانے اور بڑھتی ہوئی آبادی کی توانائی اور زرعی ضروریات پوری کرنے کے لیے کالا باغ ڈیم سمیت نئے ڈیموں کی تعمیر لازمی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 4 دسمبر، صفحہ 7)

## • آبپاشی

دریائے سندھ کے پانی کی ترسیل پر سندھ اور پنجاب کے درمیان طویل عرصے سے اختلافات موجود ہیں۔ اس معاملے کی مشترکہ جانچ کرنے والے انڈس ریور سسٹم اتھارٹی (IRSA) اور واپڈا نے اپنی جانچ مکمل کر کے رپورٹ وزارت پانی و بجلی کو بھیج دی ہے۔ رپورٹ کے مطابق اس دعوے کو کہ ”سندھ کو اس حصے سے کم پانی مل رہا ہے“ استحکام دینے کے لیے محکمہ آبپاشی سندھ جان بوجھ کر اعداد و شمار میں ردوبدل کر رہا ہے۔ رپورٹ میں یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ سندھ کے آبپاشی حکام نے IRSA (ارسا) اور واپڈا کے تحقیق کاروں کے ساتھ تعاون نہیں کیا۔ مزید یہ کہ سندھ کے حکام نے ارسا اور واپڈا کی جانب سے مقرر کردہ پانی کی پیمائش کے قواعد و ضوابط عادتاً نظر انداز کیے ہیں۔ یہ تحقیقاتی ٹیم محکمہ آبپاشی پنجاب کی جانب

سے وزارت پانی و بجلی کو لکھے گئے ایک خط کے بعد قائم کی گئی تھی جس میں سندھ کے حکام کی جانب سے پانی کے بہاؤ کے غلط اعداد و شمار پیش کرنے کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 1 اکتوبر، صفحہ 6)

شہید بے نظیر آباد اور میرپورخاص میں دو آبپاشی نہروں میں شگاف پڑنے سے کئی دیہات اور سینکڑوں ایکڑ پر کھڑی فصلیں زیر آب آگئی ہیں۔ میرپورخاص کے متاثرین کا کہنا ہے کہ ڈگری ٹاؤن کے قریب مرید برانچ میں شگاف پڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ بھرائی کا کام شروع کرتے شگاف 20 فٹ تک بڑھ گیا تھا۔ کئی گھنٹوں بعد محکمہ آبپاشی کے حکام مطلوبہ مواد اور مزدوروں کے ساتھ شگاف پر کرنے کے لیے ان کے ساتھ شامل ہوئے۔ کسانوں کا کہنا ہے کہ تقریباً 500 ایکڑ پر کھڑی فصل تباہ ہوگئی اور دیہاتوں میں گھنٹوں پانی کھڑا ہو گیا ہے۔ ضلع شہید بینظیر آباد میں بھی دو ٹاؤن میں جبر ماسٹر میں 60 فٹ چوڑا شگاف پڑا۔ متاثرین کا کہنا ہے کہ سیلاب سے سینکڑوں ایکڑ پر کھڑی فصلیں بہہ گئیں۔ کسانوں نے محکمہ آبپاشی کے مقامی حکام کو اطلاع دی لیکن کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ مقامی افراد اپنی مدد آپ کے تحت شام تک شگاف پر کرنے میں مصروف تھے۔ (ڈان، 17 نومبر، صفحہ 17)

ضلع میرپورخاص میں سندھڑی کے مقام پر جبکہ نوشہرو فیروز میں تھاروشاہ کے نزدیک نہر میں شگاف پڑنے سے کئی دیہات اور سینکڑوں ایکڑ پر کھڑی فصلیں زیر آب آگئی ہیں۔ میرپورخاص میں سندھڑی کے نزدیک پٹی نہر میں 15 فٹ چوڑا شگاف پڑا جسے محکمہ آبپاشی کے حکام نے مقامی افراد کی مدد سے پر کر دیا ہے۔ نوشہرو فیروز میں سہرا ماسٹر میں 30 فٹ چوڑا شگاف پڑنے سے کیموں کی فصل، حنا کے باغات اور حال ہی میں بوئی گئی گندم کی فصل زیر آب آگئی۔ مقامی افراد کا کہنا ہے کہ ایک ماہ پہلے بھی اس ہی مقام پر ایک شگاف پیدا ہوا تھا۔ اس وقت سے وہ محکمہ آبپاشی کے حکام سے پشتوں کو مضبوط کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ محکمہ کی غفلت سے نہر میں دوبارہ شگاف پڑا۔ (ڈان، 29 نومبر، صفحہ 17)

## • پن بجلی ڈیم

موجودہ حکومت گزشتہ حکومتوں کی طرح ملک میں پانی کی قلت کے حوالے سے غیر سنجیدہ ہے کیونکہ نہ تو دریائے سندھ پر نئے ذخائر تعمیر کرنے کی منصوبہ بندی کی جارہی ہے اور نہ ہی دیامر بھاشا ڈیم پر کوئی خاطر خواہ پیش رفت ہوئی ہے، اس حقیقت کے باوجود کے تربیلا ڈیم میں پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش 38 فیصد کمی کے بعد 9.5 ملین ایکڑ فٹ سے کم ہو کر چھ ملین ایکڑ فٹ تک آگئی ہے۔ حکومت نے 2019-20 کے وفاقی بجٹ میں آبی شعبہ کے لیے 70.34 بلین روپے مختص کئے ہیں جس میں سے 20 بلین روپے دیامر بھاشا ڈیم اور 15 بلین روپے مہمند ڈیم کے لیے مختص کیے گئے تھے۔ حکام کے مطابق سپریم کورٹ میں جمع کروائی گئی اپنی رپورٹ میں واپڈا پہلے ہی کہہ چکی ہے کہ دیامر بھاشا ڈیم کی تعمیر کا ٹھیکہ دسمبر، 2019 میں دیا جائے گا۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ 112 منصوبوں میں سے 61 جاری منصوبوں پر واپڈا کی جانب سے کام جاری ہے جبکہ 51 منصوبے نئے ہیں جو صوبوں کی جانب سے تیار کیے گئے ہیں۔ کل 112 منصوبوں کی لاگت کا تخمینہ 1.125 ٹریلین روپے لگایا گیا ہے۔ وزارت آبی وسائل کا کہنا ہے کہ بروقت ان منصوبوں کی تکمیل کے لیے مختص رقم 70 بلین روپے سے بڑھا کر 150 سے 200 بلین روپے سالانہ ہونی چاہیے۔ (بزنس ریکارڈر، 10 نومبر، صفحہ 12)

سندھ حکومت اور وفاق کے درمیان ارسا میں سندھ سے ایک اضافی رکن کی شمولیت کا تنازع ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ ایک اور تنازع کھڑا ہو گیا ہے۔ ارسا نے پنجاب کو چشمہ جہلم لنک کنال پر 25 میگاواٹ کا بجلی گھر تعمیر کے لیے سند عدم اعتراض (NOC) جاری کر دی ہے۔ ارسا نے 9 اکتوبر کو ہونے والے اجلاس میں سند دینے سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن 17 اکتوبر کو ہونے والے اجلاس میں اچانک تبدیلی دیکھی گئی اور تمام ارکان نے سندھ کے موقف سے اختلاف کیا جس پر ارسا نے منصوبے کے لیے سند عدم اعتراض (این اوسی) جاری کر دی۔ (ڈان، 23 نومبر، صفحہ 17)

قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے آبی وسائل نے وزارت آبی وسائل کو ہدایت کی ہے کہ وہ صوبوں کے

درمیان چشمہ جہلم لنک کنال پر متنازع بجلی گھر کی تعمیر کا معاملہ مشترکہ مفادات کونسل (CCI) میں اٹھائے۔ محمد یوسف تالپور کی سربراہی میں کمیٹی نے اس معاملے پر پچھلے اجلاس کی کارروائی پر مبنی دستاویز کی تصدیق نہیں کی اور ہدایت کی کہ پہلے یہ مسئلہ 11 دسمبر کو ہونے والے CCI (سی سی آئی) کے اجلاس میں پیش ہونا چاہیے۔ محمد یوسف تالپور کا کہنا تھا کہ سندھ کو پنجاب حکومت کے اس 25 میگا واٹ کے منصوبے پر شدید اعتراضات ہیں جسے حال ہی میں ارسا کی جانب سے اکثریتی ووٹ کی بنیاد پر منظور کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے وزیر اعلیٰ سندھ نے بھی اس منصوبے پر اعتراض اٹھایا تھا۔ (ڈان، 30 نومبر، صفحہ 10)

### کسان مزدور

کپاس (پٹی) کی چنائی سے وابستہ عورتوں نے سندھ حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ انہیں تمام تر مراعات کے ساتھ صنعتی مزدوروں کے برابر درجہ دیا جائے۔ ضلع ٹیاری میں جمال ڈاھری گاؤں میں کپاس چننے والی عورتوں کی پہلی یونین کی رہنما شبانہ خاتون نے کراچی پریس کلب میں ایک پریس کانفرنس کے دوران کہا ہے کہ ”کپاس چننا سخت محنت کا کام ہے، ہم دن میں کم از کم 12 گھنٹے انتہائی نقصان دہ ماحول میں کام کرتے ہیں۔“ ان کا مزید کہنا تھا کہ مزدور، خاص طور عورتیں اور بچے انتہائی سخت حالات میں کپاس کی چنائی کا کام کرتے ہیں جہاں وہ زمیندار کی جانب سے حفاظتی آلات فراہم نہ کیے جانے کی وجہ سے آنکھ کی بیماریوں اور دیگر امراض (انفیکشن) سے متاثر ہو رہے ہیں۔ (ڈان، 5 ستمبر، صفحہ 17)

سندھ ہائی کورٹ نے ضلعی انتظامیہ کے افسران کو سندھ ٹینسی ایکٹ 1950 کے تحت ہاری اور جاگیردار کے درمیان (تنازعات پر) قانونی فیصلوں سے روک دیا ہے۔ 65 صفحات پر مشتمل اپنے تفصیلی فیصلے میں سندھ ہائی کورٹ حیدرآباد بینچ نے فیصلے کا اختیار عارضی طور پر ماتحت عدالتوں کو منتقل کر دیا ہے۔ یہ فیصلہ ایک ہاری غلام علی لغاری کی جانب سے دائر کی گئی درخواست پر دیا گیا جس کی پیروی درخواست گزار کی جانب سے ایڈووکیٹ علی پالہ اور ستار سرکی نے کی۔ درخواست گزار کے وکیل نے یہ نکتہ اٹھایا تھا کہ اسٹنٹ کمشنر کے پاس مجسٹریٹ کے اختیارات نہیں ہیں لیکن یہ ایکٹ (سندھ ٹینسی ایکٹ 1950) اسے یہ اختیار دیتا ہے کہ

وہ ہاری اور جاگیردار کے درمیان تنازعات کا فیصلہ کرے۔ فیصلے کے تحت ضلعی اعلیٰ افسران بشمول اسٹنٹ کمشنر بطور ٹینسی ٹریبونل (ہاری جاگیردار کے درمیان بطور عدالت) کردار ادا نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہ کوئی درخواست سن سکتے ہیں اور نہ ان پر نظر ثانی کر سکتے ہیں۔ سندھ ہائی کورٹ نے سندھ ٹینسی (تریمی) ایکٹ 2013 کی شق چھ (سیکشن 6) کو بھی معطل کر دیا۔ ”اس ترمیم کے تحت زمیندار کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ (ہاریوں) سے بیگار (بغیر اجرت کام) لے سکے جو مکمل طور پر انسانیت کے خلاف ہے۔“ (دی ایکسپریس ٹریبون، 3 اکتوبر، صفحہ 5)

سندھ اسمبلی نے زراعت اور مال مویشی شعبہ میں کام کرنے والی مزدور عورتوں کو حقوق دینے کے لیے سندھ وومن ایگریکلچر ورکرز بل 2019 منظور کر لیا ہے۔ یہ قانون زرعی مزدور عورتوں کی تنخواہ اور ان کی کم سے کم اجرت سے متعلق ہے جو انہیں شناخت دیتا ہے اور ان کے حقوق کے فروغ اور تحفظ کو یقینی بناتا ہے۔ بل کے مطابق زمین پر یا مال مویشی شعبہ میں ایک زرعی مزدور عورت کو کسی بھی کام کے بدلے، بطور ایک خاندان کے فرد کے یا ذاتی حیثیت میں اجرت نقد یا کسی شے کی صورت میں ادا ہوگی، چاہے زمین اور مال مویشی اس کے، اس کے خاندان کے، یا کسی اور کے ہوں۔ ایک جیسے کاموں کے لیے عورت کی اجرت مرد کی اجرت کے برابر ہوگی۔ زرعی مزدور عورت کی اجرت حکومت کی جانب سے مقرر کی گئی کم سے کم اجرت سے کسی بھی صورت کم نہیں ہوگی۔ ان کے لیے کام کے اوقات ایک دن میں آٹھ گھنٹے سے زیادہ نہیں ہوں گے اور کام کا دورانیہ صبح صادق کے ایک گھنٹے بعد تک شروع نہیں ہوگا اور یہ (آٹھ گھنٹے پر مشتمل) دورانیہ غروب آفتاب کے ایک گھنٹے پہلے تک جاری رہے گا۔ زرعی مزدور عورتیں بیماری، حمل و زچگی اور معمول کے طبی معائنے کے لیے کام سے چھٹی لے سکیں گی۔ ایک زرعی مزدور عورت 120 دن کی زچگی کی چھٹی لینے کی حقدار ہوگی اور عدت کی چھٹیاں لینے کی مجاز ہوگی۔ قانون کے مطابق زرعی مزدور عورتیں صاف ستھرے ماحول میں اپنے دو سال تک کے بچوں کو دودھ پلا سکیں گی اور بچے کی ابتدائی چھ ماہ کی عمر تک مزدور عورتوں کو خصوصی طور پر بچے کو دودھ پلانے کے لیے ضروری مدد فراہم کی جائے گی۔ انہیں زراعت، مال مویشی، ماہی گیری اور دیگر شعبہ جات میں سرکاری خدمات، قرضہ جات، سماجی تحفظ،

زرتلانی اور اپنے نام پر اثاثوں کی منتقلی کے حقوق حاصل ہوں گے۔ ہر زرعی مزدور عورت ہر قسم کی حراسانی یا بدسلوکی سے آزاد ماحول میں کام کرے گی۔ مزدور عورتوں کی جانب سے تقاضہ کرنے پر انہیں ملازمت کا تحریری معاہدہ فراہم کیا جائے گا۔ یہ قانون ان عورتوں کو تنظیم سازی اور کسی بھی تنظیم کے ساتھ جڑنے کا حق دیتا ہے۔ یہ قانون واضح کرتا ہے کہ زرعی مزدور عورتوں کے درمیان ملازمت کے مواقعوں، اجرت، صنفی بنیاد پر کام کے حالات، زمینی ملکیت، ذات، مذہب، زبان اور سکونت کی بنیاد پر تفریق نہیں کی جائے گی۔ یہ قانون صوبائی محکمہ برائے مزدور و انسانی وسائل کو ہر یونین کونسل میں زرعی مزدور عورتوں کا رجسٹر رکھنے کا پابند کرتا ہے۔ ہر زرعی مزدور عورت جہاں وہ مقیم ہے یونین کونسل میں اندراج کے لیے رجوع کر سکتی ہے۔ اندراج شدہ زرعی مزدور عورتوں کو ”بے نظیر وومن ایگری کلچر ورکر کارڈ“ جاری ہوگا۔ تنظیم کے اندراج کے لیے ضروری ہے کہ تنظیم کم از کم پانچ کارڈ کی حامل زرعی مزدور عورتوں پر مشتمل ہو۔ (ڈان، 20 دسمبر، صفحہ 15)

ایشیاء پسیفک فورم آن وومن، لاء اینڈ ڈیولپمنٹ کے اشتراک سے سندھ کمیونٹی فاؤنڈیشن (SCF) کی جانب سے منعقد کیے گئے ایک ورک شاپ میں شرکاء کا کہنا تھا کہ بڑھتا ہوا درجہ حرارت کپاس چننے والی عورتوں کی صحت اور روزگار پر تباہ کن اثرات مرتب کر رہا ہے جنہیں شدید گرمی کی وجہ سے کھیتوں میں کام کا دورانیہ کم کرنا پڑتا ہے۔ ان عورتوں کو پینے کے صاف پانی تک رسائی حاصل نہیں ہوتی۔ انہیں کام کے دوران وقفہ نہیں ملتا اور یہ عورتیں لو لگنے، جسم میں پانی کی کمی سے متاثر ہوتی ہیں۔ ورکشاپ میں ضلع ٹیاری کے تین دیہات کی کپاس چننے والی عورتوں نے بھی شرکت کی۔ گاؤں یا مین اپن سے تعلق رکھنے والی کسان مزدور عورت موئل کا کہنا تھا کہ ایک دہائی پہلے تک وہ دن میں ایک من کپاس چن لیتی تھیں لیکن اب کھیتوں میں درجہ حرارت میں اضافے کی وجہ سے وہ 20 سے 30 کلو کپاس کی چنائی کر پاتی ہیں۔ کپاس چننے والی عورتوں کا کہنا تھا کہ کپاس کی فصل پر نئے قسم کے کیڑے بھی ظاہر ہوتے ہیں جو انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ (ڈان، 28 دسمبر، صفحہ 15)

## ● جبری مشقت

ضلع شہید بینظیر آباد، سندھ میں سیشن کورٹ کی ہدایت پر نواب شاہ پولیس نے جبری مشقت کے شکار ہاری خاندان کے 13 افراد کی بازیابی کے لیے زمیندار عبدالحمید کھسو کے فارم پر چھاپہ مارا۔ درخواست گزار دھرمو کولہی نے عدالت میں دی گئی اپنی درخواست میں دعویٰ کیا تھا کہ زمیندار ایک سال سے اس کے خاندان سے جبری مشقت کروا رہا ہے۔ پولیس کے مطابق بازیاب ہونے والے ہاریوں کو عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ (ڈان، 4 اکتوبر، صفحہ 17)

پولیس نے بدین میں راجو خانانی ٹاؤن کے نزدیک گاؤں محمد جمن ٹائیون میں نجی جیل پر چھاپہ مار کے جاگیردار کی قید سے 34 ہاریوں کو آزاد کرایا۔ پولیس نے ڈسٹرکٹ و سیشن کورٹ بدین کے حکم پر یہ کارروائی کی جسے چند روز قبل ایسان کولہی اور اس کی اہلیہ گڈی کی طرف سے ایک درخواست موصول ہوئی تھی۔ درخواست گزار نے فہیم احمد مین نامی شخص کے زیر انتظام نجی جیل سے اپنے خاندان اور قریبی رشتہ داروں کی رہائی کا مطالبہ کیا تھا۔ جبری مشقت کے شکار 34 ہاریوں میں 24 بچے اور پانچ عورتیں شامل تھیں۔ تمام ہاریوں کو عدالت میں پیش کیا گیا جنہیں عدالت نے رہا کرنے کا حکم دیا۔ (ڈان، 31 دسمبر، صفحہ 17)

## II۔ زرعی مداخلت

### صنعتی طریقہ زراعت

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد (UAF) نے اکیسویں سنٹر میں زرعی نمائش کا آغاز کر دیا ہے جس میں یونیورسٹی کی تیار کردہ 140 سے زائد ٹیکنالوجیوں کو نمائش کے لیے پیش کیا گیا ہے۔ 70 نمائشی اسٹالوں پر یونیورسٹی کے سائنسدانوں اور طلباء کی تیار کردہ ٹیکنالوجی کی نمائش کی گئی ہے۔ نمائش زراعت، ویٹری، حیوانیات، زرعی مشینری، انجینئرنگ، خوراک، غذائیت وغیرہ سے متعلق نئی تکنیک، طریقہ کار پر مشتمل ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 4

ستمبر، صفحہ 16)



ترقی پسند کسانوں اور ان کی نمائندہ تنظیموں نے زہریلے زرعی اسپرے کا فصلوں پر استعمال پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے سندھ اور پنجاب میں حالیہ واقعات کی تحقیق کا مطالبہ کیا ہے جس میں کسان مزدور اس طرح کے اسپرے کے دوران جانچ اور بیہوش ہو گئے تھے۔ اس سلسلے میں مقامی ہوٹل میں ہونے والے ایک ورکشاپ میں ایوان زراعت سندھ (SCA) کے نائب صدر نبی بخش سہتو نے کمپنیوں کے نمائندوں پر زور دیا کہ وہ اپنے فروخت کنندہ (ڈیلرز) کو کہیں کے وہ کسانوں کو آگاہ کریں کہ وہ چاول، گندم، سبزیوں اور پھلوں پر انتہائی مہلک زہر تھائیٹ (Thimet) استعمال نہ کریں۔ تھائیٹ گنا اور کپاس کی فصل کے لیے موزوں ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ چین نے یہ زرعی دوا تیار کی ہے لیکن کچھ ماحولیاتی خطرات کی وجہ سے چین میں تھائیٹ کے استعمال پر پابندی لگادی گئی۔ تاہم امریکہ میں یہ استعمال ہوتی ہے جہاں جدید مشینی تکنیک استعمال ہوتی ہے اور کسان کو زرعی زہر کو چھونے کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ انھوں نے مزید کہا کہ لودھراں میں چار کسانوں کی اموات اور بھٹور، سجاول، ٹھٹھہ اور ٹنڈو محمد خان میں زہریلے اسپرے سے کسانوں کے بیہوش ہونے کے واقعات پر انھوں نے ڈائریکٹر جنرل محکمہ زراعت، حیدرآباد کو خط لکھا ہے۔ (ڈان، 4 اکتوبر، صفحہ 17)

زرعی شعبہ کے شراکت داروں کی مشاورت سے نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی (NDU) کی پاکستان کے زرعی شعبہ پر تیار کردہ رپورٹ کے مطابق مشینی زراعت کے فروغ کے لیے سرمائے کی کمی، جدید زرعی تکنیک کا ناقص علم، زرعی قرضوں کی باضابطہ عدم فراہمی اور کٹائی کے بعد بازار کاری (مارکیٹنگ) کا فقدان ایک عام کسان کی ناکامی کی اہم وجوہات ہیں۔ رپورٹ میں 20 اہم فصلوں کی امدادی قیمت مقرر کرنے، ملکی زرعی پیداوار کے دو فیصد کے برابر زرعی تحقیقی بجٹ مختص کرنے، زرعی مداخل پر سے تمام محصولات کا خاتمہ، مقامی کسان آبادیوں کو پڑوسی ممالک کی پیداوار سے مسابقت کے لیے ایک جیسے مواقع فراہم کرنے جیسی سفارشات کی گئی ہیں۔ رپورٹ میں بے قابو بیج کے کاروبار پر تنقید کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ 850 نجی بیج کے تقسیم کاروں (ڈسٹری بیوٹرز) کی کوئی اخلاقیات نہیں ہے اور وہ صرف منافع کے لیے اس شعبہ میں جوڑ توڑ کر رہے ہیں۔ منڈی میں مختلف ناموں سے ملاوٹ شدہ بیجوں کی بھرمار ہے جو بیج کی آلودگی کا

سبب ہے۔ رپورٹ میں سہ ماہی سرکاری شراکت داری میں فصلوں کی ہائبرڈ اور جینیاتی اقسام متعارف کروانے اور مقامی اقسام کے تحفظ کی تجویز دی گئی ہے۔ (ڈان، 5 اکتوبر، صفحہ 10)

## بیج

SCA (ایس سی اے) لاڈکانہ ڈویژن کے صدر سراج الاولیاء راشدی نے کہا ہے کہ غیر معیاری اور پرانے بیجوں کی وجہ سے چاول کے کاشتکاروں کو پیداوار میں تقریباً 50 فیصد نقصان کا سامنا ہے۔ اس وقت دھان کی قیمت 700 روپے فی من ہے لیکن اس کے باوجود تاجر فصل خریدنے سے انکار کر رہے ہیں کیونکہ فصل مکمل طور پر خراب ہو چکی ہے اور اس میں چاول کے دانے نہیں ہیں۔ انھوں نے الزام عائد کیا ہے کہ غیر منظور شدہ پچھلے سال کا بچا ہوا بیج کسانوں کو فراہم کیا گیا ہے جو بڑے پیمانے پر نقصان کا سبب بنا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 13 اکتوبر، صفحہ 13)

وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ نے چینی کمپنی سائنو سندھ ریسورس لمیٹڈ (SSRL) پر زور دیا ہے کہ وہ تھرپاکر میں خشک سالی کے خلاف مدافعت رکھنے والی، کم پانی سے زیادہ پیداوار دینے والی بیج کی اقسام متعارف کروائیں جو صحرائی زراعت میں انقلاب میں معاون ہو اور کمپنیوں کی سماجی ذمہ داریوں (CSR) کے تحت خوشحالی کے ایک نئے دور کا آغاز ہو۔ SSRL (ایس ایس آر ایل) کے نائب صدر نے وزیر اعلیٰ سندھ کو یقین دہانی کروائی ہے کہ ان کی کمپنی چین کے زرعی ماہرین کو کمپنی میں شامل کرے گی اور تھر میں بیج تقسیم کرے گی۔ (ڈان، 22 اکتوبر، صفحہ 17)

وزیر زراعت پنجاب ملک نعمان احمد لنگریال نے پنجاب سیڈ کارپوریشن (PSC) کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے کہا ہے کہ (پی ایس سی) اس سال کسانوں کو گندم کے تصدیق شدہ بیجوں کے 200,000 تھیلے رعایتی قیمت پر فراہم کرے گا۔ گزشتہ مالی سال پی ایس سی نے مختلف بیجوں کی فروخت سے 29 ملین روپے سے زیادہ منافع کمایا تھا۔ وزیر زراعت کا مزید کہنا تھا کہ موجودہ حکومت کا

مقصد پنجاب کے کسانوں کا معیار زندگی بلند کرنا ہے جس کے لیے دن رات کوششیں جاری ہیں۔ (پرنس ریکارڈ، 8 نومبر، صفحہ 16)

رائس ریسرچ انسٹیٹیوٹ کلاشاہ کا کو نے باسمتی کی موجودہ اقسام کے مقابلہ میں فی ایکڑ 10 فیصد اضافی پیداوار اور 7.6 ملی میٹر اوسط لمبائی کی حامل ”سپر باسمتی 2019“ نامی چاول کی قسم تیار کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ رائس ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ بورڈ کے 14 ویں اجلاس میں ادارے کے ڈائریکٹر ڈاکٹر محمد صابر نے بتایا کہ ادارے کی جانب سے تیار کردہ باسمتی چاول کی دو نئی اقسام ”سپر باسمتی 2019“ اور ”باسمتی گولڈ“ کی منظوری بھی لے لی گئی ہے جبکہ تین مزید اقسام منظوری کے مراحل میں ہیں۔ (پرنس ریکارڈ، 23 دسمبر، صفحہ 3)

پی ایس سی نے اپنے 53 ویں اجلاس میں زیتون کی نو اقسام اور ایف ایچ - 444 نامی جینیاتی کپاس کی ایک قسم کی منظوری دیدی ہے۔ وزیر زراعت پنجاب ملک نعمان احمد ننگریال کی زیر صدارت اس اجلاس میں 25 نئی اقسام متعارف کروائی گئیں۔ وزیر زراعت کا کہنا ہے کہ پی ایس سی نے یہ اجلاس وزیراعظم کے زرعی ہنگامی پروگرام کی مناسبت سے منعقد کیا جس کا مقصد نئی اقسام متعارف کروانا ہے جو شدید موسمی حالات اور بیماریوں کے خلاف مضبوط مدافعت رکھتی ہوں۔ (پرنس ریکارڈ، 27 دسمبر، صفحہ 16)

#### ● ہابہرڈیج

سندھ آبادگار بورڈ (SAB) نے صوبے میں غیر تصدیق شدہ ہابہرڈیج، کرم کش زرعی زہر کی فروخت پر غم و غصہ کا اظہار کیا ہے جو بغیر اناج کی فصل کی صورت کسانوں کے لیے بھاری نقصان کا باعث بن رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے SAB (ایس اے بی) لاڈکانہ ڈویژن کے صدر عرفان خان جتوئی نے محکمہ زراعت سندھ کو اس صورتحال کا ذمہ دار قرار دیا ہے جو منڈی میں (بیج میں) ملاوٹ اور چاول کی مختلف ہابہرڈیج اقسام کی نگرانی میں ناکام ہو گیا ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ پاکستان نے تقریباً 10,077 ٹن ہابہرڈیج درآمد کیا تھا۔ زیادہ تر چین سے درآمد کیا گیا یہ بیج 1,200,000 سے 1,400,000 ایکڑ زمین

کاشت کرنے کے لیے کافی ہے۔ انھوں نے سوال اٹھایا کہ ”جب چاول کے ہائبرڈ بیج پر پنجاب میں پابندی ہے تو کس نے اسے سندھ میں فروخت کرنے کی اجازت دی؟“ (ڈان، 9 اکتوبر، صفحہ 17)

## • جینیاتی بیج

وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کی جانب سے قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی کو جینیاتی فصلوں کے حوالے سے ایک مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جب سے وزارت نے ان بیجوں کے استعمال کی مخالفت کی ہے، وزارت اور قائمہ کمیٹی میں ملک میں جینیاتی فصلوں کی کاشت متعارف کروانے پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ وزارت کا کہنا ہے کہ جینیاتی فصلوں میں انسانی زندگی کے لیے منفی طبی اور ماحولیاتی اثرات پائے جاتے ہیں۔ وزارت کے سیکریٹری محمد ہاشم پوپلزئی نے کمیٹی ارکان کو بتایا کہ جینیاتی فصلوں کی آزمائش پر بائیوسیفٹی کمیٹی نے پابندی عائد کی ہوئی ہے جبکہ وزارت تجارت نے بھی جینیاتی ٹیکنالوجی کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے ملکی برآمدات متاثر ہوں گی۔ وزارت صحت جینیاتی ٹیکنالوجی کی اس بنیاد پر مخالفت کرتی ہے کہ اس سے عوامی صحت متاثر ہوگی جبکہ وزارت موسمی تبدیلی کا موقف ہے کہ جینیاتی فصلوں کے ماحولیاتی اثرات ہوں گے۔ کمیٹی کے سربراہ راء محمد خان اجمل اور ارکان کا کہنا تھا کہ وہ جینیاتی ٹیکنالوجی کی مخالفت کرنے والی وزارتوں کو قائل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس پر سیکریٹری زراعت نے آگاہ کیا کہ وزارت کپاس کی فصل کے لیے جینیاتی ٹیکنالوجی متعارف کروانے کے لیے تیار ہے تاہم وہ مکئی کے لیے جینیاتی بیج کی حمایت نہیں کرے گی۔ (ڈان، 18 اکتوبر، صفحہ 10)

مکئی:

ایک خبر کے مطابق قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے قومی غذائی تحفظ و تحقیق کو جینیاتی فصلوں کے فروغ کے لیے کام کرنے والی لابی ملک میں جینیاتی مکئی کے فوائد اجاگر کرنے کے لیے استعمال کر رہی ہے جس کی کاشت پر پاکستان میں اس وقت پابندی ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ قائمہ کمیٹی کے ساتویں اجلاس کے ایجنڈے میں پاکستان میں جینیاتی بیج کے تعارف پر بحث بھی شامل ہے جس پر کراپ لائف پاکستان کی

جانب سے جینیاتی مکئی اور کپاس پر پیش کیا جانے والا مختصر جائزہ بھی شامل تھا۔ کراپ لائف پاکستان بین الاقوامی بیج کمپنیوں کا ایک مشترکہ پلیٹ فارم ہے۔ قائمہ کمیٹی کے کئی ارکان پہلے ہی ملک میں جینیاتی مکئی متعارف کروانے پر اپنے تحفظات کا اظہار کر چکے ہیں۔ موجودہ حکومت نے اس سال کے آغاز پر اس معاملے پر بحث کے بعد فیصلہ کیا تھا کہ ملک میں جینیاتی مکئی کی کاشت کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ غذائی فصلوں میں جینیاتی ٹیکنالوجی استعمال نہ کرنے کی واضح پالیسی کے باوجود جینیاتی مکئی کے نام نہاد فوائد پر کمیٹی میں ہونے والی بات چیت پر ارکان نے حیرانگی کا اظہار کیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 17 اکتوبر، صفحہ 20)

## کھاد

ایک خبر کے مطابق حکومت کی جانب سے گیس انفراسٹرکچر ڈیولپمنٹ سیس (GIDC) آرڈیننس واپس لینے کے فیصلے پر کھاد کی صنعت یوریا کی قیمت میں فی بوری 200 روپے اضافے کی تیاری کر رہی ہے۔ تاہم یہ ابھی واضح نہیں کہ یہ اضافہ کب کیا جائے گا۔ اس وقت صنعت کار ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں کہ کوئی قیمت بڑھانے میں پہل کرے اور وہ بھی قیمت میں اضافہ کریں۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 8 ستمبر، صفحہ 13)

حکومت کی جانب سے GIDC (جی آئی ڈی سی) آرڈیننس 2019 واپس لینے کی وجہ سے کھاد کمپنیوں نے حال ہی میں کیا گیا 200 روپے فی بوری یوریا کی قیمت میں اضافہ واپس لینے سے انکار کر دیا ہے۔ دونوں فریقین کے اپنے موقف پر ڈٹے رہنے کی وجہ سے وزیراعظم کے مشیر برائے تجارت، نیکسٹل، صنعت و پیداوار عبدالرزاق داؤد اور کھاد کمپنیوں کے نمائندگان کے مابین بات چیت بے نتیجہ ختم ہو گئی ہے۔ حکومت کی طرف سے آرڈیننس واپس لینے کے بعد کھاد کی مقامی صنعت نے یوریا کی قیمت میں فی بوری 200 روپے اضافہ کر کے قیمت 2,210 روپے کردی تھی۔ (بزنس ریکارڈر، 19 ستمبر، صفحہ 20)

آئل اینڈ گیس ریگولیٹری اتھارٹی (OGRA) نے گیس کی قیمت میں 214 فیصد اضافے کی سمری منظوری

کے لیے وفاقی حکومت کو بھیجی ہے۔ گیس کی قیمت میں اس مجوزہ اضافے سے یوریا کی قیمت میں 600 سے 700 روپے فی بوری اضافہ ہو سکتا ہے۔ منظوری کی صورت میں یہ اضافہ جنوری، 2020 سے نافذ ہوگا۔ قیمت میں اضافے سے کیمیائی کھاد بنانے والے کارخانوں کے لیے گیس کی قیمت میں 136 فیصد اضافہ ہوگا۔ اگر وزیراعظم نے قیمت میں اضافے کی سفارش منظور کی تو یوریا کی قیمت میں 730 روپے فی بوری اضافہ ہوگا۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 19 دسمبر، صفحہ 13)

حکومت کسانوں کو براہ راست زرتلائی فراہم کرنے اور اضافی آمدنی کے حصول کے لیے مقامی منڈی میں کھاد کی قیمت کو بین الاقوامی منڈی کے برابر لانے کے ایک منصوبہ پر کام کر رہی ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ کھاد کی قیمتوں پر مذاکرات کرنے کے لیے تشکیل دی گئی وزراء کی ایک کمیٹی نے مقامی کھاد کی صنعت سے ایک تجویز پر بات چیت کی ہے۔ کمیٹی ارکان نے کھاد کی قیمت بین الاقوامی منڈی کے برابر لانے کے لیے کھاد کی صنعت کے لیے گیس کی قیمت عالمی منڈی میں گیس کی قیمت کے برابر لانے کی سفارش کی ہے۔ وزراء کمیٹی میں وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق خسرو بختیار کے ہمراہ وزیر منصوبہ بندی ترقی اسد عمر بھی شامل تھے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 27 دسمبر، صفحہ 20)

## زرعی قرضے

گزشتہ مالی سال زرعی شعبہ کو ایک ٹریلین روپے کے قرضہ جات کی فراہمی کا ہدف حاصل کرنے کے بعد اسٹیٹ بینک نے اگلے مالی سال (2019-20) کے لیے 1.35 ٹریلین روپے کا ہدف مقرر کیا ہے۔ گورنر اسٹیٹ بینک رضا باقر کا کہنا ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار زرعی شعبہ کے لیے قرض کی فراہمی ایک ٹریلین روپے سے تجاوز کر گئی ہے۔ (ڈان، 20 نومبر، صفحہ 10)

سینئر عثمان کاکڑ کی زیر صدارت سینیٹ کی کمیٹی برائے پسماندہ علاقہ جات نے سرکاری شعبہ ونجی بینکوں خصوصاً زرعی ترقیاتی بینک لمیٹڈ کو کہا ہے کہ وہ پسماندہ علاقوں کے کسانوں کو پیداوار میں اضافے اور انہیں

ترقی یافتہ علاقوں کے کسانوں کے برابر لانے کے لیے مزید قرضہ فراہم کریں۔ حکام نے کمیٹی ارکان کو بینکوں کی جانب سے دیے گئے قرض، اس کی وصولی، معاف کیے گئے قرض اور واجب الادا قرض سے متعلق معلومات فراہم کیں۔ حکام نے تفصیلات فراہم کرتے ہوئے بتایا کہ زرعی ترقیاتی بینک نے 2019 میں پنجاب کے چار اضلاع لیہ، لودھراں، راجن پور اور مظفر گڑھ میں پسماندہ علاقوں کے 33,461 کسانوں کو 6.166 بلین روپے کے قرضہ جات فراہم کیے ہیں اور سندھ کے نو اضلاع میں 7,144 کسانوں کو 2.11 بلین روپے کے قرضہ جات فراہم کیے۔ ان اضلاع میں بدین، دادو، جیکب آباد، قمبر شہدادکوٹ، کشمور، ساگھڑ، تھرپارکر اور عمرکوٹ شامل ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 25 دسمبر، صفحہ 19)

### III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء

اگیری فورم پاکستان (AFP) کے سربراہ محمد ابراہیم مغل نے حکومت سے مختلف فصلوں کی کم سے کم امدادی قیمت پر نظر ثانی کرنے اور ان کی نئی قیمت زرعی مداخل کی قیمتوں میں اضافے کے حساب سے مقرر کرنے پر زور دیا ہے۔ انھوں نے دعویٰ کیا کہ ڈالر کے مقابلہ میں روپے کی قدر میں کمی کے بعد کیمیائی کھاد، کیڑے مار زہر، ڈیزل وغیرہ کی قیمتوں میں کمپنیوں نے 30 سے 60 فیصد اضافہ کر دیا ہے۔ اس صورتحال میں فصلوں کی پیداواری لاگت کا دوبارہ جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ گندم کی امدادی قیمت 1,500 روپے فی من، کپاس 5,000 روپے فی من، گنا 350 روپے فی من، موٹا چاول 1,600 روپے فی من، باسنتی چاول 3,200 روپے فی من، مکئی 1,450 روپے فی من، سورج مکھی 4,000 روپے فی من اور کنولا کی امدادی قیمت 4,200 روپے فی من مقرر ہونی چاہیے۔ ابراہیم مغل نے مزید کہا کہ اگر حکومت نے زرعی پیداوار کی قیمت میں اضافہ نہیں کیا تو دالیں، خردنی تیل، پھل و سبزی کا درآمدی بل جو اس وقت 600 بلین روپے سالانہ ہے 1,000 بلین روپے سالانہ تک پہنچ سکتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 19 ستمبر، صفحہ 5)

کاشتکاروں کی تنظیم فارمرز بیورو آف پاکستان (FBP) نے حکومت پر زور دیا ہے کہ زرعی شعبے کو خراب موسم سے محفوظ رکھنے کے لیے ملک میں زرعی اور موسمی ہنگامی حالت نافذ کی جائے۔ موسمی تبدیلیوں، گرمی کی لہر

اور زرعی شعبہ میں جدید ٹیکنالوجی کے فقدان کی وجہ سے کپاس، چاول اور مکئی کی فصلیں تقریباً برباد ہو چکی ہیں۔ تنظیم کے بانی رکن ڈاکٹر ظفر حیات اور دیگر کا کہنا ہے کہ ”ہمیں چاول اور مکئی کی پیداوار میں 40 فیصد نقصان کا سامنا ہو سکتا ہے جبکہ کپاس کی پیداوار میں بھی یہی صورتحال ہو سکتی ہے“۔ انھوں نے نشاندہی کی ہے کہ مکئی کی فصل جنوبی پنجاب کے لیے موزوں نہیں ہے لیکن کپاس کی بہتر پیداوار نہ ہونے کی وجہ سے یہاں کے کسان مکئی اور چاول کی کاشت کی طرف توجہ دے رہے ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ اربوں روپے کے زرعی زہر درآمد اور فروخت ہو رہے ہیں لیکن وہ فصلوں کو لگنے والے بیماریوں اور کیڑے مکوڑوں کے خلاف مدافعت نہیں رکھتے بجائے اس کے یہ زہر انسانوں میں بیماریوں اور پانی میں آلودگی کی وجہ بن رہے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 4 اکتوبر، صفحہ 20)

وفاقی وزیر برائے قومی غذائی تحفظ و تحقیق صاحبزادہ محبوب سلطان کی زیر صدارت وفاقی زرعی کمیٹی (FCA) کے اجلاس میں ربیع 2019-20 کے لیے 9.2 ملین ہیکٹر رقبے پر 27 ملین ٹن گندم کا پیداواری ہدف مقرر کیا گیا ہے۔ اجلاس میں گندم کے علاوہ ربیع کے موسم کی دیگر فصلوں کا بھی پیداواری ہدف مقرر کیا گیا۔ چنا 1,012,000 ہیکٹر پر 603,000 ٹن، دالیں 18,300 ہیکٹر پر 10,700 ٹن، آلو 196,300 ہیکٹر پر 4,816,000 ٹن، پیاز 155,000 ہیکٹر پر 2,192,000 ٹن اور ٹماٹر کا پیداواری ہدف 45,600 ہیکٹر زمین پر 545,000 ٹن مقرر کیا گیا ہے۔ کمیٹی نے خریف 2019-20 کی گنا، چاول، مکئی، مریچ اور مونگ کی فصلوں کا بھی جائزہ لیا۔ حکام کے مطابق 1,060,000 ہیکٹر رقبے پر 64.77 ملین ٹن گنے کی پیداوار متوقع ہے جو گزشتہ سال کے مقابلے 3.58 فیصد کم ہے۔ چاول کی 3,036,000 ہیکٹر رقبے پر 7.7 ملین ٹن پیداوار کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ چاول کے زیر کاشت رقبے اور اس کی پیداوار میں ہدف کے مقابلے بلترتیب 5.5 فیصد اور 3.6 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ چاول کے زیر کاشت رقبے میں اضافے کی وجہ مقامی منڈی میں چاول کی بلند قیمت اور رعایتی قیمت پر مدخل کی دستیابی ہے۔ اسی طرح 1,386,460 ہیکٹر رقبے پر 6.9 ملین ٹن مکئی کی پیداوار کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ مکئی کے زیر کاشت رقبے اور اس کی پیداوار میں ہدف کے مقابلے بلترتیب 4.95 اور 10.05 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اجلاس میں زرعی مدخل جیسے کھاد، پانی،



بیج، کیمیائی اسپرے کی قیمتوں کا بھی جائزہ لیا گیا۔ (بزنس ریکارڈر، 11 اکتوبر، صفحہ 1)

پاکستان کسان اتحاد (PKI) نے الزام عائد کیا ہے کہ وزیر زراعت پنجاب نعمان احمد لنگریال کی سربراہی میں محکمہ زراعت کی ناقص کارکردگی کی وجہ سے صوبہ پنجاب میں کپاس، گندم، مکئی، اور چاول سمیت تمام اہم فصلوں کے پیداواری اہداف حاصل نہیں ہوئے۔ PKI (پی کے آئی) کے صدر خالد کھوکھر کی جانب سے وزیراعظم عمران خان کو لکھے گئے ایک خط میں ان کا کہنا تھا کہ اپنے ہدف 10.4 بلین گانٹھوں کے مقابلے 5.5 بلین گانٹھیں کپاس کی پیداوار ہوئی ہے۔ پانچ بلین گانٹھوں میں کمی کا مطلب ہے پانچ بلین ڈالر کا نقصان۔ محکمہ کی ناقص منصوبہ بندی کی وجہ سے آلو کے کسانوں کو بھی بھاری نقصان ہوا ہے۔ کسانوں نے اپنی فصل تین روپے فی کلو فروخت کی جو اس کی پیداواری لاگت سے بھی کہیں کم ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ صوبائی وزیر نے اپنے عزیز احمد یوسف لنگریال کو پی ایس سی کے بورڈ کا ڈائریکٹر تعینات کیا جنہوں نے گندم کے بیج کے تھیلے کی قیمت 2,800 روپے کردی ہے جس سے پیداواری لاگت میں اضافے کے شکار کسانوں پر مزید بوجھ بڑھے گا۔ (بزنس ریکارڈر، 18 اکتوبر، صفحہ 3)

ایس سی اے نے صوبائی حکومت کو خبردار کیا ہے کہ وہ اگلے سال گندم اور آٹے کی قلت سے تحفظ کے لیے اس موسم میں گندم کی شفاف خریداری کو یقینی بنائے۔ ایس سی اے کے نومنتخب صدر میران محمد شاہ کا کہنا ہے کہ اگر حکومت نے ابھی درست اقدامات نہیں کیے تو اگلے سال کوئی خوراک کے بحران کو روک نہیں سکے گا۔ انھوں نے مزید مطالبہ کیا کہ سندھ کے کسانوں کے تحفظ کے لیے ٹائمر کی درآمد پر پابندی عائد کی جائے کیونکہ سندھ کے ٹائمر 25 نومبر سے منڈی میں آنا شروع ہو جائیں گے۔ اگر ٹائمر کی درآمد نہیں روکی گئی تو کسانوں کو بہت زیادہ نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔ گنے کی فصل کٹائی کے لیے تیار ہے لیکن شوگر مل مالکان کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے گنے کی قیمت اور اس کی کرشنگ کی تاریخ اب تک مقرر نہیں کی گئی ہے۔ کسانوں کو خدشہ ہے کہ سندھ حکومت گنے کی قیمت 192 روپے فی من مقرر کرے گی جیسے کہ پنجاب حکومت نے 190 روپے فی من مقرر کی ہے، لیکن ایس سی اے اس سال 250 روپے فی من سے کم کوئی

قیمت قبول نہیں کرے گا۔ (ڈان، 18 نومبر، صفحہ 15)

ایک خبر کے مطابق سال 2019-20 میں گنے کی پیداوار 67.17 ملین ٹن سے 3.8 فیصد کم ہو کر 64.77 ملین ٹن ہو گئی ہے۔ ذرائع کے مطابق 2019-20 میں گنے کا کل زیر کاشت رقبہ 1.06 ملین ہیکٹر ہے جو گزشتہ سال 1.1 ملین ہیکٹر تھا۔ تاہم اس کمی کے نتیجے میں کپاس کے زیر کاشت رقبے میں اضافہ نہیں ہوا۔ پاکستان گزشتہ کئی سالوں سے ہر سال پانچ بلین ڈالر مالیت کی اوسطاً چار ملین کپاس کی گانٹھیں درآمد کر رہا ہے۔ حکومت نے کپاس کے شعبے کو وزیر اعظم کے 309 بلین روپے کے زرعی ہنگامی پروگرام میں شامل نہیں کیا ہے جس کا مجموعی قومی پیداوار میں 0.8 فیصد حصہ ہے۔ اس منصوبے کے تحت گنے کے پیداواری شعبہ میں 3.9 بلین روپے خرچ ہوں گے۔ گنے کے زیر کاشت رقبے اور پیداوار میں کمی کی بنیادی وجہ چاول اور مکئی کے زیر کاشت رقبے اور پیداوار میں اضافہ ہے۔ اس سال 3,036,000 ہیکٹر پر چاول کاشت کیا گیا ہے جو گزشتہ سال کے مقابلے 8.05 فیصد زیادہ ہے۔ اسی سال 1,386,460 ہیکٹر رقبے پر 6.93 ملین ٹن مکئی کاشت کیا گیا۔ مکئی کی پیداوار میں ہونے والا یہ اضافہ 1.53 فیصد ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 19 نومبر، صفحہ 2)

ایک خبر کے مطابق پنجاب حکومت کسانوں کے عظیم تر مفاد میں گندم اور گنے کی امدادی قیمت میں اضافہ کر رہی ہے۔ گندم کی قیمت 1,365 روپے فی من مقرر کی گئی ہے جبکہ گنے کی نئی قیمت 190 روپے فی من ہوگی۔ وزیر تجارت و صنعت پنجاب میاں اسلم اقبال، وزیر زراعت ملک نعمان احمد لنگریال اور وزیر خوراک پنجاب سمیع اللہ چوہدری نے ایک مشترکہ پریس کانفرنس میں دعویٰ کیا ہے کہ کسانوں کو امدادی قیمت میں اضافے سے 40 ملین روپے سے زیادہ کا فائدہ ہوگا۔ وزیر زراعت کا کہنا تھا کہ گزشتہ پانچ سالوں سے گندم اور گنے کی قیمت میں اضافہ نہیں کیا گیا تھا۔ گنا اور گندم کی پیداواری لاگت میں اضافے اور کسانوں کی مشکلات کو دیکھتے ہوئے موجودہ حکومت نے امدادی قیمت میں اضافے کا فیصلہ کیا۔ (بزنس ریکارڈر، 30 نومبر، صفحہ 5)

ایک مضمون کے مطابق اس سال سندھ میں گنے کی کٹائی میں تاخیر کی وجہ سے گندم کی بوائی میں تاخیر کا امکان ہے۔ گنے کی کٹائی اکتوبر تا نومبر ہوتی ہے لیکن کئی وجوہات کی وجہ سے اس سال بھی یہ تاخیر کا شکار ہے۔ تقریباً 800,000 ایکڑ رقبے پر گنا کاشت کیا گیا ہے جس پر کٹائی کے بعد گندم کی بوائی ہوتی ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صوبہ سندھ سال 2014-15 سے چار ملین ٹن گندم کا پیداواری ہدف حاصل کرنے سے قاصر ہے۔ ماہ نومبر گزر چکا ہے اور سندھ حکومت نے اب تک گنے کی قیمت اور کرشنگ کی تاریخ کا اعلامیہ جاری نہیں کیا ہے۔ گنے کی کٹائی میں تاخیر کے نتیجے میں گندم کی فصل کے لیے دستیاب پانی بھی گنے کی فصل میں استعمال ہوتا ہے جسے بہت زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ صوبہ سندھ گزشتہ پانچ سالوں سے گندم کی پیداوار کا ہدف حاصل کرنے میں ناکام ہے اور گزشتہ موسم میں ژالہ باری کی وجہ سے پیداواری ہدف حاصل نہیں ہو سکا جس نے گندم کی شاندار فصل کو بری طرح متاثر کیا۔ حکومت نے اس سال 1,350 روپے فی من گندم کی امدادی قیمت کا اعلان کیا ہے۔ تاہم کسان اس سرکاری قیمت سے خوش نہیں ہیں اور بلند پیداواری لاگت کی وجہ سے اس قیمت کو غیر منصفانہ قرار دیتے ہیں۔ گندم کے ایک کاشتکار سید ندیم شاہ کا کہنا ہے کہ مداخلت بشمول کیسائی کھاد، بجلی، بیج اور زرعی زہر کی موجودہ لاگت کے ساتھ گندم کی امدادی قیمت 1,500 روپے فی من مقرر ہونی چاہیے تھی۔ حکومت کو مستقل مسائل جیسے کہ چاول کی فصل سے (اس میں موجود نمی کی بنیاد پر کی جانے والی) ناجائز کٹوتی، کپاس کی فی ایکڑ کم پیداوار، بروقت کرشنگ اور گندم کی مناسب قیمت جیسے مسائل کو حل کرنے کے لیے ہر سطح پر زرعی شعبہ کو ایک طریقہ کار کے ماتحت لانا ہوگا کیونکہ یہ تمام عوامل آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ (محمد حسین خان، ڈان، 2 دسمبر، صفحہ 2، بزنس اینڈ فنانس)

ایک خبر کے مطابق مالی سال 2019-20 میں زرعی بڑھوتری کا مقرر کردہ ہدف 3.5 فیصد کا حاصل نہ ہونے کا خدشہ ہے کیونکہ اہم فصلوں بشمول کپاس، گنا اور گندم کی بوائی کا ہدف حاصل نہیں کیا جاسکا ہے۔ وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کے افسر کے مطابق اہم فصلوں کی بوائی کا ہدف حاصل نہ ہونے کی وجہ پانی کی کمی، زیر کاشت رقبے میں کمی، موسمی اثرات، بڑھتی ہوئی پیداواری لاگت ہے جو مجموعی پیداوار پر اثر

انداز ہوگی۔ ملک میں کپاس کی بوائی ہدف سے چھ فیصد کم ہوئی۔ اسی طرح گنے کی کاشت بھی سال 2019-20 میں 3.8 فیصد کم ہو کر 67.17 ملین ٹن سے 64.77 ملین ٹن ہو گئی ہے۔ FCA (ایف سی اے) نے سال 2019-20 میں 9.2 ملین ہیکٹر رقبے پر 27.03 ملین ٹن گندم کی پیداوار کا ہدف مقرر کیا تھا۔ صوبائی حکومتوں کی فراہم کردہ اطلاعات کے مطابق 90 فیصد گندم کی بوائی ہو چکی ہے۔ سال 2019-20 میں کمئی 1.386 ملین ہیکٹر رقبے پر کاشت کیا گیا جس سے 6.93 ملین ٹن پیداوار ہوئی۔ کمئی کی پیداوار میں اضافے کی شرح 1.53 فیصد ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 30 دسمبر، صفحہ 1)

### ● ٹڈی دل حملہ

تعلقہ ٹھہر پارکر اور اسلام کوٹ، تھر پارکر کے کچھ دیہات میں ٹڈی دل کا حملہ جاری ہے۔ مقامی افراد کا کہنا ہے کہ ٹڈی دل اب تک علاقے میں موجود ہیں جو کسانوں کو ان کی فصلوں، چارا اور جھاڑیوں کو ہرے پتوں سے محروم کر رہے ہیں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ سرکاری اہلکاروں نے علاقے میں کیڑے مار دوا کا چھڑکاؤ کیا تھا، تاہم مسلسل بارشوں کی وجہ سے وہ غیر موثر ثابت ہوا ہے۔ مقامی کسانوں نے ٹڈی دل کے خاتمے کے لیے ضروری مشینری کے ساتھ عملہ بھیجنے کا مطالبہ کیا ہے۔ وزیر زراعت سندھ اسماعیل راہوکا کہنا ہے کہ وہ تھر پارکر میں مصروف عملے کو متاثرہ علاقہ کا دورہ کرنے کے لیے پہلے ہی ہدایات دے چکے ہیں۔ (ڈان، 5 ستمبر، صفحہ 17)

تعلقہ چھا چھرو، ضلع تھر پارکر، سندھ کے کچھ علاقوں میں کاشتکاروں نے ٹڈیوں کے دوبارہ ظاہر ہونے کی اطلاع دی ہے جنہوں نے کھیتوں، جھاڑیوں اور درختوں کی ہری پتیوں اور ڈنڈیوں کو کھانا شروع کر دیا ہے۔ مقامی افراد نے ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے متعلقہ حکام سے متاثرہ علاقوں میں عملہ بھیج کر چھڑکاؤ کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ وزیر زراعت سندھ اسماعیل راہوکا اس حوالے سے کہنا ہے کہ انہوں نے تھر پارکر کی ضلعی انتظامیہ کو پہلے ہی ہدایت کر دی ہے کہ وہ چھڑکاؤ کرنے کے لیے تیزی سے کام کریں تاکہ پودوں کو ہونے والے نقصان سے بچایا جاسکے۔ (ڈان، 27 ستمبر، صفحہ 17)

وزیر زراعت سندھ اسماعیل راہو نے کہا ہے کہ مسلسل بارشوں کی وجہ سے انھیں تھر میں ٹڈی دل کے خاتمے میں مشکلات پیش آرہی ہیں۔ تاہم وہ تھر پارکر اور صوبہ کے دیگر حصوں میں ٹڈی دل کے خاتمے کے لیے بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ اب تک 24,000 ایکڑ سے زیادہ رقبے پر چھڑکاؤ کیا جا چکا ہے اور جب تک ٹڈی دل کے بڑھنے کا خطرہ موجود ہے چھڑکاؤ جاری رہے گا۔ (ڈان، 28 ستمبر، صفحہ 17)

وزیر اعلیٰ پنجاب سردار عثمان بزدار نے بہاولپور اور مظفر گڑھ میں ٹڈی دل کے حملوں کا نوٹس لے لیا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے متعلقہ حکام کو فصلوں کو حملے سے بچانے کے لیے تمام ممکنہ اقدامات اٹھانے کی ہدایت کی ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ ٹڈی دل سے نمٹنے کے لیے فضائی چھڑکاؤ پر بھی خصوصی توجہ دی جائے اور یومیہ بنیادوں پر ٹڈی دل کے حملے کی نگرانی کی جائے۔ (دی نیوز، 3 نومبر، صفحہ 5)

ضلع لاڑکانہ کے مختلف علاقوں میں ٹڈی دل کے حملہ سے امرود کے باغ، حال ہی میں کاشت کیا جانا والا گندم اور دھان کی کچھ اقسام کو نقصان پہنچا ہے۔ ایس سی اے کے ضلعی صدر سراج الاولیاء کا کہنا ہے کہ ٹڈی دل آغانی، چھوہو پور، پارو جو ڈیرو اور دیگر علاقوں میں امرود کے باغوں کو کھا رہے ہیں وہ بھی ایسے وقت میں جب فصل تیار ہونے والی ہے۔ ٹڈی دلوں نے چارے کے علاوہ موسمی سبزیوں خصوصاً ٹماٹر اور بھنڈی کی فصل بھی ہڑپ کر لی ہے۔ (ڈان، 20 نومبر، صفحہ 17)

سیکرٹری وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق ہاشم پوپلزئی نے قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی کو آگاہ کیا ہے کہ سندھ اور بلوچستان میں ٹڈی دل پر قابو پانے کے لیے 500 ملین روپے مختص کیے گئے ہیں۔ اس مقصد کے لیے 100,000 ٹن کرم کش زہر (پیسٹی سائیڈ) درآمد کیا جائے گا۔ اس زہر کے چھڑکاؤ کے لیے ہوائی جہاز استعمال کیے جا رہے ہیں۔ انھوں نے مزید بتایا کہ ٹڈی دل نے متاثرہ علاقوں میں اٹلے دیے ہیں اور توقع ہے کہ ان کا لاروا اگلے دو سے تین سالوں تک وہیں موجود رہے گا۔ (ڈان، 22 نومبر، صفحہ 14)

وفاقی حکومت کے جانب دار رویے پر تنقید کرتے ہوئے وزیر زراعت سندھ اسماعیل راہو نے سندھ اسمبلی کو بتایا ہے کہ وفاق ٹڈی دل سے نمٹنے کے لیے صوبائی حکومت کی مدد نہیں کر رہا ہے۔ حالانکہ وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کے ماتحت محکمہ تحفظ نباتات (DPP) اس مسئلہ سے نمٹنے کا ذمہ دار ادارہ ہے، تاہم اس کے باوجود وفاق حکومت صوبے کی مدد نہیں کر رہی ہے۔ محکمہ کے پاس ٹڈی دل پر قابو پانے کے لیے 20 ہوائی جہاز ہیں جن میں سے صرف تین فعال ہیں۔ ان تین جہازوں میں سے دو پنجاب میں ٹڈی دل کے حملے سے پیشگی بچاؤ کے لیے تیار رکھے گئے ہیں جہاں اب تک ٹڈی دل پھیلنے بھی نہیں ہیں۔ کئی بار درخواستوں کے بعد ایک جہاز سندھ بھیجا گیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وفاق کا سندھ اور پنجاب کے لیے دہرا معیار ہے۔ اس ایک جہاز نے نارو، تھر پارکر اور صالح پٹ، سکھر میں صرف 6,000 ایکڑ پر چھڑکاؤ کیا جبکہ کئی ملین ایکڑ رقبہ پر چھڑکاؤ ابھی باقی ہے۔ وفاقی حکومت کو تینوں فعال ہوائی جہاز سندھ بھیجنے چاہیے تاکہ زیادہ تر صحرائی علاقے میں چھڑکاؤ کیا جاسکے۔ (ڈان، 23 نومبر، صفحہ 15)

نصیر آباد، بلوچستان کے کئی علاقوں میں ٹڈی دل نے حملہ کر دیا ہے جس سے کئی فصلوں کو خطرہ ہے۔ ادارہ ترقیات بلوچستان (BDA) کے پارلیمانی سیکریٹری میر سکندر خان عمرانی نے صوبائی وزیر زراعت زرک خان پیرائڑی سے ہنگامی بنیادوں پر فصلوں کو بچانے کے لیے اقدامات پر بات چیت کی ہے جس کے بعد وزیر زراعت نے محکمہ زراعت کے ڈائریکٹر جنرل کو متاثرہ علاقوں میں بلا تاخیر عملہ بھیجنے کی ہدایت کر دی ہے۔ سکندر خان عمرانی نے مزید کہا ہے کہ نصیر آباد صوبہ کا زرعی مرکز ہے جہاں زیادہ تر آبادی زراعت سے وابستہ ہے۔ نصیر آباد کے علاقوں میں ٹڈی دل کے حملے سے نمائے، سبزیوں، سرسوں اور دیگر فصلیں متاثر ہوئی ہیں۔ انھوں نے یقین دہانی کروائی ہے کہ اگر ضرورت پڑی تو یہی کاپٹر کے ذریعے کیڑے مار زہر کا چھڑکاؤ کیا جائے گا۔ (ڈان، 24 نومبر، صفحہ 5)

لاڑکانہ سے 12 کلومیٹر دور آغانی گاؤں اور اس سے ملحقہ علاقوں میں امرود کے باغ 10 دنوں بعد ایک بار پھر ٹڈی دل کے حملے کی لپیٹ میں آ گئے ہیں۔ مقامی زمیندار فرید آغانی اور دیگر کاشتکاروں کا کہنا ہے

کہ ٹڈی دل علاقے میں تیزی سے پھیل رہے ہیں۔ علاقے میں گندم کی فصل اپنے ابتدائی مراحل میں تھی جسے ٹڈی دل نے شدید متاثر کیا ہے۔ کاشتکاروں کا کہنا تھا کہ اس دفعہ موسمی تبدیلی نے امرود کی تیاری میں تاخیر میں اہم کردار ادا کیا، پھر اس پر ٹڈی دل کے حملے سے امرود کے کاشتکاروں اور ٹھیکیداروں کو بھاری نقصان ہوگا۔ ٹڈی دل کے حملے نے علاقے میں کھجور کے درختوں کو بھی نقصان پہنچایا ہے۔ (ڈان، 29 نومبر، صفحہ 17)

ٹڈی دل کے حملہ سے پیدا ہونے والی صورتحال پر ہونے والے اجلاس میں وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ نے سندھ کے متاثرہ علاقوں میں کیڑے مار زہر کے چھڑکاؤ کے لیے وفاق کے زیر انتظام DPP (ڈی پی پی) کو 10 ملین روپے جاری کرنے کا حکم دیا ہے۔ محکمہ اس رقم سے تین ہوائی جہاز، ایندھن اور کیڑے مار زہر کا بندوبست کرے گا۔ اجلاس میں بتایا گیا کہ ٹڈی دل کے حملے سے 11 اضلاع میں کھڑی فصلوں کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے چیف سیکریٹری سندھ کو ہدایت کی ہے کہ وہ ٹڈی دل کے خلاف اقدامات کی نگرانی کرتے رہیں اور ضلعی انتظامیہ، ڈی پی پی اور محکمہ زراعت سندھ سے رابطہ رکھیں۔ (ڈان، 3 دسمبر، صفحہ 17)

سندھ آباد گار اتحاد (SAI) نے حکومت سندھ سے مطالبہ کیا ہے کہ صوبہ میں ٹڈی دل سے متاثرہ تمام علاقوں کو آفت زدہ قرار دیا جائے اور ٹڈی دل کے حملے کا خطرہ ختم ہونے تک کھیتوں کو زمینی محصول سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ SAI (ایس اے آئی) کا کہنا ہے کہ وفاقی و سندھ حکومت اس آفت کے سامنے مکمل طور پر بے بس نظر آتی ہیں جس سے اب تک کئی اضلاع میں بڑے پیمانے پر زیر کاشت زمین کو نقصان ہوا ہے۔ ایس اے آئی کے صدر نواب زبیر تالپور کے مطابق حکومت سندھ بہانے تراش رہی ہے کہ اس کے پاس ٹڈی دل سے نمٹنے کے لیے صلاحیت اور سرمائے کی کمی ہے۔ کسان اربوں روپے کا نقصان برداشت کر رہے ہیں۔ انھوں نے وفاقی اور صوبائی حکومتوں سے ٹڈی دل سے نمٹنے کے لیے جنگی بنیادوں پر اقدامات کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ (ڈان، 6 دسمبر، صفحہ 17)

تھرپارکر، میرپورخاص اور بدین اضلاع میں ایک بار پھر منڈی دل نے کھیتوں، درختوں اور سبزے پر حملہ کر دیا ہے۔ منڈی دلوں نے مٹھی، ڈیلو اور کالوئی تعلقوں کے بڑے علاقے پر حملہ کیا ہے۔ کسان بے یار و مددگار درختوں اور کھڑی فصلوں کو برباد ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ منڈی دل جھاڑیاں اور گھاس بھی کھا رہے ہیں جو مویشیوں کے چارے کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ ضلع بدین میں مقامی لوگوں نے صحافیوں کو بتایا ہے کہ منڈی دل نے ٹنڈو باگو، پنڈر پو، کھوسکی، مکانی شریف اور ضلع کے دیگر علاقوں میں کھڑی فصلوں کو نشانہ بنایا ہے۔ (ڈان، 28 دسمبر، صفحہ 15)

## غذائی فصلیں

### • گندم

وفاقی حکومت نے مقامی منڈی میں قیمت قابو میں رکھنے کے لیے فوری طور پر گندم اور آٹے کی برآمد پر پابندی عائد کر دی ہے۔ کامرس ڈویژن نے 11 ستمبر، 2019 کو برآمدی پالیسی (ایکسپورٹ پالیسی آرڈر 2016) میں ترمیم کر کے گندم اور آٹے کی برآمد پر پابندی عائد کی تھی۔ اس سے پہلے وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق نے بھی اس حوالے سے ایک اعلامیہ جاری کر کے تمام شراکت داروں میں تقسیم کیا تھا۔ وزارت کے مطابق یکم اگست، 2018 سے 25 اگست، 2019 تک تقریباً 17,655 ٹن گندم سے تیار کردہ اشیاء سمندری اور زمینی راستوں سے برآمد کی گئی ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 13 ستمبر، صفحہ 1)

وزیراعظم عمران خان کی جانب سے آٹے اور روٹی کی بڑھتی ہوئی قیمتوں پر تشویش کے اظہار کے بعد کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے 350,000 ٹن گندم منڈی میں جاری کرنے کا حکم دیا ہے۔ مشیر خزانہ عبدالحفیظ شیخ کی زیر صدارت ہونے والے اجلاس میں وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کی جانب سے پیش کی گئی تجویز کو منظور کرتے ہوئے کمیٹی نے 150,000 ٹن گندم پاکستان ایگریکلچرل اسٹورٹج اینڈ سروسز کارپوریشن (PASSCO) کے ذخائر سے کے پی حکومت کو فراہم کرنے کی منظوری دی ہے۔ اجلاس میں سندھ حکومت کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ 100,000 ٹن گندم منڈی میں جاری کرے جس کے بعد وفاقی حکومت بھی



مزید 100,000 ٹن گندم اپنے ذخائر سے منڈی میں جاری کرے گی۔ گزشتہ دو ہفتوں میں آٹے اور روٹی کی قیمت میں 10 فیصد سے زیادہ اضافہ ہوا تھا اور کچھ ارکان اسمبلی نے یہ مسئلہ پارلیمان اور اس کی کمیٹیوں میں اٹھایا تھا۔ (ڈان، 3 اکتوبر، صفحہ 10)

سیکریٹری وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق ہاشم پوپلزئی نے سینیٹ کی قائمہ کمیٹی میں انکشاف کیا ہے کہ سندھ اور کے پی میں آٹے کے حوالے سے جاری پریشان کن صورتحال میں وفاقی حکومت گندم درآمد کرنے کی تجویز کا جائزہ لے رہی ہے۔ انھوں نے مزید بتایا کہ پنجاب حکومت گندم 1,375 روپے فی من بمعہ باردانہ آٹا ملوں کو فراہم کر رہی ہے جبکہ آٹے کی قیمت 1,650 روپے فی من ہے۔ تاہم سندھ اور کے پی میں آٹے کی قیمت 1,850 سے 1,950 روپے فی من ہے جو پنجاب سے 18 فیصد زیادہ ہے۔ سندھ میں بحران کی وجہ صوبائی حکومت کی گندم کی سرکاری خریداری میں ناکامی ہے۔ کے پی حکومت نے بھی مقرر کردہ ہدف کے مطابق گندم کی خریداری نہیں کی۔ (بزنس ریکارڈر، 24 اکتوبر، صفحہ 1)

پنجاب حکومت کی جانب سے گندم اور آٹے کی بین الصوبائی نقل و حمل پر پابندی کے بعد خیبر پختونخوا میں آٹے کی قلت کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ یہ پابندی پشاور میں آٹے کی قیمت میں اچانک اضافے کی وجہ بنی ہے۔ چیئرمین پاکستان فلور ملز ایسوسی ایشن (PFMA)، خیبر پختونخوا حاجی محمد اقبال نے کہا ہے کہ پنجاب حکومت نے بغیر کسی وجہ کے گندم کی ترسیل روک دی ہے۔ کے پی اپنی طلب کا 95 فیصد آٹا پنجاب سے خریدتا ہے، گندم کی ترسیل پر پابندی صوبے میں آٹے کے شدید بحران کی وجہ بنے گی۔ انھوں نے مزید کہا کہ ”ہم نے کے پی حکومت کے سامنے یہ معاملہ اٹھایا لیکن بدقسمتی سے کوئی بھی اس پر توجہ نہیں دینا چاہتا“۔ (ڈان، 26 اکتوبر، صفحہ 7)

سندھ حکومت کی جانب سے 100 کلوگرام گندم کی قیمت 3,250 سے بڑھا کر 3,450 روپے کیے جانے کے بعد ملوں نے آٹے کی قیمتوں میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ قیمتوں میں حالیہ اضافے کے بعد ڈھائی نمبر

کے 10 کلوگرام آٹے کی قیمت 485 روپے ہوگئی ہے جو پہلے 480 روپے تھی۔ ملوں کی جانب سے میدہ اور فائن آٹے کی پرانی قیمت 50.50 روپے فی کلو کے مقابلہ میں نئی قیمت 52.50 روپے فی کلو جاری کی گئی ہے۔ ماہ اپریل سے اب تک ڈھائی نمبر آٹے کی قیمت میں 14.50 روپے فی کلو، میدہ اور فائن آٹے کی قیمت میں 16 روپے فی کلو اضافہ ہوا ہے۔ (ڈان، 27 اکتوبر، صفحہ 10)

گندم اور آٹے کی قلت اور اس کی قیمت میں اضافے پر قابو پانے کے لیے خیبر پختونخوا حکومت نے افغانستان اور دیگر صوبوں کو ان اشیاء کی برآمد پر دفعہ 144 کے تحت پابندی عائد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا محمود خان نے ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے مزید کہا ہے کہ صوبہ میں گندم اور آٹے کی وافر مقدار دستیاب ہے۔ وفاقی حکومت نے بھی صوبے کو 300,000 ٹن اضافی گندم فراہم کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے قلت سے بچنے کے لیے ذخیرہ اندوزوں کے خلاف سخت کارروائی کرنے کا حکم دیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 29 اکتوبر، صفحہ 6)

ذرائع کے مطابق وفاقی حکومت نے چھ سال کے وقفے کے بعد گندم اور گنے کی امدادی قیمت میں اضافے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس حوالے سے تمام صوبوں سے مشاورت کا عمل بھی مکمل کر لیا گیا ہے۔ یہ فیصلہ کسانوں کی معاشی مشکلات اور پیداواری لاگت میں ہونے والے اضافے کو سامنے رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔ گندم کی امدادی قیمت 1,300 روپے سے بڑھا کر 1,400 روپے فی من جبکہ پنجاب میں گنے کی امدادی قیمت 180 روپے سے بڑھا کر 200 روپے فی من کیے جانے کا امکان ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 31 اکتوبر، صفحہ 20)

ایک مضمون کے مطابق اگر ہنگامی صورتحال کے لیے محفوظ کی گئی گندم کی ایک بلین ٹن مقدار کو نکال دیا جائے تو موجودہ گندم کا ذخیرہ 4.5 بلین ٹن ہے جو بقیہ موسم کے لیے بمشکل کافی ہوگا۔ گندم کی اگلی فصل میں تاخیر سے صورتحال مزید شدت اختیار کر سکتی ہے۔ گندم کے ذخیرے کا درست حجم بھی ایک تنازع ہے

خصوصاً صوبہ سندھ میں۔ افغانستان کے ساتھ غیر محفوظ سرحد نے بھی ذخیرے سے متعلق بے چینی میں مزید اضافہ کیا ہے۔ یہ تمام عوامل قومی سطح پر گندم کے ذخائر کے حوالے سے لگائے گئے اندازوں کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ پنجاب میں اس وقت 3.5 ملین ٹن گندم کا ذخیرہ موجود ہے جس میں سے ملوں کو یومیہ بنیادوں پر 22,000 ٹن گندم فراہم کیا جا رہا۔ اس حساب سے مئی کے وسط تک پنجاب میں 3.2 ملین ٹن گندم استعمال ہوگی۔ تاہم آئندہ آنے والے دنوں میں (پنجاب حکومت کی جانب سے) گندم کے اجراء میں مزید اضافے کا امکان ہے کیونکہ مقامی منڈی میں گندم کے ذخائر میں مزید کمی ہوگی۔ کے پی دو لاکھ ٹن کے معمولی ذخائر کے ساتھ روایتی طور پر پنجاب پر انحصار کرتا ہے۔ یہ انحصار گزشتہ کچھ ہفتوں میں مزید بڑھ گیا جب پنجاب نے اپنے تیزی سے کم ہوتے ذخائر کو گندم کی خریداری کے اجازت نامے (پرچیز پرمٹ) کے ذریعے قابو کرنے کی کوشش کی اور وفاقی حکومت کو مداخلت کر کے یقینی بنانا پڑا کہ پنجاب حکومت اجازت نامے کی شرط سے بہتر دار ہو جائے۔ یہ فیصلہ واپس لینے سے پنجاب کے گندم کے ذخائر ختم ہونے کا خطرہ ہے۔ یہ بھی خدشہ ہے کہ بھاری زرتلانی کا حامل گندم اب بلا روک ٹوک کے پی اور پھر افغانستان تک جائے گا۔ قومی سطح پر پائی جانے والی اس غیر یقینی صورتحال میں سندھ کا بھی کردار ہے۔ سندھ حکومت نے پہلے سے موجود 800,000 ٹن گندم کے ذخائر کو جواز بناتے ہوئے اس سال خریداری نہیں کی۔ گو کہ 800,000 ٹن گندم اگلی فصل آنے تک کافی ہے لیکن یہ انواہیں گردش میں ہیں کہ ان ذخائر میں سے 200,000 ٹن گندم غائب ہے۔ محدود ذخائر کی بدولت گندم کے اجراء میں تاخیر کی وجہ سے اس کی قیمت میں اضافہ دیکھا گیا ہے۔ گزشتہ ہفتے گندم کے اجراء کے باوجود اس وقت بھی اس کی قیمت زیادہ ہے۔ کراچی میں سرکاری قیمت 1,340 روپے کے مقابلے گندم کی قیمت 1,700 روپے فی من سے زیادہ ہے۔ (احمد فراز خان، ڈان، 12 نومبر، صفحہ 2، بزنس اینڈ فنانس)

ایک مضمون کے مطابق ملک میں آٹے کی قیمت بڑھ رہی ہے حالانکہ گندم کا کافی ذخیرہ ملک میں موجود ہے اور حکومت نے گندم و آٹے کی برآمد پر پابندی عائد کی ہوئی ہے۔ چھ ماہ قبل تک عام آٹے کی قیمت 33.5 سے 34 روپے فی کلوگرام تک تھی لیکن اب یہ قیمت 48.5 سے 49 روپے فی کلو تک بڑھ گئی ہے۔

گزشتہ چھ ماہ میں ہونے والا یہ اضافہ 30 فیصد سے زائد ہے۔ ماہ اگست میں پاکستان میں 7.42 ملین ٹن گندم کے ذخائر موجود تھے جو گزشتہ سال کے ذخائر 10.77 ملین ٹن سے کہیں کم تھے۔ اس صورتحال میں ملک میں گندم کا بحران پیدا ہونا تھا اور اس سے بچاؤ کے لیے کافی مقدار میں گندم درآمد کرنے اور خیبر پختونخوا کے ذریعے گندم اور آٹے کی افغانستان غیرقانونی ترسیل پر نظر رکھنے کی ضرورت تھی۔ لیکن جولائی تا ستمبر کے دوران گندم کی معمولی مقدار تک درآمد نہیں کی گئی اور گندم و آٹے کی افغانستان غیر قانونی درآمد بھی جاری رہی۔ جب سندھ اور کے پی بری طرح متاثر ہوئے تب وفاقی حکومت کو اکتوبر میں گندم کے بحران کی سنجیدگی کا احساس ہوا۔ درآمد پر پابندیاں عائد کی گئیں اور وفاقی حکومت نے 23 اکتوبر کو سیٹ کی قائمہ کمیٹی کو آگاہ کیا کہ وہ گندم کی درآمد پر غور کر رہی ہے۔ لہذا اس بحران کی جڑ گندم کی دستیابی کی نامناسب جانچ، افسر شاہی کی فیصلہ سازی میں تاخیر اور وفاقی و صوبائی حکومتوں کے درمیان تعاون کا فقدان ہے۔ ہر چند سالوں بعد پاکستانی آٹے کے بحران کا سامنا کرتے ہیں۔ تاہم موجودہ بحران اس لیے منفرد ہے کہ مرکز، پنجاب اور خیبر پختونخوا میں ایک ہی سیاسی جماعت کی حکومت ہے۔ آٹا (سینسٹو پرائس انڈیکس کی) 51 لازمی غذائی اشیاء کی فہرست میں شامل ہے جن کی مدد سے مہنگائی ناپی جاتی ہے۔ اگر آٹے جیسی لازمی غذائی اشیاء کی قیمت بڑھتی ہے تو اس سے غریب پاکستانی مزید متاثر ہوتے ہیں۔

(مجتبیٰ الدین عظیم، ڈان، 12 نومبر، صفحہ 2، پرائس اینڈ فنانس)

مشیر خزانہ عبدالحفیظ شیخ کی زیر صدارت اقتصادی رابطہ کمیٹی کے اجلاس میں کسانوں کے مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے گندم کی امدادی قیمت میں 50 روپے اضافہ کر دیا گیا ہے، جس کے بعد گندم کی امدادی قیمت 1,350 روپے فی من ہو گئی ہے۔ یہ اضافہ پانچ سال کے وقفے کے بعد کیا گیا ہے۔ 2014 میں حکومت نے گندم کی امدادی قیمت 100 روپے بڑھا کر 1,300 روپے فی من کر دی تھی۔ وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کے حکام کا دعویٰ ہے کہ قیمت میں اضافہ ملک میں گندم کی پیداوار میں اضافے کو فروغ دے گا۔ اقتصادی رابطہ کمیٹی نے گندم کی عالمی صورتحال، پیداواری لاگت اور درآمد و برآمد جیسے دیگر پہلوؤں کا بھی جائزہ لیا۔ یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ گندم کی پیداواری لاگت 2019-20 میں پنجاب میں 1349.57 روپے

اور سندھ میں 1315.72 روپے فی من ہوگئی تھی۔ (ڈان، 14 نومبر، صفحہ 10)

وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق صاحبزادہ محبوب سلطان نے سندھ میں گندم اور آٹے کی قیمتوں میں اضافے کا الزام سندھ حکومت پر عائد کیا ہے۔ ایک پریس کانفرنس کے دوران وفاقی وزیر کا کہنا تھا کہ تاریخ میں پہلی بار سندھ حکومت نے گزشتہ موسم میں کسانوں سے گندم نہیں خریدی۔ سندھ حکومت نے وفاقی وزارت کو آگاہ کیا تھا کہ وہ 1.6 بلین ٹن گندم خریدے گی لیکن وہ ناکام رہی۔ انھوں نے مزید کہا کہ تاریخ میں پہلی بار چیف سیکریٹری اور سیکریٹری خوراک سندھ نے وفاقی حکومت سے 400,000 ٹن گندم ترسیل کرنے کی درخواست کی تھی، اور ان کے مطابق یہ مقدار صوبے کے لیے کافی ہوگی۔ (ڈان، 15 نومبر، صفحہ 10)

وفاقی حکومت نے باضابطہ طور پر سندھ کو گندم کی فراہمی شروع کر دی ہے۔ وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق صاحبزادہ محبوب سلطان نے حیدرآباد میں پاسکو (PASSCO) کے گودام سے گندم کے اجراء کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر وفاقی وزیر کا کہنا تھا کہ سندھ کو گندم کی فراہمی پاسکو کے رانی پور اور خیر پور کے گوداموں سے بھی شروع ہوگئی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 16 نومبر، صفحہ 4)

صدر پاکستان بزنس مین اینڈ انٹی لیکچوئل فورم (PBIF) میاں زاہد حسین نے کہا ہے کہ حکومت گندم کی قیمت کو مستحکم رکھنے کی کوشش کر رہی ہے جس میں کامیابی نہیں ملی۔ گندم کی قیمت میں استحکام کے لیے حکومت کو اس کی بلا محصول درآمد کی اجازت دینی چاہئے۔ انھوں نے کہا کہ غیر یقینی صورتحال برقرار ہے کیونکہ حکومت کا دعویٰ ہے کہ اس کے پاس 4.5 بلین ٹن گندم موجود ہے جبکہ نجی شعبہ 300,000 ٹن گندم برآمد کرنے کی اجازت مانگ رہا ہے جس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ سندھ میں گندم کے ذخائر دباؤ کا شکار ہیں اور انہیں قیمت میں اضافے کی وجہ بن رہی ہیں جبکہ گندم کی افغانستان غیر قانونی ترسیل بھی بلا روک ٹوک جاری ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 17 نومبر، صفحہ 3)

قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی برائے زرعی اشیاء کی ذیلی کمیٹی نے حکومت سے 2019 کے لیے گندم کی امدادی قیمت 1,400 روپے فی من مقرر کرنے کی سفارش کی ہے۔ کمیٹی ارکان کا کہنا ہے کہ امدادی قیمت زرعی مداخل خصوصاً کیمیائی کھاد، ڈیزل اور زرعی زہر کی قیمتوں میں اضافے کے تناسب سے مقرر ہونی چاہیے۔ حکومت کی جانب سے مقرر کی جانے والی گندم کی 1,350 روپے فی من امدادی قیمت پر نظر ثانی ہونی چاہیے۔ کمیٹی کے سربراہ سید فخر امام کا کہنا ہے کہ گندم قومی غذائی تحفظ کے لیے انتہائی اہم فصل ہے اور قیمت کے تعین کا نظام قومی ضروریات کے مطابق فصلوں کو فروغ دینے کے لیے اہم ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 21 نومبر، صفحہ 19)

کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے اپنے تین ارکان کی جانب سے گندم کی قیمت میں مزید اضافے کی تجویز مسترد کر دی ہے۔ ذرائع کے مطابق نئے مقرر کیے گئے وفاقی وزیر برائے قومی غذائی تحفظ و تحقیق خسرو بختیار نے گندم کی قیمت بڑھا کر 1,400 روپے فی من کرنے کی تجویز دی تھی۔ خسرو بختیار گندم کی قیمت میں 50 روپے فی من اضافے پر مطمئن نہیں ہیں کیونکہ متعلقہ حکام کے مطابق پنجاب میں گندم کی پیداواری لاگت 1,350 روپے فی من ہے۔ (ڈان، 28 نومبر، صفحہ 10)

کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے پیداواری لاگت میں اضافے کی وجہ سے گزشتہ دو ہفتوں میں گندم کی امدادی قیمت میں دوسری بار اضافہ کر کے 1,365 روپے فی من کر دی ہے۔ 13 نومبر کو گندم کی اگلی فصل کے لیے امدادی قیمت 1,300 روپے فی من سے بڑھا کر 1,350 روپے فی من کر دی گئی تھی اور اب دوبارہ کمیٹی نے قیمت میں اضافے کا فیصلہ کیا ہے۔ گندم کی پیداواری لاگت 1,349 روپے فی من تک پہنچنے اور کسانوں بشمول سرکاری حلقوں، کابینہ اور قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی برائے زراعت کے امدادی قیمت میں اضافے کے مطالبے کے بعد مشیر خزانہ ڈاکٹر عبد الحفیظ شیخ نے گندم کی امدادی قیمت میں اضافے کا فیصلہ کیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 29 نومبر، صفحہ 1)

ایک خبر کے مطابق سندھ میں گندم کی شدید قلت کا خطرہ بڑھ رہا ہے کیونکہ پاسکو نے سندھ حکومت کو گزشتہ کھیپ کی رقم بروقت ادا نہ کرنے پر گندم کی فراہمی روک دی ہے۔ خوردہ اور تھوک فروشوں کو خدشہ ہے کہ گزشتہ آٹھ دنوں سے گندم کی فراہمی بند ہونے سے اس کی دستیابی اور قیمت پر اثر پڑ سکتا ہے دوسری طرف آٹا مل مالکان جو محکمہ خوراک سندھ کو 90,000 گندم کی یوریوں کے لیے پیشگی رقم ادا کر چکے ہیں تاحال گندم کی کھیپ کے انتظار میں ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 7 دسمبر، صفحہ 5)

وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق خسرو بختیار نے پاسکو کو سندھ کے لیے 50,000 ٹن گندم فوری طور پر جاری کرنے کی ہدایت کی ہے۔ وزارت کی جانب سے جاری کردہ اعلامیے کے مطابق پاسکو سے سندھ اور خیبر پختونخوا کے لیے گندم کی فراہمی میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے پاسکو، صوبائی محکمہ خوراک اور PFMA (پی ایف ایم اے) کے نمائندوں پر مشتمل ایک کمیٹی بھی تشکیل دی ہے۔ پاسکو اور سندھ حکومت اگلے کچھ دنوں میں صوبے کو 300,000 ٹن گندم کی ترسیل کے لیے ایک معاہدے کو بھی حتمی شکل دے رہی ہے۔ (ڈان، 10 دسمبر، صفحہ 10)

محکمہ خوراک پنجاب نے لاہور میں سات آٹا ملوں کا گندم کا سرکائی کوٹہ معطل کر دیا ہے۔ یہ ملیں گندم سے آٹا تیار کرنے کے بجائے اسے کی منڈی میں فروخت میں ملوث تھیں۔ اس کے علاوہ کچھ ملیں کم مقدار میں آٹا فراہم کر رہی تھیں جس پر متعلقہ مل مالکان کو اظہار وجوہ کا نوٹس جاری کر دیا گیا ہے۔ منڈی میں آٹے کی فراہمی میں کمی نے بحران کو جنم دیا ہے کیونکہ سردیوں میں آٹے کی طلب بڑھتی ہے۔ محکمہ خوراک نے صوبائی کابینہ سے ملوں کے لیے گندم کی فراہمی میں اضافے کی منظوری حاصل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آٹے کی دستیابی یقینی بنانے کے لیے گندم کی فراہمی چار ملین ٹن سے 4.5 ملین ٹن کی جائے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 13 دسمبر، صفحہ 11)

محکمہ خوراک سندھ نے پاسکو کے ساتھ 300,000 ٹن گندم کی خریداری کے لیے مفاہمت کی ایک

یادداشت پر دستخط کیے ہیں۔ وزیر خوراک سندھ ہری رام کشوری لال کا اس موقع پر کہنا تھا کہ محکمہ خوراک سندھ پہلے ہی 100,000 ٹن گندم پالسکو سے خرید چکا ہے جو آٹا ملوں کو فراہم کیا جا رہا ہے۔ پالسکو سے خریدایا گیا گندم زرتلانی کے ساتھ ملوں کو فراہم کیا جا رہا ہے۔ زرتلانی کی آدھی لاگت سندھ حکومت باقی وفاقی حکومت برداشت کر رہی ہے۔ سندھ حکومت نے پی ایف ایم اے سے مشاورت کے بعد آٹے کی قیمت 43 روپے فی کلو مقرر کی ہے۔ اس وقت آٹے کی فی کلو قیمت 46 روپے ہے جو ایک ہفتے کے اندر کم ہو کر 43 روپے فی کلو ہو جائے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 14 دسمبر، صفحہ 3)

## پھل اور سبزی

حیدرآباد کی ضلعی انتظامیہ ایکسپوسینٹر میں کسانوں کے لیے ہفتہ میں دو بار عارضی بازار قائم کرنے کی تجویز پر غور کر رہی ہے تاکہ کسان اپنی پیداوار براہ راست صارفین کو فروخت کر سکیں۔ کمشنر حیدرآباد عباس بلوچ کا کہنا ہے کہ یہ اقدام صارفین کے لیے بھی بہت حد تک مددگار ثابت ہوگا اور ناصر کسان اپنی سبزیاں فروخت کر سکیں گے بلکہ دستکار اپنی تیار اشیاء بھی فروخت کر سکیں گے۔ (ڈان، 31 دسمبر، صفحہ 17)

## • زیتون

پاکستان رواں موسم میں 40,000 ٹن زیتون پیدا کرے گا جس سے 3,500 ٹن زیتون کا (ایکسٹرا ورجن) تیل تیار ہوگا۔ اس پیداوار سے خوردنی تیل کی مقامی ضرورت پوری کرنے میں مدد ملے گی۔ تجارتی پیمانے پر زیتون کی کاشت کے منصوبے کے ڈائریکٹر ڈاکٹر محمد طارق نے کہا ہے کہ 1.2 ملین زیتون کے پودے پنجاب میں پوٹھوہار کے علاقے میں لگائے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ خیبر پختونخوا میں ایک ملین جبکہ بلوچستان میں 500,000 زیتون کے پودے لگائے گئے ہیں۔ سال 2019-20 کے لیے سرکاری ترقیاتی پروگرام (PSDP) میں حکومت نے زیتون کی تجارتی کاشت کے فروغ کے لیے 2.3 بلین روپے مختص کیے ہیں۔ پاکستان سالانہ چار بلین ڈالر خوردنی تیل کی درآمد پر خرچ کرتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 25 نومبر، صفحہ 11)



## نقد آ اور فصلیں

### • کپاس

حکومتی وزارتوں اور کئی شراکت داروں کے درمیان کپاس کی امدادی قیمت مقرر کرنے اور اس کی کاشت پر رعایت فراہم کرنے کے حوالے سے اختلافات برقرار ہیں۔ تحریک انصاف کے رہنما جہانگیر ترین کی قیادت میں کئی شراکت داروں نے وزیراعظم کے مشیر خزانہ عبدالحفیظ شیخ سے ملاقات کی ہے۔ تاہم مشیر خزانہ کے یہ کہنے کے بعد کہ وزارت خزانہ کے پاس ٹیکسوں میں چھوٹ اور کسانوں سے کپاس کی خریداری کے لیے مالی وسائل موجود نہیں ہیں، فریقین کسی معاہدے پر نہیں پہنچ سکے۔ مشیر خزانہ کا مزید کہنا تھا کہ کپاس کے کاشتکاروں کو کسی بھی قسم کی مالی رعایت کسی دوسرے شعبہ میں کٹوتی کی وجہ سے بنے گی۔ وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق نے کپاس کی امدادی قیمت 4,000 روپے فی من مقرر کر کے کسانوں سے 500,000 کپاس کی گانٹھیں خریدنے کی تجویز دی تھی۔ گندم اور گنے جیسی امدادی قیمت کی حامل فصلوں کی خریداری وفاقی اور صوبائی حکومت پر بوجھ میں اضافے کا باعث بنی ہیں۔ عالمی مالیاتی ادارہ (IMF) بھی چاہتا ہے کہ فصلوں کی سرکاری خریداری بند کر دی جائے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 6 ستمبر، صفحہ 13)

زرعی ماہرین اور کسانوں کو خدشہ ہے کہ اس سال کپاس کی پیداوار میں مزید کمی واقع ہو سکتی ہے کیونکہ یہ شعبہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی غلط پالیسیوں کا شکار ہے۔ کپاس کی پیداوار اور زیر کاشت رقبہ میں بھی کمی آرہی ہے کیونکہ بنیادی طور پر کسان گندم اور گنے کی کاشت کی طرف منتقل ہو گئے ہیں جس میں کم سے کم امدادی قیمت کی ضمانت ہوتی ہے۔ مالی سال 2018-19 میں کپاس کا زیر کاشت رقبہ 2.37 ملین ہیکٹر (12.1 فیصد) تک کم ہو گیا جو گزشتہ سال 2.7 ملین ہیکٹر تھا۔ گزشتہ مالی سال کپاس کی پیداوار میں بھی 9.9 ملین گانٹھوں کے ساتھ 17.5 فیصد کمی دیکھی گئی۔ کپاس کی امدادی قیمت 4,000 روپے فی من مقرر کرنے کے لیے گزشتہ ہفتے ہونے والا اجلاس بے نتیجہ ختم ہو گیا۔ کپاس کے ماہرین کا کہنا ہے کہ مقامی طور پر کپاس کی کم دستیابی اور اس کی درآمد پر انحصار کی وجہ سے کپڑے کی صنعتی صورتحال دن بادن خراب ہوتی جا رہی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 10 ستمبر، صفحہ 20)

PBIF (پی بی آئی ایف) کے صدر میاں زاہد حسین نے کہا ہے کہ کپاس کی پیداوار بڑھانے کے لیے حکومت کو کسانوں کے لیے مراعات اور امدادی قیمت پر غور کرنا چاہیے جو کسانوں کے لیے پرکشش ہوگی اور پیداوار میں اضافے کا باعث ہوگی۔ کپاس کی پیداوار میں ہونے والی کمی پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ یہ کپڑے کی صنعت کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے۔ کسانوں کی کپاس میں دلچسپی ختم ہو رہی ہے جو اس کے زیر کاشت رقبے اور پیداوار میں کمی کی وجہ بن رہی ہے۔ کپاس کی پیداوار میں کمی شہروں میں کپڑے کی صنعتوں میں کام کرنے والوں کے لیے بھی مسائل کا سبب بن سکتی ہے۔ کپاس کے زیر کاشت علاقے میں سال 2018-19 میں 12.1 فیصد جبکہ اس کی پیداوار میں 17.5 فیصد کمی ہوئی ہے۔

(پرنس ریکارڈر، 13 ستمبر، صفحہ 5)

سرکاری اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ سال کے مقابلہ ملک میں کپاس کی پیداوار میں 0.664 ملین گانٹھوں (26.41 فیصد) کی کمی کا سامنا ہے۔ کپاس کے ماہرین اور تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ یہ ایک تشویشناک صورتحال ہے جس کا ملکی مجموعی قومی پیداوار اور زرمبادلہ کے ذخائر پر براہ راست اثر پڑے گا کیونکہ مقامی طلب پوری کرنے کے لیے تین سے چار ملین گانٹھیں کپاس درآمد کرنا پڑے گی۔ چیئرمین پاکستان کاٹن جرز ایسوسی ایشن (PCGA) میاں محمود احمد کا کہنا تھا کہ حکومت کی جانب سے کپاس کے کاشتکاروں کو وعدے کے مطابق مراعات نہیں دی گئیں۔ حکومت نے کسانوں کو ترغیب دینے کے لیے کپاس کی اشارتی قیمت 4,000 روپے فی من مقرر کرنے کا اعلان کیا تھا لیکن حکومت اس پر عمل کرنے میں ناکام رہی۔ اس ہی طرح سے کئی اعلیٰ سطح اجلاسوں میں اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ کپاس کی قیمت میں استحکام برقرار رکھنے کے لیے ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان (TCP) 0.5 ملین گانٹھیں کپاس کی خریداری کرے گی، لیکن حکومت اپنے اس فیصلے سے بھی پیچھے ہٹ گئی۔ (ڈان، 19 ستمبر، صفحہ 10)

PCGA (پی سی جی اے) کے اعداد و شمار کے مطابق یکم اکتوبر تک کپاس کی پیداوار میں گزشتہ سال کے مقابلے 27.04 فیصد کمی ہوئی ہے۔ کپاس کی پیداوار میں کمی سے نا صرف مجموعی قومی پیداوار میں بڑھوتری

متاثر ہوگی بلکہ بھاری مقدار میں کپاس کی درآمد کے نتیجے میں زرمبادلہ کے ذخائر پر بھی دباؤ پڑے گا۔ پاکستان امریکی کپاس کا بڑا درآمد کنندہ ملک بھی بن گیا ہے۔ امریکی محکمہ زراعت (USDA) نے انکشاف کیا ہے کہ پاکستان اب تک 62,900 کپاس کی گانٹھیں درآمد کرچکا ہے۔ گزشتہ سال کے مقابلے پنجاب میں کپاس کی پیداوار میں 35.87 فیصد اور سندھ میں 19.7 فیصد کمی ہوئی ہے۔ کپاس کی پیداوار میں کمی نے دیہی معیشت کو بھی بری طرح متاثر کیا ہے جہاں کپاس کی چنائی اب بھی ہاتھ سے ہوتی ہے اور مزدور عورتوں کی بڑی تعداد اس سے وابستہ ہے۔ (ڈان، 4 اکتوبر، صفحہ 10)

سیبیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے قومی غذائی تحفظ و تحقیق کی صدارت کرتے ہوئے سینئر مظفر حسین شاہ نے کہا ہے کہ گرمی کی لہر کی وجہ سے ملک میں اور خصوصاً زیریں سندھ میں ایک تہائی کپاس برباد ہوگئی ہے۔ انھوں نے گرمی اور کیڑے موٹڑوں کے خلاف مدافعت رکھنے والے اور زیادہ پیداوار دینے والے بیج تیار کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس سال کپاس کی پیداوار 10 ملین گانٹھیں متوقع ہے جبکہ اس کا پیداواری ہدف 15 ملین گانٹھیں تھا۔ سینئر مظفر حسین شاہ نے ملک بھر میں کپاس کے حوالے سے ہنگامی حالت (ایمرجنسی) نافذ کرنے پر بھی زور دیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 24 اکتوبر، صفحہ 20)

کراچی کاؤن ایسوسی ایشن (KCA) نے حکومت پر کپاس کی کم ہوتی ہوئی پیداوار پر قابو پانے کے لیے ہنگامی حالت کے اعلان پر زور دیا ہے۔ KCA (کے سی اے) نے اس کے علاوہ کپاس کے زیر کاشت علاقوں میں چاول و گنے کی کاشت پر اور شوگر ملوں کے قیام پر بھی پابندی کا مطالبہ کیا ہے۔ کپاس کی پیداوار میں کمی پر شدید تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کے سی اے کا کہنا تھا کہ کپاس کے زیر کاشت رقبے میں اضافے کے لیے فوری طور پر عملی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ کپاس کے علاقے میں گنے کی کاشت، غیر مصدقہ بیج اور جراثیم کش زہر کپاس کی پیداوار میں تیزی سے کمی کے اسباب ہیں۔ (ڈان، 30 اکتوبر، صفحہ 10)

ایک خبر کے مطابق کپاس کی قیمتوں میں 200 سے 300 روپے اضافہ ہو گیا۔ پرائم مارک اور بلوچی کپاس کی قیمت 10,000 روپے فی من تک پہنچ گئی ہے جو گزشتہ نو سالوں کی بلند ترین قیمت ہے۔ اچھے معیار کی کپاس کی قیمت بھی بلند ترین سطح 5,000 روپے فی من پر پہنچ گئی ہے۔ سندھ میں کپاس کی قیمت معیار کے مطابق 7,800 سے 9,750 روپے، اعلیٰ معیار کی کپاس 10,000 روپے فی من ہے جبکہ کپاس کی قیمت 3,600 سے 4,700 روپے فی من کے درمیان ہے۔ پنجاب میں فی من کپاس کی قیمت 9,000 سے 9,750 کے درمیان ہے۔ اعلیٰ معیار کی کپاس 10,000 روپے فی من جبکہ کپاس کی فی من قیمت 3,800 سے 4,800 روپے کے درمیان ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 4 نومبر، صفحہ 13)

موسمی تبدیلیوں کے نتیجے میں درجہ حرارت میں اضافہ، شدید بارشوں اور طوفانی ہواؤں نے کپاس کی پیداوار کو 21 فیصد کمی سے دوچار کیا ہے۔ پچھلے سال اسی دورانیے میں کپاس کی پیداوار 7.706 ملین گانٹھیں تھی جو اس سال کم ہو کر 6.097 ملین گانٹھیں ہو گئی ہے۔ پی سی جی اے کے مطابق یکم نومبر تک پنجاب میں کپاس کی پیداوار میں 34.5 فیصد جبکہ سندھ میں 18.15 فیصد کمی ہوئی ہے۔ سخت موسم کے علاوہ پنجاب میں کپاس کے زیر کاشت علاقوں میں حالیہ مٹی دل کا حملہ اور گزشتہ ہفتے بالائی سندھ میں بارش سے صورتحال مزید خراب ہوئی ہے۔ (ڈان، 5 نومبر، صفحہ 10)

پی بی آئی ایف کے صدر میاں زاہد حسین نے کیڑوں کے خلاف مدافعت رکھنے والے کپاس کے بیج تیار کرنے پر زور دیا ہے جو موسمی تبدیلی کو بھی برداشت کر سکیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ ایسا نہ کیا گیا تو کپاس سے جڑے تمام شراکت دار متاثر ہوں گے۔ کپاس کی پیداوار میں کمی کی وجہ سے پہلے ہی سینکڑوں جنگل کے کارخانے بند ہو چکے ہیں۔ کم پیداوار، فصل سے آمدنی میں کمی، موسمی تبدیلی، غیر معیاری بیج اور دیگر وجوہات کی وجہ سے کسان دوسری فصلوں کی کاشت کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ کپاس کی پیداوار جو 2013-14 میں 15 ملین گانٹھیں تھی گزشتہ سال کم ہو کر 10 ملین گانٹھیں ہو گئی ہے جبکہ کپاس کے جاری موسم میں بھی پیداوار مایوس کن ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 9 نومبر، صفحہ 5)

وفاقی حکومت نے وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کی سفارش پر کپاس کے بیج (کپاس) کو پانچ فیصد سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دینے کا فیصلہ کیا ہے جو کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کی حتمی منظوری سے مشروط ہے۔ وزارت کی تیار کردہ سہری کے مطابق اس وقت تقریباً 1,200 جنگل کے کارخانے کپاس سے کپاس کا بیج الگ کرنے کے کاروبار سے منسلک ہیں۔ کپاس سے الگ کیا گیا بیج خوردنی تیل کے 6,000 کارخانے استعمال کرتے ہیں۔ پاکستان میں سالانہ تقریباً چار ملین ٹن کپاس کا بیج پیدا ہوتا ہے جس سے 400,000 ٹن خوردنی تیل پیدا ہوتا ہے۔ یہ مقدار ملک میں خوردنی تیل کی کل پیداوار کے 60 سے 70 فیصد کے برابر ہے۔ حکومت نے کپاس سے حاصل ہونے والے بیج پر پانچ فیصد سیلز ٹیکس عائد کر دیا تھا۔ دوسری طرف کپاس کے بیج سے حاصل ہونے والا کھل (کاشن سیڈ کیک) مال مویشی شعبہ میں بطور خوراک استعمال ہوتا ہے اور ٹیکس سے مستثنیٰ ہے۔ سیلز ٹیکس ایکٹ 1990 کے مطابق مویشیوں کی خوراک بشمول سورج مکھی کے بیج اور کنولا سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں۔ ٹیکس میں اس چھوٹی کی وجہ سے کسان اور ڈیری فارمرز کی جانب سے اس بیج کا بطور مویشیوں کی خوراک استعمال بڑھ رہا ہے بجائے اس کے کہ کپاس کے بیج سے تیل حاصل کیا جائے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 20 نومبر، صفحہ 20)

ملک میں مسلسل چھ سالوں سے کپاس کی پیداوار میں کمی کا سامنا ہے اور اس سال بھی پیداوار میں انتہائی کمی کے بعد 8.5 ملین گانٹھیں متوقع ہے۔ پی سی جی اے کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق ملک میں کپاس کی 2.1 ملین گانٹھوں کی کمی کا خدشہ ہے۔ تجزیہ کار سمجھتے ہیں کہ کپاس کی کل پیداوار نو ملین گانٹھوں سے کم رہے گی۔ چیئرمین پی سی جی اے جاوید سہیل رحمانی کا کہنا ہے کہ کپاس ایک اہم نقد آور فصل ہے اور ملکی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ 65 فیصد ملکی برآمدات اسی فصل پر انحصار کرتی ہیں لیکن حکومتی لاپرواہی کی وجہ سے یہ صورتحال تبدیل ہو رہی ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ حکومت کے اندر شوگر لابی موجود ہے جو کپاس کی فصل کو نقصان پہنچا کر اپنے مفادات کا تحفظ کر رہی ہے۔ لیکن یہ حقیقت تسلیم کرنی چاہیے کہ چینی مقامی سطح پر استعمال ہوتی ہے جبکہ کپاس سے زرمبادلہ حاصل ہوتا ہے۔ (ڈان، 19 دسمبر، صفحہ 10)

پی سی جی اے کے مطابق ملک بھر میں 15 دسمبر تک جزر کو 7.86 ملین گانٹھوں کے برابر کپاس پہنچ چکی ہے۔ پچھلے سال اسی دورانیہ کے مقابلے یہ مقدار 21.09 فیصد کم ہے۔ اب تک کی کل پیداوار میں سے 7.54 ملین گانٹھوں کے برابر کپاس جنگ کے مراحل میں جا چکی ہے۔ پنجاب سے 4.46 ملین گانٹھیں اور سندھ سے 3.39 ملین گانٹھیں جزر تک پہنچ چکی ہیں۔ مجموعی طور پر 6.58 ملین گانٹھیں کپاس فروخت ہو چکی ہے جس میں سے 6.53 ملین گانٹھیں کپڑے کی صنعت نے اور 52,160 گانٹھیں برآمد کنندگان نے خریدی ہیں، جبکہ 1.27 ملین گانٹھیں غیر فروخت شدہ کپاس اب بھی جزر کے پاس موجود ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 19 دسمبر، صفحہ 20)

وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق خسرو بختیار کی صدارت میں کائن کرپ اسسمنٹ کمیٹی (CCAC) نے 12 ملین گانٹھوں کے پیداواری ہدف کے مقابلہ اس سال 9.45 ملین گانٹھیں کپاس کی پیداوار کا تخمینہ لگایا ہے۔ کپاس کمشنر ڈاکٹر عبداللہ نے کمیٹی میں تفصیلات بتاتے ہوئے کہا ہے کہ پنجاب میں کپاس کی پیداوار 6.67 ملین گانٹھوں تک پہنچنے کا امکان ہے۔ جبکہ سندھ میں 2.68 ملین گانٹھوں کی پیداوار کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ بلوچستان میں کپاس کی پیداوار کا تخمینہ 0.098 ملین گانٹھیں لگایا گیا ہے۔ (ڈان، 28 دسمبر، صفحہ 9)

## ● گنا

سندھ ہائی کورٹ نے گنا کمشنر کو ہدایت کی ہے کہ گنے کے کاشتکاروں کے واجبات کی ادائیگی کے لیے عدالت کی قائم کردہ سات رکنی کمیٹی کا اجلاس 10 دنوں میں منعقد کیا جائے۔ دو رکنی بیج کے سامنے گنا کمشنر نے رپورٹ جمع کراتے ہوئے کہا ہے کہ کسانوں کے زیادہ تر واجبات کے دعوے نمٹائے جا چکے ہیں۔ تاہم سماعت کے دوران عدالت میں موجود کچھ کاشتکاروں کا کہنا تھا کہ ان کے واجبات اب تک ادا نہیں کیے گئے ہیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ انصاری شوگر مل، باوانی شوگر مل، چمبر شوگر مل، کھوسکی شوگر مل، لاڑ شوگر مل، نیو دادو شوگر مل اور ٹنڈو الہ یار شوگر مل کا کہنا ہے کہ سپریم کورٹ کے حکم پر ان کے بینک کھاتے منجمد کر دیئے گئے ہیں۔ لہذا وہ واجبات کی ادائیگی کے قابل نہیں ہیں۔ ان آٹھ شوگر ملوں کے

خلاف 580 ملین روپے واجبات کی 588 درخواستیں زیر التواء ہیں۔ (ڈان، 19 ستمبر، صفحہ 17)

سال 2019-20 کے لیے سندھ میں گنے کی قیمت کے تعین کے لیے کراچی میں ہونے والا اجلاس بے نتیجہ ختم ہو گیا ہے کیونکہ شوگر ملیں گنے کے کاشتکاروں کی طلب کردہ قیمت ادا کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ تاہم ملوں نے گنے کی کرشنگ 15 نومبر سے شروع کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا ہے۔ وزیر زراعت سندھ اسماعیل راہو کی زیر صدارت اجلاس میں ایس اے بی کے صدر و جنرل سیکریٹری، ایس سی اے کے صدر اور جنرل سیکریٹری سمیت دیگر کسان تنظیموں کے نمائندوں، پاکستان شوگر ملز ایسوسی ایشن (PSMA) کے نمائندوں، شوگر مل مالکان اور دیگر شراکت داروں نے شرکت کی۔ سندھ کے گنے کے کاشتکار فی من 250 روپے قیمت ادا کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اجلاس میں کاشتکار تنظیموں کے نمائندوں کا کہنا تھا کہ کئی سالوں سے حکومت سندھ کی جانب سے گنے کی قیمت 182 روپے فی من مقرر کی جا رہی ہے جبکہ چینی کی قیمت کافی حد تک بڑھ چکی ہے اس کے باوجود ملیں گنے کی مناسب قیمت ادا کرنے کا مطالبہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ (ڈان، 19 اکتوبر، صفحہ 17)

سندھ ہائی کورٹ نے گنے کے کاشتکاروں کے واجبات کی ادائیگی میں تاخیر پر تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے صوبائی سیکریٹری زراعت کو 17 نومبر کو ذاتی حیثیت میں پیش ہونے اور سندھ کے گنا کمشنر کے متواتر تبادلے پر وضاحت طلب کی ہے۔ عدالت کا کہنا تھا کہ کاشتکاروں کے واجبات کی ادائیگی کے لیے عدالت کی جانب سے تشکیل کردہ کمیٹی کے ایک رکن (سیکریٹری زراعت) واضح ہدایت کے باوجود بھی ان کاشتکاروں کی فہرست اپنے ہمراہ نہیں لاسکے جنہیں اب تک ادائیگی نہیں کی گئی ہے۔ عدالت کا مزید کہنا تھا کہ فہرست جمع ہونے کے بعد عدالت مل مالکان کے نمائندوں سے جواب طلب کرے گی کہ آیا کاشتکاروں کو واجبات ادا کیے گئے ہیں یا نہیں۔ (ڈان، 24 اکتوبر، صفحہ 17)

وزیر اطلاعات سندھ سعید غنی نے کہا ہے کہ سندھ کابینہ نے طویل بحث کے بعد گنے کی قیمت 192 روپے فی

من مقرر کی ہے۔ وزیر زراعت نے کابینہ ارکان کو آگاہ کیا ہے کہ چینی کی قیمت بھی 66 روپے کلو تک بڑھ گئی ہے۔ 26 ملوں نے گنے کی کرشنگ شروع کر دی ہے۔ کابینہ نے گنے کی کرشنگ کی تاریخ 30 نومبر مقرر کی تھی۔ اس کے علاوہ کابینہ نے کسانوں کے لیے شوگر کین پرییم کی شرح 50 پیسے فی کلو گرام بھی مقرر کر دی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 10 دسمبر، صفحہ 5)

سندھ میں گنے کی کرشنگ شروع کرنے والی 11 ملوں میں سے زیادہ تر ملوں کی جانب سے گنے کی عدم دستیابی کی وجہ سے کرشنگ روکے جانے کا امکان ہے۔ سندھ میں 38 شوگر ملیں کام کر رہی ہیں جن میں سے 11 نے وقت پر کرشنگ شروع کر دی تھی۔ سندھ حکومت نے 30 نومبر کو 190 روپے فی من گنے کی قیمت مقرر کی تھی۔ قیمت کے سرکاری اعلامیہ کے اجراء سے پہلے ملوں نے گنا 230 سے 240 روپے فی من خریدنا شروع کر دیا تھا۔ تاہم کچھ کاشتکاروں کا دعویٰ ہے کہ انھیں اب 192 روپے فی من قیمت کی پیشکش کی جا رہی ہے۔ ایس سی اے کے نائب صدر نبی بخش سہتو نے بھی تصدیق کی ہے کہ قیمت کے سرکاری اعلامیہ سے پہلے ملوں کی جانب سے گنے کی قیمت 220 سے 230 روپے فی من ادا کی گئی ہے۔ (ڈان، 15 دسمبر، صفحہ 17)

ایک خبر کے مطابق سندھ میں زیادہ تر شوگر مل مالکان نے گنے کی کرشنگ معطل کر دی ہے جس سے ایک بار پھر کرشنگ کا موسم بحران کا شکار ہو گیا ہے۔ کسانوں کا دعویٰ ہے کہ مل انتظامیہ کی جانب سے انہیں کہا گیا تھا کہ وہ گنے کی کٹائی نہ کریں۔ جنرل سیکریٹری ایس سی اے زاہد بھٹگری کا کہنا ہے کہ کرشنگ شروع کرنے والی شوگر ملوں کی آدھی تعداد نے کرشنگ روک دی ہے۔ PSMA (پی ایس ایم اے) سندھ کے چیئرمین ڈاکٹر تارا چند نے بھی تصدیق کی ہے کہ 12 ملوں نے گنے کی کرشنگ روک دی ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ ملیں کرشنگ کے لیے تیار ہیں لیکن جب کرشنگ کے لیے گنا ہی موجود نہ ہو تو ملیں کرشنگ بند کرنے پر مجبور ہیں۔ (ڈان، 20 دسمبر، صفحہ 17)



شوگر مل مالکان اور کاشت کاروں کے درمیان سندھ گنا کمشنر کی سربراہی میں ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں حیدرآباد اور میرپورخاص میں 12 شوگر ملوں میں گنے کی کرشنگ شروع کرنے کے طریقہ کار پر بحث کی گئی۔ اجلاس میں پی ایس ایم اے سندھ کے چیئرمین ڈاکٹر تارا چند اور دیگر مل مالکان نے بھی شرکت کی۔ ایس سی اے کے نبی بخش سہو اور ایس اے بی کے ندیم شاہ نے اپنی تنظیموں کی نمائندگی کی۔ ڈاکٹر تارا چند کے مطابق اجلاس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ ہر شوگر مل اپنے علاقے میں سروے کرے گی، جبکہ کسان رہنماء کاشت کاروں کو ملوں کے لیے گنے کی کٹائی جاری رکھنے پر قائل کریں گے۔ انھوں نے مزید کہا کہ زیریں سندھ میں گنا دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے یہ عارضی بندش ہے جبکہ سندھ کے دیگر علاقوں میں شوگر ملیں کام کر رہی ہیں۔ (ڈان، 21 دسمبر، صفحہ 17)

ضلع میرپورخاص، سندھ کی شوگر ملوں نے دو ہفتوں کی بندش کے بعد گنے کی کرشنگ دوبارہ شروع کر دی ہے۔ ذرائع کے مطابق شوگر ملوں نے گنے کی ترسیل میں کمی کی وجہ سے کرشنگ روک دی تھی۔ لیکن اب کسانوں کی جانب سے گنے کی بہتر فراہمی کے بعد کرشنگ دوبارہ شروع کی گئی ہے۔ ملوں کی جانب سے کسانوں کو کہا گیا ہے کہ وہ گنے کی کٹائی کریں اور ملوں تک پہنچائیں۔ ایس اے آئی کے ضلعی صدر چوہدری سیف اللہ گل کے مطابق یہ کسانوں کے لیے اچھی خبر ہے کیونکہ کسان اس وقت مالی بحران کا شکار تھے یہاں تک کہ وہ گندم کی فصل کے لیے کیمیائی کھاد بھی نہیں خرید سکتے تھے۔ (ڈان، 29 دسمبر، صفحہ 17)

پنجاب میں کچھ ملوں نے بظاہر قیمت کے تنازع پر گنے کی خریداری روک دی ہے۔ اطلاعات کے مطابق فیصل آباد ڈویژن میں چار ملوں نے کرشنگ شروع کرنے کے بعد اب معطل کر دی اور ان ملوں کے باہر گنے سے لدی ٹریلوں کی لمبی قطاریں لگی ہوئی ہیں۔ ٹھنڈ یا نوالہ روڈ پر شوگر مل پر گنا لانے والے ایک کاشتکار کا دعویٰ ہے کہ ملوں کی انتظامیہ کم قیمت پر گنا فروخت کرنے کے لیے دباؤ ڈال رہی ہے۔ ملوں نے پہلے ہی دو ہفتوں کی تاخیر سے کرشنگ شروع کی ہے، کرشنگ روکنے کا مقصد کسانوں کو سرکاری قیمت سے کم قیمت پر گنا فروخت کرنے کے لیے مجبور کرنا ہے۔ (ڈان، 30 دسمبر، صفحہ 2)

## • چاول

ایس سی اے کی جانب سے منعقد کردہ کنونشن میں کسان تنظیموں نے سندھ حکومت سے دھان کی قیمت 1,500 روپے فی من مقرر کرنے اور چاول ملوں کو اس مقرر کردہ قیمت پر فصل خریدنے کی ہدایت جاری کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ اس موقع پر صدر ایس سی اے قبول محمد کاتھیان کا کہنا تھا کہ چاول ملیں کسانوں کو 1,150 روپے فی من قیمت کی پیشکش کر رہی ہیں جبکہ گزشتہ برس کسانوں کو فی من 1,300 روپے قیمت ملی تھی۔ ڈالر کی قیمت میں اضافہ کو مد نظر رکھتے ہوئے حکومت کو دھان کی قیمت 1,500 روپے فی من مقرر کرنی چاہیے۔ (ڈان، 7 اکتوبر، صفحہ 15)

## • روغنی بیج

محکمہ زراعت پنجاب نے کنولا کاشت کرنے والے کسانوں کو پیشکش کی ہے کہ وہ روغنی بیجوں کی پیداوار کو فروغ دینے کے قومی منصوبے کے تحت فی ایکڑ زیادہ سے زیادہ پیداوار کے مقابلے میں حصہ لینے کے لیے درخواست جمع کروائیں۔ اس مقابلے میں تین ایکڑ یا اس سے زائد کنولا کی زیر کاشت زمین رکھنے والے کسان مرد و عورت حصہ لے سکتے ہیں۔ وہ کسان جو شراکت داری، کرایہ داری، ٹھیکے پر زمین کاشت کرتے ہیں وہ بھی متعلقہ تحصیل کمیٹی سے اپنے دستاویزات کی تصدیق کے بعد اس مقابلے میں حصہ لے سکتے ہیں۔ کسان کو اس مقابلے میں شامل ہونے کے لیے کوئی سی بھی منظور اور تصدیق شدہ کنولا کی قسم تین ایکڑ رقبے پر کاشت کرنی ہوں گی۔ (بزنس ریکارڈر، 11 دسمبر، صفحہ 15)

## • سورج مکھی

وزیر زراعت سندھ اسماعیل راہو نے سندھ اسمبلی کو بتایا ہے کہ پانی کی قلت اور امدادی قیمت کم ہونے کی وجہ سے صوبے میں سورج مکھی کے زیر کاشت رقبے میں مسلسل کمی ہو رہی ہے۔ سورج مکھی کے بیج سے تیل نکالنے والے کارخانے بھی پیداوار کے ناقص معیار کی شکایت کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ کسان بھی اب سورج مکھی کے بجائے گندم کی کاشت کا انتخاب کر رہے ہیں جس کی امدادی قیمت بھی زیادہ ہے۔

سورج مکھی کی (خراب) پیداوار کے پیچھے سب سے بڑی وجہ غیر معیاری ہائبرڈ بیج ہے جسے وفاق نے درآمد کیا تھا۔ (بزنس ریکارڈر، 25 ستمبر، صفحہ 3)

اشیاء

• چینی

ایک خبر کے مطابق وزارت صنعت و پیداوار کے پی اور سندھ حکومت کو چینی کی قیمت 70 روپے فی کلو مقرر کرنے کے لیے خط لکھے گی کیونکہ پنجاب حکومت چینی کی قیمت مقرر کر چکی ہے۔ یہ فیصلہ وزیراعظم کے مشیر برائے صنعت و تجارت عبدالرزاق داؤد کی سربراہی میں ہونے والے شوگر ایڈوائزری بورڈ کے اجلاس میں کیا گیا۔ اجلاس میں مل سے خوردہ فروش تک کے مراحل میں چینی کی قیمت پر تفصیلی بات چیت کی گئی۔ اجلاس میں آگاہ کیا گیا کہ گزشتہ ایک سال میں چینی کی تھوک قیمت 32 فیصد اضافے کے بعد 55.20 روپے فی کلوگرام سے 72.70 روپے فی کلوگرام ہو گئی ہے۔ پنجاب حکومت نے چینی کی قیمت 70 روپے فی کلوگرام مقرر کر دی ہے جبکہ دیگر صوبوں میں قیمت ابھی بھی زیادہ ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 28 نومبر، صفحہ 12)

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

مال مویشی

وزیر اعلیٰ بلوچستان جام کمال خان نے کہا ہے کہ 18 تا 20 نومبر کو ہونے والی مال مویشی نمائش کے انعقاد کے ذریعے ان کی حکومت صوبے میں سرمایہ کاری میں اضافے کی کوشش کر رہی ہے۔ بلوچستان یونیورسٹی میں ہونے والی یہ تین روزہ نمائش صوبے میں اب تک کی سب سے بڑی نمائش ہوگی۔ وزیر اعلیٰ کے مشیر برائے مال مویشی مٹھا خان کاکڑ کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ اس نمائش کا مقصد صوبے میں گائے کے فارموں کو فروغ دینا اور ملک میں گوشت کی پیداوار کو بڑھانا ہے۔ (ڈان، 13 نومبر، صفحہ 5)

## ماہی گیری

سندھ حکومت نے صوبہ کی ساحلی پٹی سے ملحق نجی طور پر چلائی جانے والی غیر قانونی گودیوں (جیٹپوں) کو قانونی درجہ دینے (ریگولائز کرنے) کا فیصلہ کیا ہے۔ اس فیصلے نے سندھ کی ماہی گیر برادری میں تشویش پیدا کر دی ہے جو کئی عشروں سے ان گودیوں کا انتظام چلا رہے ہیں۔ صوبائی حکام کے مطابق ساحلی پٹی پر لگ بھگ 42 نجی گودیاں کام کر رہی ہیں جن میں سے زیادہ تر کراچی کے علاقے ابراہیم حیدری، ریڑھی گوٹھ، شمس پیر، مبارک ولیچ، صالح آباد اور بابا و بھٹ جزائر میں واقع ہیں۔ سندھ کے حکام سمجھتے ہیں کہ کئی ملین روپے مالیت کی پکڑی گئی مچھلی ان گودیوں پر بغیر کسی حکومتی محصول ادا کیے فروخت ہوتی ہے۔ قانون کے مطابق سمندر سے پکڑی گئی مچھلی کا تمام تر کاروبار کراچی فیش ہاربر سے ہونا ضروری ہے جہاں حکومت 6.25 فیصد حصہ (کمیشن) وصول کرتی ہے۔ ماہی گیر آبادیوں کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ روایتی طور پر قائم ان گودیوں کا مقصد ماہی گیروں کی کشتیوں کو کھڑی کرنے کے لیے جگہ کی فراہمی ہے جس کا انتظام ماہی گیر خود چلاتے ہیں۔ ماہی گیر رہنماؤں نے حکام پر زور دیا ہے کہ اس قسم کے اقدام سے پہلے ان سے مشاورت کی جائے، روایتی اور نجی گودیوں میں فرق کو بھی برقرار رکھا جائے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 16 ستمبر، صفحہ 5)

## مرغبانی

پاکستان میں مرغبانی کی صنعت سالانہ 17,500 ملین انڈوں کی پیداوار کرتی ہے، یعنی ملک میں انڈوں کا فی کس استعمال 88 انڈے سالانہ ہے جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں انڈوں کے استعمال کی یہ شرح 300 انڈے سالانہ ہے۔ پاکستان پولٹری ایسوسی ایشن (PPA) کے شمالی علاقے کے نومنتخب صدر چوہدری محمد فرغانہ کا کہنا ہے کہ حالیہ قومی غذائی سروے (NNS) کے مطابق پاکستان ان ممالک میں شامل ہے جہاں 44 فیصد بچے غذائی کمی کی وجہ سے نشوونما میں کمی کا شکار ہیں۔ یہ انتہائی تشویشناک صورتحال ہے۔ انڈوں کے استعمال میں اضافہ اس صورتحال پر قابو پانے میں مددگار ہو سکتا ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ گوشت کی کل کھپت میں مرغبانی شعبہ کا حصہ 40 فیصد ہے اور اس شعبہ سے 1.5 ملین افراد کا روزگار وابستہ ہے۔

وزیراعظم عمران خان کے ویژن کے تحت عوام کی مدد کے لیے مرغیوں اور انڈوں کے ذریعے چلی سطح پر روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے لیے محکمہ مال مویشی راولپنڈی نے ”وزیراعظم کا مرغی پال پروگرام“ کا آغاز کر دیا ہے۔ محکمے نے 250 خاندانوں میں فی خاندان پانچ مرغیاں اور ایک مرغی تقسیم کیا ہے۔ تاہم صحت مند گوشت کے حصول کے لیے ادارہ 16 اکتوبر کو عوام میں 12 مرغیوں پر مشتمل جھنڈ (سیٹ) تقسیم کرے گا۔ حکومت ان نامیاتی مرغیوں پر 30 فیصد زر تلافی فراہم کر رہی ہے۔ پانچ مرغیوں اور ایک مرغی کی قیمت خریدار سے 1,050 روپے وصول کی جا رہی ہے۔ حکام کے مطابق تمام مرغیاں دیسی نسل کی ہیں اور یہ مرغیاں 45 دنوں میں انڈے دینا شروع کریں گی۔ ایک مرغی سال میں 250 انڈے دے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 15 اکتوبر، صفحہ 10)

## ۷- تجارت

ایوان صنعت و تجارت کوئٹہ (QCCI) نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ بلوچستان کی معیشت کو فروغ دینے اور اسے تحفظ دینے کے لیے پھلوں اور سبز یوں خصوصاً سیب اور ٹماٹر کی تجارت کے لیے واضح پالیسی مرتب کی جائے۔ QCCI (کیوسی سی آئی) کے 16 رکنی وفد نے چیئرمین سینیٹ صادق سنجرانی سے ملاقات کے دوران شکایت کی ہے کہ انہیں اشیاء کی درآمد اور برآمد میں مشکلات کا سامنا ہے۔ چیئرمین سینیٹ نے وفد کو یقین دہانی کروائی ہے کہ تاجروں کے مسائل فیڈرل بورڈ آف ریونیو (FBR) اور دیگر اداروں کے سامنے اٹھائے جائیں گے۔ (ڈان، 10 اکتوبر، صفحہ 10)

## برآمدات

ادارہ شماریات پاکستان کے مطابق رواں مالی سال کے ابتدائی دو ماہ میں چاول کی برآمد پچھلے سال کے مقابلے 48.64 فیصد بڑھی ہے۔ جولائی تا اگست، 2019 کے دوران 322.836 بلین ڈالر مالیت کا

590,053 ٹن چاول ملک سے برآمد کیا گیا۔ اس عرصے کے دوران اعداد و شمار کے مطابق 36 ملین ڈالر مالیت کی 16,652 ٹن مچھلی اور اس سے تیار شدہ اشیاء برآمد کی گئیں۔ خوراک کی برآمد میں ان دو ماہ 14.27 فیصد اضافہ دیکھا گیا ہے۔ (دی نیوز، 29 ستمبر، صفحہ 18)

## • چاول

فیڈریشن آف پاکستان چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری (FPCCI) کی قائمہ کمیٹی برائے چاول کے تیسرے اجلاس میں چاول کے برآمد کنندگان نے وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ قطری حکام سے مذاکرات کر کے قطر کی جانب سے 48,000 ٹن چاول کی درآمد کے لیے دیے جانے والے عالمی ٹھیکے میں پاکستان کی شرکت یقینی بنائے۔ قائمہ کمیٹی کے سربراہ رفیق سلیمان نے وزیراعظم کے مشیر برائے تجارت رزاق داؤد کا طویل مدت کے بعد پاکستانی چاول کی قطر کی منڈیوں تک رسائی کے لیے کی جانے والی کوششوں پر شکریہ ادا کیا جس کے بعد قطر نے پہلا چار ہزار ٹن چاول کی درآمد کا ٹھیکہ پاکستانی کمپنی کو دیا۔ لیکن حیرت انگیز طور پر قطر کی جانب سے دوسرے عالمی ٹھیکے میں یہ شرط شامل ہے کہ چاول صرف بھارتی ہی ہونا چاہے جس کی وجہ سے پاکستانی برآمد کنندگان اس ٹھیکے کے حصول کے اہل نہیں رہے۔ (بزنس ریکارڈر، 2 نومبر، صفحہ 17)

رائس ایکسپورٹرز ایسوسی ایشن آف پاکستان (REAP) چاول کی برآمد میں اضافے کی غرض سے اگلے سال تجارتی وفد سعودی عرب اور آسٹریلیا بھیجنے کی منصوبہ بندی کر رہی ہے۔ سعودی عرب پاکستانی چاول کی بڑی منڈیوں میں سے ایک ہے۔ سعودی عرب اس وقت تقریباً ایک ملین ٹن چاول درآمد کر رہا ہے جس میں سے 70 فیصد مقدار باسستی چاول کی ہے جسے نجی و سرکاری شعبہ کی ٹھوس کوششوں سے مزید بڑھایا جاسکتا ہے۔ چیئرمین REAP (ریپ) شاجہاں ملک کے مطابق سعودی عرب کو چاول کی برآمد میں اضافے کے لیے 18 رکنی تجارتی وفد جنوری، 2020 کے آخر میں سعودی عرب بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 20 دسمبر، صفحہ 16)

## ● کینو

آل پاکستان فروٹ اینڈ ویکری ٹیبل ایکسپورٹرز، امپورٹرز اینڈ مرچنٹس ایسوسی ایشن (PFVA) کے سربراہ وحید احمد نے سرگودھا میں ڈپٹی کمشنر کی جانب سے کینو کی قیمت مقرر کرنے کے عمل کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس (قیمت) کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کینو کی قیمت 1,000 روپے فی من مقرر کی گئی ہے جس پر کینو کے برآمد کنندگان کو سخت تشویش ہے اور اس فیصلے سے کینو کی برآمد کا شعبہ سخت متاثر ہوگا۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 17 اکتوبر، صفحہ 20)

ایف پی سی سی آئی کی قائمہ کمیٹی برائے باغبانی کے سابق صدر احمد جواد نے امید ظاہر کی ہے کہ اس سال کینو کی برآمد 400,000 ٹن تک ہو سکتی ہے کیونکہ فصل مناسب حالت میں ہے اور وقت پر بارش پیداوار میں اضافے میں مددگار ہوئی ہے۔ وفاقی وصوبائی حکومت کی کوششوں کے بعد کینو کی قیمت 1,000 روپے فی من مقرر کی گئی ہے جو کسانوں کے لیے نیک شگون ہے اور آنے والے موسم میں کینو کی برآمدات بڑھانے میں معاون ہوگی۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ PFVA (پی ایف وی اے) کی جانب سے مقرر کی گئی قیمت کو رد کرنا ناانصافی ہے۔ (برنس ریکارڈر، 18 اکتوبر، صفحہ 5)

پی ایف وی اے کے سربراہ وحید احمد نے کہا ہے کہ پاکستان سے کینو کی برآمد گزشتہ سال کے مقابلے اس سال 50,000 ٹن کم ہوگی کیونکہ پاکستانی برآمد کنندگان کو عالمی منڈی میں سخت مقابلے کا سامنا ہے۔ کینو کی برآمد شروع ہوگی ہے اور اس سال 300,000 ٹن کینو کی برآمد کا ہدف مقرر کیا گیا ہے جس سے 194 ملین ڈالر کا زرمبادلہ حاصل ہوگا۔ اس سال 2.2 ملین ٹن پیداوار متوقع ہے جس کا 15 سے 20 فیصد برآمد ہوگا۔ پاکستانی برآمد کنندگان یورپی منڈی پر کم توجہ دیتے ہیں۔ انھوں نے جان بوجھ کر یورپ کو برآمد روک دی تھی کیونکہ انہیں پھلوں کے معیار میں کمی کی وجہ سے پابندی کا خدشہ ہے۔ زیادہ تر کینو روس برآمد کیا جاتا تھا لیکن گزشتہ سال پاکستانی تاجروں کو بھاری نقصان ہوا تھا کیونکہ دیگر ممالک نے روس کو کم قیمت پر بہتر اقسام کی پیشکش کی تھی۔ ایران کو کینو کی برآمد گزشتہ نو سالوں سے معطل ہے جس کی وجہ سے

ملک کو سالانہ 40 ملین ڈالر کا نقصان ہوتا ہے کیونکہ پاکستان ہر سال ایران کو 80,000 سے 90,000 ٹن کینو برآمد کرتا تھا۔ وحید احمد نے مزید کہا کہ اگر ایران ٹائمر اور دیگر خوردنی اشیاء پاکستان برآمد کر سکتا ہے تو پاکستان ایران کو کینو کیوں برآمد نہیں کر سکتا؟ (دی ایکسپریس ٹریبون، 8 دسمبر، صفحہ 20)

## • آم

سیکیورٹی جزل بزنس مین بینل (BMP) احمد جواد کا کہنا ہے کہ آٹھ سال بعد آم کی برآمد 100,000 ٹن سے تجاوز کر گئی ہے اور توقع ہے کہ اس مہینے کے آخر تک آم کے موسم کے اختتام تک برآمد 120,000 ٹن تک پہنچ جائے گی جبکہ پچھلے سال برآمدات 80,000 ٹن تھیں۔ اس مقدار میں افغانستان اور ایران سے ہونے والی غیر رسمی تجارت شامل نہیں ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ پاکستان کو اندرونی اور بیرونی سطح پر کاروبار میں آسانی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر مشرقی وسطیٰ کی فضائی کمپنیوں کے کرائے پاکستانی برآمد کنندگان کے لیے بھارتی آم کے برآمد کنندگان کے مقابلے 20 فیصد زیادہ ہیں۔ 2018-19 میں سندھ میں درجہ حرارت زیادہ ہونے کی وجہ سے زیادہ تر آم کی کھپوں کو جہاز پر لاوا ہی نہیں جاسکا تھا۔ لہذا کراچی میں حکومت کو آم ذخیرہ کرنے کے لیے سرد خانے کی سہولت فراہم کرنی چاہیے۔ (بزنس ریکارڈر، 17 ستمبر، صفحہ 8)

پاکستان نے پانچ سال بعد آم کا برآمدی ہدف حاصل کیا ہے اور اس سال ریکارڈ 115,000 ٹن آم برآمد کیا گیا ہے۔ برآمد کنندگان کے مطابق عالمی منڈی میں آم کی بہتر قیمت حاصل کرنے میں کامیابی ملی ہے جس کے نتیجے میں برآمدات سے 80 ملین ڈالر کا زرمبادلہ حاصل ہوا۔ سابق چیئرمین پی ایف وی اے وحید احمد کا کہنا ہے کہ گزشتہ سال آم کی پیداوار 1.3 ملین ٹن تھی جبکہ اس کی برآمد 85,000 ٹن تھی۔ اس سال 1.5 ملین ٹن آم کی پیداوار ہوئی۔ (بزنس ریکارڈر، 20 ستمبر، صفحہ 7)



## ● گوشت

پاکستان چائینہ جوائنٹ چیمر آف کامرس اینڈ انڈسٹری (PCJCCI) نے پاکستان سے چین کو گوشت کی برآمد بڑھانے کے لیے حکومت پر زور دیا ہے۔ PCJCCI (پی سی جے سی سی آئی) کے صدر زرک خان کا کہنا ہے کہ گوشت کی عالمی تجارت میں بڑی خلا موجود ہے اور پاکستان کے پاس صلاحیت ہے کہ وہ گوشت کی برآمد کو فروغ دے کر زرمبادلہ کمائے۔ پاکستان دنیا میں مال مویشی کی چوتھی سب سے بڑی آبادی والا ملک ہے جہاں 180 ملین مویشیوں کی تعداد میں سالانہ 4.2 فیصد بڑھوتری ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ ملک میں چار درجن سے زائد بھیڑ اور بکری کی نسلیں موجود ہیں جو پاکستان کو بکرے کے گوشت کی پیداوار کا دوسرا بڑا ملک بنانے میں معاون ہیں۔ لیکن اس کے باجود ہنرمند افرادی قوت اور تکنیک محدود ہونے کی وجہ سے پاکستان گوشت کی برآمد میں بہت پیچھے ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 13 نومبر، صفحہ 16)

## ● چینی

حکومت نے چینی کی صنعت کو خبردار کیا ہے کہ اگر مقامی منڈی میں چینی کی قیمتوں میں اضافے کا رجحان جاری رہا تو اس کی برآمد پر پابندی زیر غور آسکتی ہے۔ چینی کی قیمت میں 29 فیصد اضافہ ہوا ہے جو 58.47 روپے فی کلوگرام سے بڑھ کر اگست، 2019 میں 75.38 روپے فی کلوگرام ہو گئی ہے۔ قیمت میں یہ اضافہ حکومت کے لیے تشویش کا باعث ہے۔ حکام کے مطابق اجلاس میں چین اور افغانستان کو چینی کی برآمد پر بھی بات چیت کی گئی اور یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ مزید چینی کی برآمد کی اجازت دینے سے پہلے مقامی منڈی میں اس کی اضافی مقدار میں فراہمی کو یقینی بنایا جائے گا۔ اکتوبر کے مہینہ میں ایک اور اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جس میں چینی کی لاگت کا تعین کیا جائے گا۔ (بزنس ریکارڈر، 14 ستمبر، صفحہ 4)

## درآمدات

ایس اے بی نے حکومت پر ٹائمر اور پیاز کی درآمد پر پابندی عائد کرنے پر زور دیا ہے۔ دونوں اشیاء کی درآمد سے مقامی پیداوار کو ایسے وقت میں ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا کہ جب دونوں فصلیں اگلے کچھ

دنوں میں کٹائی کے لیے تیار ہیں۔ ایس اے بی کے صدر عبدالحمید نظامانی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ٹھٹھہ، سجاول، بدین، ٹنڈو محمد خان، حیدرآباد، میرپور خاص اور ساگھڑ میں ٹماٹر اور پیاز کی فصل کٹائی کے لیے تیار ہے۔ نصرپور میں پیاز کی فصل تیار ہونے والی ہے اور ٹماٹر بھی جلد منڈی میں دستیاب ہوگا۔ لہذا اس وقت ٹماٹر اور پیاز کی درآمد سے زریں سندھ میں کسانوں کو بھاری نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ اس سال ٹماٹر کی شاندار فصل متوقع ہے۔ گزشتہ سال 21,000 ہیکٹر پر ٹماٹر کی کاشت سے 153,000 ٹن پیداوار ہوئی تھی۔ تاہم اس سال ٹماٹر کا زیر کاشت رقبہ بڑھ کر 27,000 ہیکٹر ہو گیا ہے جس سے 210,000 ٹن ٹماٹر کی پیداوار متوقع ہے۔ (ڈان، 21 نومبر، صفحہ 17)

وزیر زراعت سندھ اسماعیل راہو نے ایسے وقت میں کہ جب بدین، ٹھٹھہ، سجاول، ٹنڈو محمد خان، میرپور خاص اور دیگر اضلاع میں ٹماٹر کی فصل تیار ہے، اس کی درآمد کی اجازت دینے اور بگلہ دیش کو پیاز درآمد کرنے پر وفاقی حکومت پر تنقید کی ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ ایران سے ٹماٹر کی درآمد پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ مقامی پیداوار کو بھاری نقصان پہنچائے گی۔ ملک میں سبزی اور دیگر زرعی اشیاء کی قیمتوں کو توازن میں رکھنے کے لیے ایک طریقہ کار بنانے کی ضرورت ہے۔ (ڈان، 25 نومبر، صفحہ 15)

## • کپاس

ایک خبر کے مطابق آل پاکستان ٹیکسٹائل ملز ایسوسی ایشن (APTMA) نے وزارت تجارت پر موزمبیق، مالی اور تاجکستان سے کپاس کی درآمد پر پابندی اٹھانے کا مطالبہ کیا ہے۔ ڈائریکٹر جنرل ڈی پی پی ڈاکٹر فلک ناز سے بات کرتے ہوئے ایگزیکٹو ڈائریکٹر APTMA (ایپٹا) شاہد ستار کا کہنا تھا کہ ملوں کو موزمبیق، مالی اور تاجکستان سے کپاس کی درآمد کے لیے اجازت نامے کے حصول میں مشکلات درپیش ہیں جبکہ ان ممالک سے ماضی میں کپاس کی درآمد کی اجازت تھی۔ حال ہی میں قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے تجارت کے رکن رضا نصر اللہ نے وسط ایشیائی ریاستوں سے کپاس کی درآمد پر عائد بھاری محصول کا معاملہ اٹھایا تھا، ان کا کہنا تھا کہ درآمدی محصولات امریکی کپاس کی قیمت سے زیادہ ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 15 نومبر، صفحہ 5)

کپاس کی پیداوار میں تحقیق و ترقی کا فقدان، کسانوں کی آمدنی میں کمی اور موسمی تبدیلی کی وجہ سے پاکستان میں کپاس کی پیداوار میں کمی ہو رہی ہے جس سے ہوسکتا ہے کہ پاکستان کو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے اس سال 1.5 بلین ڈالر مالیت کی کپاس درآمد کرنا پڑے گی۔ KCCI (کے سی سی آئی) کے صدر آغا شہاب احمد خان نے نشاندہی کی ہے کہ امریکی اور دیگر آزاد اندازوں کے مطابق مالی سال 2019-20 میں کپاس کی پیداوار میں 19 فیصد کمی کا خدشہ ہے۔ انھوں نے اس کمی پر شدید تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کپڑے کی صنعت کے لیے کپاس بنیادی خام مال ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 14 دسمبر، صفحہ 13)

کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے کپڑے کی صنعت کی بڑھتی ہوئی طلب پوری کرنے کے لیے کپاس کی درآمدات پر عائد تمام محصولات ختم کر دیے ہیں اور وسط ایشیائی ریاستوں اور افغانستان سے طورخم سرحد کے ذریعے کپاس درآمد کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ وزیراعظم کے مشیر خزانہ ڈاکٹر حفیظ شیخ کی سربراہی میں ہونے والے کمیٹی کے اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا جس پر اطلاق 15 جنوری، 2020 سے ہوگا۔ کپاس کی طلب و رسد میں فرق ختم کرنے کے لیے کامرس ڈویژن نے کپاس کی بلا محصول درآمد کی سفارش کی تھی۔ (ڈان، 31 دسمبر، صفحہ 1)

## ● ٹماٹر

ایک ماہ سے زیادہ تاخیر کے بعد حکومت نے بالآخر مقامی منڈی میں ٹماٹر کی آسمان کو چھوتی ہوئی قیمت پر قابو پانے کے لیے ایران سے ٹماٹر کی درآمدات سمیت دیگر راستے تلاش کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ حکومت کی خراب پالیسیوں اور خراب موسم نے مل کر ماہ اکتوبر سے ملک بھر میں ٹماٹروں کی فراہمی کے عمل کو متاثر کیا ہے۔ گزشتہ ماہ تیز بارشوں کی وجہ سے ٹماٹر کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ تاہم اگلے دو سے تین ہفتوں میں سندھ سے ٹماٹر اور پیاز کی نئی فصل منڈی میں آجانے کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 13 نومبر، صفحہ 10)

حکومت نے ٹماٹر کی بڑھتی ہوئی قیمت کم کرنے کی غرض سے محدود مدت کے لیے ایران سے ٹماٹر درآمد کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ مقامی منڈی میں ٹماٹر کی قیمت 300 روپے فی کلو تک پہنچ گئی تھی۔ ایران سے ٹماٹر کی کھپ اگلے چار دنوں میں پہنچنا شروع ہو جائے گی۔ وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق صاحبزادہ محبوب سلطان کا کہنا ہے کہ یہ ٹماٹر کی موسمی قلت ہے کیونکہ اس موسم میں بلوچستان سے ٹماٹر کی ترسیل بند ہو جاتی ہے جبکہ سندھ کی پیداوار منڈی میں آنے میں کچھ ہفتے باقی ہوتے ہیں۔ ایران سے کوئٹہ پہنچ کر ٹماٹر کی قیمت 53 روپے فی کلو گرام ہوگی۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 15 نومبر، صفحہ 13)

ایران سے ٹماٹر کی درآمد تیز ہو گئی ہے۔ گزشتہ ایک ہفتہ کے دوران 1,276 ٹن ٹماٹر درآمد کیا گیا ہے جبکہ حکومت نے ٹماٹر کی قیمت کم کرنے کے لیے مزید درآمد کی اجازت دیدی ہے۔ حکومت کی جانب سے ایران سے ٹماٹر کی درآمد کی اجازت دینے کے بعد کراچی کی سبزی منڈی میں ٹماٹر سے لدے کل 19 کنٹینر لائے گئے ہیں۔ ہر کنٹینر میں 22 ٹن ٹماٹر لدا ہوا تھا۔ سپر ہائی وے پر قائم کراچی کی سبزی منڈی میں ٹماٹر کی قیمت 300 روپے فی کلو گرام سے کم ہو کر 180 سے 210 روپے فی کلو ہو گئی ہے۔ پی ایف وی اے کے سربراہ وحید احمد کا کہنا ہے کہ میرپور خاص اور بدین سے بھی ٹماٹر آنا شروع ہو گیا ہے۔ انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ کراچی پہنچ کر ایرانی ٹماٹر کی قیمت 125 روپے فی کلو گرام ہے۔ تھوک و خوردہ فروشوں کو ناجائز منافع سے روکنے کی ذمہ داری شہری حکومت کی ہے۔ (ڈان، 21 نومبر، صفحہ 15)

#### • پیاز

ایران اور افغانستان سے پیاز کی درآمد بھی صارفین کو مدد فراہم کرنے میں ناکام ہے اور تاجروں نے پیاز کی قیمت 80 روپے فی کلو سے بڑھا کر 90 تا 100 روپے فی کلو کر دی ہے۔ ملکی ضرورت کے لیے صرف بلوچستان کی پیاز پر انحصار کی وجہ سے گزشتہ کچھ مہینوں سے اس کی قیمت میں اضافے کا رجحان ہے۔ بلوچستان کی پیاز پر انحصار سندھ کی پیاز کی نئی فصل تک جاری رہے گا جو اکتوبر کے وسط تک دستیاب ہوگی۔

(ڈان، 6 اکتوبر، صفحہ 10)

## • سب

ایک خبر کے مطابق حکومت کو پچھلے موسم میں سیب کی درآمد پر ٹیکس کی مد میں 6.09 ملین ڈالر کا نقصان ہوا ہے۔ سیل ٹیکس ایکٹ 1990 کے تحت افغانستان سے درآمد کی جانے والی خوردنی اشیاء ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں جبکہ دیگر ممالک سے درآمد پر 17 فیصد فی کلوگرام ڈیوٹی ادا کرنی پڑتی ہے۔ یہ بات سامنے آئی ہے کہ تاجر ٹیکس سے بچنے کے لیے ایران سے درآمد کیے جانے والے سیب کو دستاویزات میں افغانستان کا ظاہر کر رہے ہیں۔ پہلے ایران سے سیب افغانستان لایا جاتا ہے پھر وہاں سے تاجر اسے پاکستان لے آتے ہیں۔ نومبر سے شروع ہو کر 2 ستمبر، 2019 تک جاری رہنے والے موسم میں سیب سے لدے 1,750 ٹرک پاکستان لائے گئے جن میں فی ٹرک 27 ٹن سیب موجود تھا۔ اگر سیب کی قیمت 120 روپے فی کلو ہو تو 17 فیصد ڈیوٹی کے حساب سے رقم تقریباً 20 روپے فی کلو بنتی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 5 دسمبر، صفحہ 20)

## VI۔ کارپوریٹ شعبہ

### زرعی کمپنیاں

#### • بائیر

بائیر ایشیاء پیسیفک کے سربراہ جنس ہارٹمن (Jens Hartmann) نے اپنے حالیہ دورہ پاکستان میں اخبار سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ گلوبل کلائمٹ رسک انڈیکس (CRI) 2018 کے مطابق پاکستان پہلے ہی موسمی تبدیلی سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے 10 ممالک میں شامل ہے اور ورلڈ ریسیورس انسٹیٹیوٹ (WRI) کی رپورٹ کے مطابق پاکستان 2040 تک خطے میں پانی کی شدید کمی کا شکار ملک بننے کی طرف گامزن ہے۔ فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن (FAO) کے مطابق 1990 سے شدید موسمی آفات کی تعداد میں دگنا سے زیادہ اضافہ ہو چکا ہے۔ 1990 سے 2016 کے درمیان ہر سال اوسطاً 213 شدید موسمی واقعات رونما ہوئے ہیں جس کے نتیجے میں گندم، مکئی اور چاول جیسی اہم فصلوں کی پیداوار میں نمایاں کمی واقع ہوئی ہے جو خوراک کی قیمتوں میں اضافے اور آمدنی میں نقصان کا باعث ہے۔ آئندہ نسلوں کا غذائی تحفظ یقینی بنانے اور پیداوار میں اضافے کے لیے ٹیکنالوجی اور آلات کا استعمال اہم ہوگا۔ دنیا کی 12

فیصد زرعی زمین پر چھوٹے کسان کام کرتے ہیں جن کی 80 فیصد کاشت خوراک پر مشتمل ہوتی ہے۔ ان کسانوں کی پیداوار دنیا بھر میں استعمال ہونے والی کل خوراک کی 40 فیصد مقدار کے برابر ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ ”بائیو ٹیکنالوجی ایک ایسا طریقہ ہے جو فصلوں کی ایسی اقسام کی تیاری کے ذریعے کسانوں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے جو بیماریوں، کیڑے مکوڑوں اور شدید موسمی حالات کے خلاف مدافعت رکھتی ہوں۔ چھوٹے کسان بھی بائیو ٹیکنالوجی سے ایسے ہی فوائد حاصل کر سکتے ہیں جیسے کہ بڑی کاشتکار کمپنیاں بہتر پیداوار کی صورت حاصل کرتی ہیں“۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ ”پاکستان کے زرعی شعبہ میں بائیر کے کردار کی ایک مثال ملک میں مکئی کی کامیابی ہے۔ ہم نے زیادہ پیداوار دینے والے مکئی کے ہائبرڈ بیج متعارف کروا کر پیداواری بڑھوتری میں نمایاں کردار ادا کیا جس کے نتیجے میں آج پنجاب میں 95 فیصد سے زیادہ مکئی کا زیر کاشت رقبہ ہائبرڈ ہے“۔ (پرنس ریکارڈ، 8 نومبر، صفحہ 16)

بائیر ایشیا پیسیفک کے سربراہ جنر ہارٹمین نے ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ موسمی تبدیلی پیداواری وسائل، کیڑے مکوڑوں اور بیماریوں کے خطرات میں اضافہ، سیلاب، خشک سالی، گرمی کی لہر کی صورت منفی اثرات مرتب کرے گی جس سے آخر کار زرعی پیداوار کم ہوگی۔ کسانوں کو درپیش ان بڑھتے ہوئے مسائل کے نئے حل تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ ڈیجیٹل جدت (ڈیجیٹل انویشن) میں زراعت کو بہتر کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ جدید آلات کھیتوں سے متعلق اعداد و شمار اکٹھا کرنے، ان کا مشاہدہ کرنے، وسائل کے زیاں میں کمی کے لیے مددگار ہوتے ہیں جس سے پیداوار اور کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ خاص کر ڈرون اس شعبہ میں تبدیلی کا باعث ہو سکتے ہیں۔ حساس آلات (سینسر) سے لیس اعداد و شمار کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت رکھنے والے جدید ڈرون فصلوں میں ہونے والی تبدیلیوں کا درست انتظام کر سکتے ہیں، بیجوں کی کاشت اور فصلوں کے تحفظ کے لیے زہریلے مواد کا بہترین استعمال کر سکتے ہیں اور کسانوں کا اس مواد سے براہ راست متاثر ہونے کا خدشہ کم سے کم کرتے ہیں۔ زرعی ڈرونز کے استعمال میں اس کی بڑھتی ہوئی کارکردگی (اپیلی کیشنز) کی وجہ سے اضافہ ہو رہا ہے جیسے کہ کھیتوں کا فضائی جائزہ، پودوں کی صحت کی نگرانی، مٹی کا تجزیہ اور جڑی بوٹیوں کی نشاندہی۔ چین کی مثال دیتے ہوئے ان کا مزید

کہنا تھا کہ چین میں ایک سال میں زرعی ڈرونز کے استعمال میں دگنا سے زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ لیزر کی مدد سے زمین ہموار کرنے کے آلے، شمسی توانائی سے چلنے والا انتہائی موثر آبپاشی نظام (اور اسمارٹ واٹر گرڈ) کے استعمال میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ ڈرونز کے استعمال میں اضافے کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ مزدوروں کی کمی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ عالمی بینک کے مطابق مجموعی ملازمتوں میں زراعت کا حصہ 1991 میں 43.25 فیصد تھا جو 2018 میں کم ہو کر 26 فیصد ہو گیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 21 دسمبر، صفحہ 13)

## غذائی کمپنیاں

شنگھائی، چین میں ہونے والی دوسری چائنا انٹرنیشنل امپورٹ ایکسپو کے دوران چین کی ایک غذائی کمپنی بی اسٹور (Bestore) نے پاکستان میں چلغوزے کی خرید و فروخت اور اسے صنعتی معیار پر تیار (پروسیسنگ) کرنے والی کمپنی ہالوفوڈز (Halo Foods) کے ساتھ 42 ملین ڈالر (300 ملین یو آن) کا معاہدہ کیا ہے۔ بی اسٹور کے صدر یاگ منفن کا کہنا ہے کہ ہاتھ سے چھلے گئے چلغوزے ان کی کمپنی کے لیے مہنگے ترین میوہ جات میں سے ایک ہیں۔ یاگ کا مزید کہنا تھا کہ عالمگیریت (گلوبلائزیشن) ان کی سب سے بڑی طاقت ہے اور ان کا 25 فیصد خام مال بیرون ملک سے درآمد کیا جاتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 8 نومبر، صفحہ 7)

وزیراعظم عمران خان کی صاف اور سرسبز پاکستان مہم کے تحت مشروبات بنانے والی پیپسی کو کمپنی 2021 تک 140,000 افراد کو پینے کا صاف پانی فراہم کرنے کے لیے کام کر رہی ہے۔ کمپنی کی جانب سے لاہور میں پانی صاف کرنے والے ایک فلٹر پلانٹ کی بحالی کے بعد اس کا افتتاح کیا گیا ہے۔ وزیر صنعت و تجارت پنجاب میاں محمد اسلم اقبال نے اس فلٹر پلانٹ کا افتتاح کیا۔ پیپسی کو کے مطابق عالمی غیر سرکاری تنظیم واٹر ایڈ نے پیپسی کو کی مالی مدد سے اس پلانٹ کو ازسرنو بحال کیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 17 دسمبر، صفحہ 7)

ایک خبر کے مطابق پاکستان کا بڑھتا ہوا خوردہ فروش شعبہ (ریٹیل سیکٹر) بڑی برآمدی کمپنیوں کی سرمایہ کاری

کے لیے پرکشش ہے۔ اس سلسلے میں ایک پاکستانی کمپنی افتخار احمد اینڈ کمپنی نے اس شعبے میں 250 ملین روپے کی سرمایہ کاری کرنے کا اعلان کیا ہے۔ کمپنی نے مقامی اور عالمی منڈیوں کو تازہ پھل سبزیاں اور پھلوں کا گودا فراہم کرنے کے لیے اپنے 59 سالہ تجربے کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ کمپنی نے بدلتے ہوئے طرز زندگی کی ضروریات اور مقامی منڈی کی مدد کے لیے خوردہ فروش شعبہ میں اپنے کاروبار کو خوردہ فروش مراکز (ریٹیل چین) کے ذریعے بڑھانے کا فیصلہ کیا ہے۔ کمپنی نے ایک نیا برانڈ ”گو 4 فریش“ کے نام سے قائم کیا ہے۔ اس برانڈ کے خوردہ فروش مراکز کے قیام کو کراچی کے بعد مشرق وسطیٰ اور برطانیہ تک وسعت دی جائے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 21 دسمبر، صفحہ 20)

## کھاد کمپنیاں

### • فوجی فریٹلائزر

ایک خبر کے مطابق فوجی فریٹلائزر کمپنی ملک میں غذائی تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے کام کر رہی ہے جس سے اس وقت 80 ملین سے زیادہ افراد متاثر ہو رہے ہیں۔ فوجی فریٹلائزر اپنی غیر منافع بخش تنظیم ”سونا ویلفیئر فاؤنڈیشن“ کے ذریعے پاکستان بھر میں مقامی کسانوں کو مختلف پروگراموں کے ذریعے پائیدار، موسمی تبدیلی سے مطابقت رکھنے والی زراعت کے لیے مدد فراہم کر رہی ہے۔ بین الاقوامی بیج کمپنی سنجھانے اس حوالے سے شراکت کے لیے سونا ویلفیئر فاؤنڈیشن کے ساتھ مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے ہیں۔ دونوں کمپنیاں اس مشترکہ پلیٹ فارم کو استعمال کرتے ہوئے کسانوں کی صلاحیت میں اضافے (کپیسٹی بلڈنگ) اور انہیں بااختیار بنانے کے لیے تعاون کریں گی۔ (بزنس ریکارڈر، 22 ستمبر، صفحہ 11)

ایک خبر کے مطابق 30 ستمبر، 2019 تک نو ماہ میں فوجی فریٹلائزر کمپنی نے 13.2 بلین روپے بعد از محصول منافع کا اعلان کیا ہے۔ گزشتہ سال اسی دورانیے میں کمپنی نے 10 بلین روپے منافع کا اعلان کیا تھا۔ نو ماہ کے دورانیے میں کمپنی کی فروخت کا حجم 73.02 بلین روپے تھا۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 29 اکتوبر، صفحہ 20)



## • اینگرو فریلائزر

اینگرو فریلائزر کے چیف فنانشل افسر عمران احمد نے اخباری نمائندوں سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ موثر طریقوں سے زرتلانی کی فراہمی (اسارٹ سبسڈی) جیسے اقدامات نہ صرف چھوٹے کسانوں کی آمدنی میں اضافے کا سبب ہوں گے بلکہ اس سے پاکستان کا زرعی شعبہ بھی ترقی کرے گا۔ پاکستان میں زیادہ تر زرعی ملکیت 10 فیصد امیر ترین افراد کے ہاتھوں میں مرکوز ہے جو تقریباً 50 فیصد زرعی زمین کے مالک ہیں۔ جبکہ بقیہ 90 فیصد کسانوں کے پاس بہت کم زرعی زمین ہے۔ یہ اعداد و شمار پاکستان میں چھوٹے کسانوں کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس صورتحال میں حکومت کی طرف سے یوریا کی پیداوار پر درآمدی مائع قدرتی گیس (LNG) کے ذریعے دی جانے والی زرتلانی براہ راست اور بلا تفریق بڑے جاگیرداروں کو فائدہ پہنچا رہی ہے جن کی زرعی آمدنی پر کوئی ٹیکس نہیں ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 24 اکتوبر، صفحہ 20)

ایک خبر کے مطابق UAF (یو اے ایف) اور اینگرو فریلائزر لمیٹڈ نے ہائبرڈ ٹیکنالوجی کے استعمال کے ذریعے زرعی ٹیکنالوجی کے تبادلے کے لیے مشترکہ طور پر جامع ای لرننگ نظام (انٹی گریٹیڈ ای لرننگ سسٹم فار ایگری کلچرل ٹیکنالوجی ٹرانسفر بائی یوزنگ ہائبرڈ ایروچ) کی تیاری کے لیے مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے ہیں۔ اس پروگرام کے لیے سرمایہ ہائبرڈ ایجوکیشن کمیشن اپنے ٹیکنالوجی ڈیولپمنٹ فنڈ کے ذریعے فراہم کر رہا ہے۔ معاہدے میں اتفاق کیا گیا ہے کہ مشترکہ طور پر زرعی سفارشات تیار کرنے کے لیے کھیتوں کے مشترکہ دورے (فیلڈ ٹرائل) کیے جائیں گے اور اس معلومات کو مزید استعمال کرنے کے لیے کسانوں کے لیے معلوماتی مواد اور ویڈیوز تیار کی جائیں گی۔ (بزنس ریکارڈر، 22 دسمبر، صفحہ 5)

## کارپوریٹ لابی

ایوان صنعت و تجارت لاہور کے صدر عرفان اقبال شیخ نے چین کے چھ کئی تجارتی وفد سے ملاقات کے دوران کہا ہے کہ چین کی جدید ٹیکنالوجی اور مہارت پاکستان کو دنیا میں خوراک کی پیداوار کا مرکز بنانے میں مددگار ہو سکتی ہے۔ پاکستان کے پاس وسیع زرخیز زمین، تمام موسم اور دنیا کا بہترین نہری نظام موجود

ہے لیکن جدید ٹیکنالوجی کے فقدان کی وجہ سے ملک ان وسائل سے فائدہ نہیں اٹھا سکا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ چین نے خود کو معاشی دیو میں تبدیل کیا ہے جو پہلے ہی پاکستان کو خوشحال بنانے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ چین سے ٹیکنالوجی کا تبادلہ پاکستان کے صنعتی اور زرعی شعبہ میں بڑھوتری میں اضافے کو یقینی بنائے گا۔ (ڈان، 19 دسمبر، صفحہ 10)

### • گندم

پی ایف ایم اے بلوچستان کے صدر صالح آغا نے صوبائی محکمہ خوراک پر بلوچستان میں گندم کا بحران پیدا کرنے کا الزام عائد کیا ہے جس سے 100 کلو آٹے کی قیمت 5,500 روپے ہوگئی ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ سندھ و پنجاب گندم کی غیر قانونی برآمد (اسمگلنگ) کی سرپرستی کر رہے ہیں جو بلوچستان میں مصنوعی گندم کے بحران کی وجہ ہے۔ دوسرے صوبوں کے مقابلے بلوچستان میں گندم کی قیمت زیادہ ہے۔ بلوچستان حکومت کی ناقص پالیسیوں کی بدولت آدھی سے زیادہ آٹا ملیں بند ہوگئی ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 30 دسمبر، صفحہ 7)

### • چاول

ایف پی سی سی آئی کی قائمہ کمیٹی برائے چاول کے تیسرے اجلاس میں کمیٹی کے سربراہ رفیق سلیمان نے ”گرین سپر رائس“ نامی چاول کے نئے انقلابی بیج سے متعلق آگاہ کیا جو کم قیمت ہے اور اس بیج کو پانی کی ضرورت بھی کم ہوتی ہے، جبکہ اس کی پیداوار چاول کے دیگر بیجوں سے زیادہ ہے۔ ریپ کی مسلسل کوششوں کے بعد یہ بیج اس سال کاشت کے لیے کسانوں میں تقسیم کیے گئے ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ ”یہ خوش آئند بات ہے کہ اس بیج کے نتائج تسلی بخش اور حوصلہ افزاء ہیں اور ہمیں اس سال اچھے معیار کا چاول حاصل ہوگا۔ چاول کی 75 سے 80 من فی ایکڑ پیداوار کو اچھا سمجھا جاتا ہے لیکن گرین سپر رائس روایتی بیجوں کے مقابلے بہتر چاول کی قسم ہے۔“ ریپ کے وائس چیئرمین محمد رضا کا کہنا تھا کہ ”ایسوسی ایشن نے توثیق کی ہے کہ گرین سپر رائس گرمی برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جبکہ پانی اور دیگر

مدخل کے کم استعمال کے باوجود اس کی پیداوار شاندار ہے۔ پاکستان سمیت ترقی پزیر ممالک میں (اس بیج کی) تقسیم کے منصوبے کے لیے سرمایہ ملینڈا اینڈ بل گیٹس فاؤنڈیشن نے فراہم کیا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ اس بیج کو پھیلاتا ہمارا عزم ہونا چاہیے۔ (بزنس ریکارڈر، 2 نومبر، صفحہ 17)

سابق چیئرمین ریپ اور اٹلس فوڈز کے سربراہ سمیع اللہ چوہدری نے ایگریکلچر جرنلسٹ ایسوسی ایشن کے وفد سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان چاول کے زیر کاشت رقبے میں اضافہ کیے بغیر صرف چاول کی پیوری لگانے کی مشین (سیڈ ٹرانس پلانٹر)، لیزر کی مدد سے زمین ہموار کرنے کی مشین (لیزر لینڈ لیولر) اور کٹائی کی مشین (کیوتا ہارویٹر) متعارف کروا کر برآمدات کے لیے اضافی چاول کی پیداوار حاصل کر سکتا ہے۔ یہ مشینری پیداوار میں تقریباً 30 فیصد تک اضافے میں مددگار ہوں گی۔ اس وقت ملک میں ایک ایکڑ پر تقریباً 50,000 سے 60,000 پیوری ہاتھ سے بوئی جاتی ہیں جبکہ ٹرانسپلانٹر مشینری کی مدد سے یہ تعداد فی ایکڑ 100,000 تک بڑھائی جاسکتی ہے۔ تحقیق کے مطابق ایک کلوگرام چاول کی پیداوار کے لیے 4,000 لیٹر پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح زمین ہموار کرنے کی لیزر مشین کی مدد سے 30 فیصد پانی بچا کر کروڑوں روپے کی بچت کی جاسکتی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 9 نومبر، صفحہ 15)

## • کپاس

انچانے حکومت پر زور دیا ہے کہ خام کپاس کی درآمد پر تین فیصد ریگولیشنری ڈیوٹی، دو فیصد اضافی کسٹم ڈیوٹی اور پانچ فیصد سیلز ٹیکس ختم کیا جائے۔ چیئرمین انچا ڈاکٹر امان اللہ قاسم کا کہنا ہے کہ اضافی پیداواری لاگت کے باعث کپڑے کی صنعت اپنے برآمدی اہداف پورے کرنے کے قابل نہیں ہوگی۔ انھوں نے مزید کہا کہ پی سی جی اے کے حالیہ اعداد و شمار کے مطابق اس سال کپاس کی پیداوار کم ہوگی جبکہ مقامی منڈی میں کپاس کی قیمت پہلے ہی درآمدی کپاس سے زیادہ ہے، اگر یہی رجحان جاری رہا تو کپڑے کی صنعت منڈی میں مقابلہ نہیں کر سکے گی جس سے براہ راست ملکی برآمدات متاثر ہوں گی۔ (ڈان، 28 ستمبر،

صفحہ 10)

اچھا نے حکومت پر کپاس کی درآمد پر عائد 11 فیصد محصولات ختم کرنے پر زور دیا ہے۔ پریس کانفرنس کرتے ہوئے چیئرمین اچھا ڈاکٹر امان اللہ قاسم کا کہنا تھا کہ اگر حکومت نے کپاس کی درآمد پر عائد محصولات واپس نہ لیے تو کپڑے کی صنعت ڈوب جائے گی۔ یہ واضح ہے کہ کپاس کی پیداوار کم ہوگی اور طلب پوری کرنے کے لیے کپاس درآمد کرنی پڑے گی۔ ماضی میں کپڑے کی صنعت بھارت سے فاصلہ کم ہونے کی وجہ سے مناسب قیمت پر کپاس درآمد کرتی تھی۔ اب کپاس برازیل اور امریکہ جیسے ممالک سے درآمد ہوگی جو درآمدی لاگت میں اضافے اور صنعت پر اضافی بوجھ کا باعث ہوگی۔ (ڈان، 9 اکتوبر، صفحہ 10)

## VII۔ بیرونی امداد

بہتر ٹیکنالوجی کی مدد سے چترال میں ٹراؤٹ مچھلی کی پیداوار کو فروغ دینے کے لیے صوبائی محکمہ ماہی گیری کو مچھلیوں کی افزائش کے لیے دو عمودی سینالے (ورٹیکل فلوش انکیوبیٹر) موصول ہو گئے ہیں۔ FAO (فاؤ) نے اپنے ایک منصوبے ”ملٹی ایئر ہیومنٹیرین پروگرام“ (Multi-Year Humanitarian Programme-MYHP) کے تحت یہ آلات فراہم کیے ہیں۔ یہ آلات ٹراؤٹ مچھلی کے انڈوں کو سینے کے لیے استعمال کیے جائیں گے تاکہ ماہی پروری کرنے والوں کو ٹراؤٹ مچھلی کی پیداوار اور فراہمی کو یقینی بنایا جاسکے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 7 ستمبر، صفحہ 6)

بل اینڈ میلنڈا گیٹس فاؤنڈیشن (B&MGF) نے پاکستان کے ساتھ غربت کے خاتمے کے منصوبے ”احساس“ کے لیے مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے ہیں۔ B&MGF (بی اینڈ ایم جی ایف) نشوونما میں کمی کے نتیجے میں بچوں میں ہونے والی قد میں کمی (اسٹینٹنگ) کے مرض کو کم کرنے کے لیے عوامی طبی سہولیات کے نظام میں سرمایہ کاری سمیت مختلف سرگرمیوں میں حکومت پاکستان کی مدد کرے گی۔ بی اینڈ ایم جی ایف نے 2020 میں پاکستان میں 200 ملین ڈالر خرچ کرنے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ (ڈان، 27 ستمبر، صفحہ 5)

فاؤ نے خیبر پختونخوا میں حال ہی میں ضم ہونے والے قبائلی علاقوں میں تقریباً 8,000 گھرانوں کو بیج پیکنج کی تقسیم شروع کر دی ہے۔ ان گھرانوں میں 410 وہ گھرانے بھی شامل ہیں جن کی سربراہ عورتیں ہیں۔ یہ بیج پیکنج برطانوی ادارہ برائے بین الاقوامی ترقی (DFID) کے تعاون سے چلنے والے منصوبے ”کے پی مرچڈ ڈسٹرکٹ پروگرام“ کا حصہ ہے۔ اس منصوبے کے تحت فاؤ ہر گھرانے کو 50 کلوگرام گندم کے، 25 کلوگرام مٹر کے بیج اور چارے کے لیے استعمال ہونے والی گھاس (روڈس گراس) کے بیج فراہم کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ مزید 1,000 گھرانوں کو یہ بیج پیکنج جاپان انٹرنیشنل کوآپریشن ایجنسی (JICA) کے تعاون سے فراہم کیے جا رہے ہیں۔ موسمی تبدیلی سے مطابقت رکھنے والے فصلوں کے بیج فصلوں کی پیداوار بحال کرنے، غذائی تحفظ اور کسانوں کی معیاری بیج کے حوالے سے خود انحصاری میں اضافے کے لیے فراہم کیے گئے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 15 نومبر، صفحہ 6)

## عالمی بینک

عالمی بینک نے سندھ حکومت کے 1.93 بلین ڈالر کے نئے منصوبوں کی منظوری دے دی ہے جس میں سکھر اور گڈو بیراج کی مرمت و بحالی اور ادارہ فراہمی و نکاسی آب کراچی (KWSB) میں اصلاحات کے منصوبے شامل ہیں۔ وزیر اعلیٰ سندھ کا کہنا تھا کہ کراچی واٹر سروس امپرومنٹ پراجیکٹ 1.6 بلین ڈالر لاگت کا پروگرام ہے جو تین مراحل میں مکمل ہوگا۔ جبکہ گڈو اور سکھر بیراج کی بحالی کا منصوبہ 328 ملین ڈالر لاگت کا ہے۔ (ڈان، 2 نومبر، صفحہ 16)

## ایشیائی ترقیاتی بینک

ایشیائی ترقیاتی بینک (ADB) نے بینظیر انکم سپورٹ پروگرام (BISP) کو ادارہ جاتی سطح پر مزید مستحکم کرنے میں مدد کے لیے پاکستان کو 200 ملین ڈالر اضافی قرض کی فراہمی کے معاہدے پر دستخط کیے ہیں۔ ADB (اے ڈی بی) کی مالی امداد کا یہ منصوبہ اکتوبر، 2013 میں منظور ہوا تھا جس کے ذریعے 855,000 سے زائد مستحق عورتوں کا BISP (بی آئی ایس پی) میں اندراج ممکن ہوا۔ یہ اضافی قرض اس منصوبہ کے لیے

اے ڈی بی کی مسلسل مدد کو یقینی بنائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ بی آئی ایس پی کو مستحکم کرنے کے اقدامات اور ان پر عمل درآمد کے لیے مددگار ہوگا۔ (ڈان، 12 اکتوبر، صفحہ 5)

## VIII۔ پالیسی

وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق صاحبزادہ محبوب سلطان کے مطابق حکومت ملک بھر میں زراعت کو ترقی دینے کے لیے چین کی مدد سے 13 بڑے منصوبوں کے اجراء کی تیاری کر رہی ہے۔ چینی وفد سے بات کرتے ہوئے وفاقی وزیر کا مزید کہنا تھا کہ پاکستان اشیاء کی قدر میں اضافے کی مطلوبہ ٹیکنالوجی (ویلیو ایڈیشن ٹیکنالوجی) نہ ہونے کی وجہ سے زرعی شعبے میں پیچھے ہے۔ چین کے ساتھ اشتراک اور بہتر طریقوں کا استعمال پاکستان کے زرعی وسائل کے موثر استعمال میں مددگار ہوگا۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 17 ستمبر، صفحہ 13)

پی سی جے سی سی آئی زرک خان نے کہا ہے کہ چین پاکستان میں کپڑا، اس کی رنگائی اور کڑھائی کی صنعت کے علاوہ غذائی صنعت (فوڈ پروسیسنگ) میں سرمایہ کاری کرنے کا خواہشمند ہے۔ چین کی مدد سے منڈی میں پاکستانی خوراک اور کپڑے کی مسابقت میں بہتری اور اس کے پیداواری معیار میں اضافہ ہوگا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ غذائی پیداوار میں پنجاب، پاکستان دنیا کے 10 سرفہرست خطوں میں شامل ہے لیکن ٹیکنالوجی کا فقدان اور کاشت کے بعد کے نقصانات کی وجہ سے پنجاب سے غذائی اجناس کی درآمد میں اضافہ نہیں ہو رہا۔ چین سے خوراک کی عمل کاری پر مبنی تکنیک (فوڈ پروسیسنگ ٹیکنالوجی) پاکستان منتقل کرنے سے لاگت کم ہونے اور جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کی بنا پر برآمدات میں اضافہ ہوگا۔ (بزنس ریکارڈر، 10 اکتوبر، صفحہ 15)

سندھ زرعی یونیورسٹی، ٹنڈو جام (SAU) نے زرعی انجینئرنگ و ٹیکنالوجی پر پہلی عالمی کانفرنس (ICAET-2019) منعقد کی ہے۔ افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے وزیر زراعت سندھ محمد اسماعیل

راہو کا کہنا تھا کہ صوبائی حکومت نے زراعت میں بہتری اور ترقی کے لیے صوبے میں کئی منصوبے شروع کیے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ سائنسدانوں کو پانی کی قلت، موسمی تبدیلی اور ملکی غذائی تحفظ کے مسائل پر قابو پانے کے لیے جدید ٹیکنیک متعارف کروانی چاہیے۔ یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر مجیب الدین میمن کا اس موقع پر کہنا تھا کہ جدید ٹیکنالوجی، تصدیق شدہ بیجوں، ماحولیات کی بنیاد پر کاشتکاری کے طریقوں کا فقدان، جنگلات میں کمی اور فصلوں کی کٹائی کے بعد درکار جدید ٹیکنالوجی کا فقدان زرعی شعبہ کے بنیادی مسائل ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 6 نومبر، صفحہ 15)

حکومت پنجاب نے صوبہ میں مقرر کردہ قیمتوں پر غذائی اشیاء کی دستیابی یقینی بنانے کے لیے تحصیل کی سطح پر کسان بازار قائم کرنے اور پانچ بڑے شہروں میں گھروں پر غذائی اشیاء پہنچانے کی سہولت شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ایک اجلاس کی سربراہی کرتے ہوئے چیف سیکریٹری پنجاب کا کہنا تھا کہ ابتدائی طور پر گھروں پر غذائی اشیاء پہنچانے کی سہولت لاہور، راولپنڈی، گجرانوالہ، فیصل آباد اور ملتان میں شروع کی جائے گی۔ قیمتوں کی نگرانی اور صارفین کی شکایات کو مؤثر طریقہ سے حل کرنے کے لیے ”قیمت پنجاب ایپ“ تیار کر لیا گیا ہے۔ اس موبائل ایپلی کیشن کی مدد سے مقررہ قیمتوں پر آن لائن خریداری بھی کی جاسکے گی۔ اگلے ماہ سے مختلف اضلاع کی 30 پھل و سبزی منڈیوں میں کسان بازار (فارمرز مارکیٹ) کام شروع کر دیں گے جہاں کسان براہ راست آدھتی کو شامل کیے بغیر سبزی، پھل اور اس جیسی دیگر اشیاء فروخت کر سکیں گے۔ کچھ عرصے بعد ہر ضلع میں تحصیل کی سطح پر اس طرح کے دو کسان بازار قائم کیے جائیں گے۔ (بزنس ریکارڈر، 9 نومبر، صفحہ 15)

وزیر اعلیٰ کے پی محمود خان نے ضلع جاوڑ میں قبائلی علاقوں کے لیے وزیراعظم کے قومی زرعی ہنگامی منصوبے (نیشنل ایگریکلچرل ایمرجنسی پروگرام) کے تحت چھ منصوبوں کا افتتاح کیا۔ ان چھ منصوبوں میں زیتون کی کاشت اور زیتون سے تیل کشید کرنے، زرتلانی کے حامل گندم کے بیج، مرئی و مال مویشی کی تقسیم اور دودھ کے کاروبار کے لیے دودھ ٹھنڈا کرنے والے ٹینک شامل ہیں۔ قومی زرعی ہنگامی منصوبے کے تحت اگلے

چار سالوں میں خیبر پختونخوا میں زراعت، مال مویشی، ماہی گیری اور آبپاشی کے شعبہ کے فروغ کے لیے 44.5 بلین روپے خرچ کیے جائیں گے۔ تفصیلات کے مطابق قبائلی علاقوں میں زرعی شعبہ کی ترقی کے لیے 25.21 بلین روپے مختص کیے گئے ہیں جبکہ 10.46 بلین روپے کی اضافی رقم مختصر مدت کے منصوبوں پر خرچ کی جائے گی۔ منصوبہ کے تحت قبائلی علاقوں میں 8,000 ایکڑ بنجر زمین باغات میں تبدیل کی جائے گی جبکہ 28,000 ایکڑ بنجر زمین کو زیر کاشت لایا جائے گا۔ اس کے علاوہ مکئی اور گندم کے بیج کی پیداوار کے لیے 25,000 ایکڑ زمین استعمال کی جائے گی۔ 16,000 ایکڑ زمین سبزیوں کی کاشت کے لیے مختص کی جائے گی جس کے لیے کسانوں کو مفت بیج فراہم کیے جائیں گے۔ اس ہی طرح سے 327 ٹیب ویلوں کو ششماہی پر منتقل کیا جائے گا اور پانی ذخیرہ کرنے کے لیے 100 تالاب بنائے جائیں گے۔

(دی ایکسپریس ٹریبون، 13 نومبر، صفحہ 6)

خیبر پختونخوا حکومت نے صارفین کے لیے پھل اور سبزیوں کی طلب پوری کرنے کے لیے ہر تحصیل میں دو کسان منڈیاں قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا نے ہدایت کی ہے کہ کسانوں کو مفت جگہ اور خدمات مہیا کی جائیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 14 نومبر، صفحہ 6)

ایک خبر کے مطابق وزیر اعظم کے 277 بلین روپے کے زرعی ہنگامی پروگرام کے 13 منصوبوں میں سے صرف چار منصوبوں میں صوبہ سندھ شامل ہے۔ گلگت بلتستان، آزاد کشمیر اور باقی تینوں صوبے تمام 13 منصوبوں کا حصہ ہیں۔ وزیر زراعت سندھ اسماعیل راہونے کہا ہے کہ سندھ حکومت گندم، چاول، گنا اور روغنی بیجوں کی پیداوار میں اضافے کے منصوبوں کا حصہ ہے جبکہ بارانی علاقوں میں چھوٹے اور درمیانی ڈیموں میں پانی محفوظ کرنے کی گنجائش میں اضافہ زیر غور ہے۔ فصلوں کی پیداوار میں اضافے کے منصوبے کی لاگت کا 25 فیصد وفاقی حکومت جبکہ 75 فیصد سندھ حکومت کے ذمہ ہے۔ روغنی بیجوں کی پیداوار کا قومی منصوبہ نیشنل آئل سیڈ انہانمنٹ پروگرام کی کل لاگت میں سندھ حکومت کا حصہ 60 فیصد اور وفاق کا 40 فیصد ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 27 نومبر، صفحہ 3)



پنجاب اسمبلی نے پنجاب ایگری کلچرل مارکیٹنگ ریگولیٹری اتھارٹی (PAMRA) ترمیمی آرڈیننس 2019 کی معیاد میں اضافہ کر دیا ہے۔ اسمبلی نے 26 ستمبر، 2019 کو نافذ ہونے والے اس آرڈیننس کی مدت میں مزید 90 دن کی توسیع کی ہے جس کا آغاز 25 دسمبر، 2019 سے ہوگا۔ (بزنس ریکارڈر، 29 نومبر، صفحہ 16)

وزیر زراعت پنجاب نعمان احمد لنگریال نے کسانوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ پنجاب حکومت نے گندم کی فی ایکڑ پیداوار میں اضافے کے لیے نو بلین روپے کے منصوبے کا آغاز کر دیا ہے۔ یہ منصوبہ وزیراعظم کی ہدایت پر شروع کیا گیا ہے۔ صوبائی وزیر نے کسانوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ گندم کی شاندار فصل کے لیے پی ایس سی کے تصدیق شدہ بیج استعمال کریں۔ (بزنس ریکارڈر، 29 نومبر، صفحہ 16)

پاکستان ایگریکلچرل ریسرچ کونسل (PARC) نے تھر پارکر میں تھر فاؤنڈیشن کے کھارے پانی سے زراعت کے آزمائشی منصوبہ کو بڑی کامیابی قرار دیا ہے۔ تھر فاؤنڈیشن اور PARC (پارک) نے تھر پارکر میں مقامی کسانوں کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کرنے اور پائیدار آمدنی کے لیے اس منصوبہ کو وسعت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ تھر فاؤنڈیشن اور پارک نے کھارے پانی سے قطرہ قطرہ آبپاشی نظام کے ذریعے 20 ایکڑ رقبے پر بیر، لیموں اور چیکو کی کاشت کا کامیاب تجربہ کیا ہے۔ منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تھر فاؤنڈیشن اور پارک نے باہمی تعاون کے لیے مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے ہیں جس کے تحت نمکیات کے خلاف مدافعت رکھنے والے چارے و نقد آور فصلوں کی آزمائش، کسانوں کی تربیت، معلومات کا تبادلہ، آگاہی مہم اور آزمائشی بنیادوں پر کاشت کی جاچکی فصلوں کی قدر میں اضافے (اکنامک ویلیو چین) کا بندوبست کیا جائے گا۔ (بزنس ریکارڈر، 4 دسمبر، صفحہ 3)

ایف پی سی سی آئی کے صدر دارو خان اچکزئی نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ 2018 میں اعلان کردہ قومی غذائی تحفظ پالیسی پر عمل درآمد کرے اور زرعی تحقیق پر سرمایہ کاری میں اضافہ کرے جو اس وقت مجموعی

زرعی پیداوار کا صرف 0.18 فیصد ہے۔ جبکہ بھارت میں یہ شرح 0.30، نیپال میں 0.28، سری لنکا 0.34، چین 0.62 اور بنگلہ دیش میں 0.37 فیصد ہے۔ اس کے علاوہ سہولیات اور جدید تکنیک نہ ہونے کی وجہ سے کٹائی کے بعد کے اور ترسیلی نظام میں ہونے والا نقصان بہت زیادہ ہے جسے کم کرنے کی ضرورت ہے۔ اے ڈی بی کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں فصل کی کٹائی کے بعد ہونے والے نقصان کا حجم 1.12 بلین ڈالر سالانہ ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 11 دسمبر، صفحہ 5)

وزیر زراعت پنجاب ملک نعمان احمد لنگریال نے چیئرمین PAMRA (پامرا) نوید بھنڈار سے ملاقات کے دوران ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ پامرا ایکٹ جدید خطوط پر زرعی منڈی کے نظام کے قیام میں اہم کردار ادا کرے گا۔ پھل، سبزی، اجناس، کپاس، چینی، گڑ اور ماہی گیری سے متعلق اشیاء کی علیحدہ منڈیاں قائم کی جائیں گی جو کسانوں کو سہولت اور صارفین کو بہتر خدمات فراہم کریں گی۔ اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد پنجاب بھر میں تمام مارکیٹ کمیٹیاں اپنا کام اس نئے نظام کے تحت کریں گی۔ اس ایکٹ کے تحت منڈی کے نظام کو ازسرنو مرتب کیا گیا ہے، اب کسان اپنی پیداوار براہ راست صارف کو فروخت کر سکیں گے جس سے آڑھتی کا کردار محدود کرنے میں مدد ملے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 20 دسمبر، صفحہ 15)

پنجاب حکومت نے صارفین پر سے کچھ دباؤ کم کرنے اور آٹے کی قیمت کو مزید بڑھنے سے روکنے کے لیے گندم کی خریداری کو محدود کرنے کے پانچ سالہ منصوبے کو ملتوی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ حکام کا کہنا ہے کہ محکمہ زراعت پنجاب 310 ملین ڈالر کا منڈی کے استحکام و زرعی اصلاحات کا منصوبہ ”اسارٹ“ (اسٹریٹجک مارکیٹس فار ایگری کلچر اینڈ رورل ٹرانسفورمیشن) ملتوی کر دے گا۔ یہ پروگرام عالمی بینک کے ساتھ ایک معاہدے کے تحت شروع کیا گیا تھا۔ 2018 میں عالمی بینک کے ساتھ کیے گئے اس پانچ سالہ معاہدے کے تحت دیگر اصلاحات کے ساتھ ساتھ محکمہ خوراک پنجاب کو گندم کی خریداری میں کمی کرنا تھی۔ معاہدے کے تحت گندم کی خریداری دو بلین ٹن سے زائد نہیں ہونی چاہیے تھی۔ اس پروگرام پر عمل درآمد کے بدلے عالمی بینک محکمہ زراعت کو 150 ملین ڈالر قرضہ دے گا جس میں سے 76 ملین ڈالر محکمہ زراعت

کے لیے اور بقیہ رقم مال مویشی و آبپاشی کے محکموں کو دی جانی تھی۔ یہ فیصلہ وزیر اعلیٰ ہاؤس میں ہونے والے ایک اعلیٰ سطح کے اجلاس میں کیا گیا جس میں تحریک انصاف کے رہنماء جہانگیر ترین، عالمی بینک کے نمائندگان سمیت تمام صوبائی وزراء موجود تھے۔ حکومت پنجاب آئندہ کچھ روز میں عالمی بینک کو اسمارٹ (SMART) پروگرام ملتوی کرنے کا باقاعدہ اعلامیہ ارسال کرے گی۔ حکام کے مطابق اس کے ساتھ ہی پنجاب حکومت کی جانب سے 4.5 ملین ٹن گندم کی سرکاری خریداری کا ہدف مقرر کر دیا گیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 24 دسمبر، صفحہ 11)

### پیداوار

وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق اور پنجاب حکومت نے پولٹری ریسرچ انسٹیٹیوٹ (PRI) میں گھریلو مرغابی منصوبے کا آغاز کیا ہے۔ یہ منصوبہ پورے ملک میں بشمول آزاد کشمیر، اسلام آباد اور گلگت بلتستان میں حفاظتی نیٹے لگائی گئی پانچ ملین مرغیاں فراہم کرنے کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس منصوبے پر 1.6 بلین روپے لاگت آئے گی جس کا 30 فیصد وفاقی اور صوبائی حکومتیں جبکہ 70 فیصد اس منصوبے سے فائدہ اٹھانے والے برداشت کریں گے۔ وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق صاحبزادہ محبوب سلطان، وزیر مال مویشی پنجاب سردار حسین دریشک اور تحریک انصاف کے رہنما جہانگیر ترین نے منصوبے کا افتتاح کیا، اس دوران منتخب افراد میں مرغیاں بھی تقسیم کی گئیں۔ منصوبے کے تحت پانچ ملین مرغیاں رعایتی قیمت پر تقسیم کی جائیں گی جس تک تمام لوگوں کو رسائی حاصل ہوگی۔ (ڈان، 3 ستمبر، صفحہ 4)

ایگزیکٹو کمیٹی قومی اقتصادی کونسل (ECNEC) نے صوبہ پنجاب میں گنے کی پیداوار میں اضافے کے لیے 2048.90 ملین روپے لاگت کے قومی منصوبہ کی منظوری دیدی ہے۔ ”نیشنل پروگرام فار انہانسنگ پروڈیوٹیٹی تھرو انگریزنگ پروڈکٹیوٹی آف شوگر کین“ نامی یہ منصوبہ پنجاب میں گنے کی پیداوار کے 13 اہم اضلاع میں شروع کیا جائے گا۔ ان اضلاع میں سرگودھا، بھکر، فیصل آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ، جھنگ، چنیوٹ، منڈی بہاؤالدین، قصور، مظفر آباد، لید، راجن پور، بہاولپور اور رحیم یار خان شامل ہیں۔ یہ ایک مشترکہ منصوبہ ہے

جس کے لیے پنجاب 1737.70 ملین روپے فراہم کرے گا جبکہ وفاقی حکومت کا حصہ 311.23 ملین روپے ہوگا۔ منصوبے کے مقاصد میں گنے کی پیداوار کو 200 من فی ایکڑ تک لاکر اس سے آمدنی میں اضافہ کرنا، پیداوار میں اضافے کے نتیجے میں حاصل ہونے والی زمین کو مستقبل میں روغی بیجوں اور دیگر زیادہ قدر والی فصلوں کے لیے مختص کرنا شامل ہے۔ گنے کی پیداوار میں اضافہ مشینی زراعت کو فروغ دے کر حاصل کیا جائے گا، صوبائی حکومت 2,291 مشینی ہل، 1,142 کھیریاں بنانے کی مشینیں، 1,142 بمعہ کھاد پودے لگانے کی مشینیں، سات گنے کی بیجائی کی مشینیں (بلٹ پلانٹر)، 1,142 کھاد ڈالنے کی مشینیں (گریڈولر فریٹلائزراپلی کیٹر) فراہم کرے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 10 ستمبر، صفحہ 3)

وزیر زراعت پنجاب ملک نعمان احمد لنگریال نے مرید کے میں ایک سیمینار کے دوران کہا ہے کہ چاول کی فی ایکڑ پیداوار میں اضافے کے لیے وزیراعظم کے زرعی ہنگامی پروگرام کے تحت پنجاب میں چار ملین روپے خرچ کیے جا رہے ہیں۔ اس پروگرام کے تحت پیداواری لاگت کم کرنے کے لیے کاشتکاروں کو منظور اور تصدیق شدہ اقسام کے بیج فراہم کیے جائیں گے اور زرعی مشینری کے استعمال کو فروغ دیا جائے گا۔ (بزنس ریکارڈر، 18 اکتوبر، صفحہ 15)

وفاقی حکومت نے ملک بھر میں گندم کی پیداوار میں اضافے کے ذریعے آمدنی میں اضافے کا قومی منصوبہ ”نیشنل پروگرام فار انہاننگ پروڈیبلٹی“ کی منظوری دے دی ہے۔ ذرائع کے مطابق اس پروگرام کے تحت پھونڈی کے خلاف مزاحمت رکھنے والے گندم کے تصدیق شدہ بیجوں کی فراہمی کے ذریعے بیج کے تبادلے پر توجہ مرکوز ہوگی۔ محکمہ زراعت نے مستقبل میں غذائی مشکلات سے نمٹنے کے لیے زرعی ہنگامی پروگرام کے تحت یہ پانچ سالہ حکمت عملی مرتب کی ہے۔ اس پروگرام کا اہم حصہ تصدیق شدہ بیجوں کی رعایتی قیمت پر فراہمی کے ذریعے گندم کے بیجوں کا تبادلہ کرنا ہے۔ منصوبے کے تحت 12.5 ایکڑ تک زمین رکھنے والے کسانوں کو پانچ ایکڑ زمین کے لیے 50 فیصد زرعتانی کے حامل بیج فراہم کیے جائیں گے۔ (بزنس ریکارڈر، 23 اکتوبر، صفحہ 16)

وزیر صنعت پنجاب میاں اسلم اقبال نے کہا ہے کہ پنجاب حکومت انصاف راشن کارڈ پروگرام شروع کرے گی جس کے تحت غریب ترین افراد کو ہر مہینے 3,000 تک کا راشن خریدنے کی سہولت فراہم کی جائے گی۔ غریب ترین افراد کے لیے انصاف راشن کارڈ منصوبے کو حتمی شکل دی جا رہی ہے۔ اس پروگرام کے لیے دکانوں کا اندراج کیا جائے گا جہاں سے انصاف کارڈ کے ذریعے اشیاء خریدی جاسکیں گی۔ (بزنس ریکارڈر، 19 دسمبر، صفحہ 21)

ایک خبر کے مطابق پنجاب حکومت نے سورج مکھی اور دیگر روغنی بیجوں کی کاشت میں اضافے کے لیے ایک منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ منصوبے کے تحت صوبے کے مختلف علاقوں میں 260,000 ایکڑ زمین پر سورج مکھی کی فصل کاشت کی جائے گی۔ اس منصوبے کا مقصد زیادہ سے زیادہ خوردنی تیل کی پیداوار ہے تاکہ تیل کی درآمد کم کی جاسکے۔ اس وقت ملک میں صرف 34 فیصد خوردنی تیل کی پیداوار ہوتی ہے جبکہ 66 فیصد خوردنی تیل درآمد کیا جاتا ہے جس پر حکومت ہر سال بھاری زرمبادلہ خرچ کرتی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 21 دسمبر، صفحہ 5)

### • نیولبرل پالیسی

بلوچستان حکومت نے صوبے میں معاشی سرگرمیاں پیدا کرنے اور مال مویشی و ڈیری شعبے سے بھرپور پیداوار کے حصول کے لیے ایک جامع منصوبہ تیار کیا ہے۔ ڈائریکٹر جنرل محکمہ مال مویشی غلام حسین جعفر نے منصوبے کے اہم خدوخال بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ صوبے کے 29 ڈیری اور پولٹری فارموں کو بین الاقوامی معیار پر لانے اور زیادہ سے زیادہ پیداوار کے حصول کے لیے ازسرنو بحال کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ حکومت نے مویشیوں کے لیے نئے ہسپتال اور دواخانے (ڈسپنسریاں) تعمیر کرنے کی منصوبہ بندی بھی کی ہے جس کے لیے 500 ملین روپے مختص کیے جائیں گے تاکہ مویشیوں کی بہتر صحت اور پیداوار کو یقینی بنایا جاسکے۔ انھوں نے مزید کہا کہ مشائیل اور واہشک اضلاع میں اونٹوں پر تحقیق اور ان کے دودھ کی عمل کاری کے مراکز (پروسنگ پلانٹ) کی منظوری بھی آئندہ دنوں میں دی جائے گی۔ مزید آمدنی

کے حصول کے لیے حکومت ضلع لہری میں گائے کا فارم بھی قائم کرے گی۔ اس کے علاوہ ڈیری فارموں کو جدید آلات بھی فراہم کیے جائیں گے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 6 ستمبر، صفحہ 7)

وفاقی وزیر برائے قومی غذائی تحفظ و تحقیق صاحبزادہ محبوب سلطان نے کہا ہے کہ حکومت ماہی گیری شعبے سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے پہلی ماہی گیر پالیسی مرتب کر رہی ہے۔ سوات میں ٹراؤٹ فارمنگ پروگرام کے افتتاح کے موقع پر ان کا کہنا تھا کہ ملک میں فی کس سالانہ مچھلی کی کھپت صرف دو کلو ہے جبکہ دنیا کی اوسط کھپت 20 کلو فی کس سالانہ ہے۔ پاکستان دنیا کا وہ واحد ملک ہے جہاں 1,100 کلو میٹر طویل ساحل ماہی پروری (فش فارمنگ) کے لیے استعمال نہیں کیا گیا۔ انھوں نے ماہی گیروں پر زور دیا کہ وہ قدرتی وسائل سے فائدہ اٹھائیں اور ٹراؤٹ مچھلی کی فارمنگ کو فروغ دے کر ملک کی معاشی ترقی میں اپنا حصہ ڈالیں۔ وزیراعظم کے زرعی ہنگامی پروگرام کے تحت 2,355 ملین روپے لاگت کے اس ماہی پروری منصوبے کے تین جز ہیں۔ جھینگا پروری، ماہی پروری اور گلگت بلتستان و خیبر پختونخوا میں ٹراؤٹ مچھلی کی فارمنگ۔ وفاقی وزیر کا مزید کہنا تھا کہ ماہی گیری شعبہ کے لیے پالیسی فاؤ کی تکنیکی مدد سے تیار کی جائے گی۔ (ڈان، 6 ستمبر، صفحہ 11)

وزیراعظم کی مال مویشی مہم کے تحت اس ماہ حکومت نے مال مویشی شعبہ میں تین منصوبے شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان منصوبوں میں بچھڑوں کا تحفظ، بچھڑوں کو فروغ کرنے اور گھریلو مرغیوں شامل ہے۔ ان منصوبوں کا مقصد مال مویشی شعبہ کی پیداوار اور گوشت کی درآمد میں اضافہ کرنا ہے۔ بچھڑوں کے تحفظ (سیو دی کالف) منصوبے کے تحت حکومت صوبوں بشمول آزاد کشمیر اور اسلام آباد میں 0.380 ملین بچھڑے تقسیم کرے گی۔ جبکہ بچھڑوں کو فروغ کرنے کے منصوبے کے تحت حکومت گوشت کی پیداوار میں اضافے کے لیے 0.375 ملین بچھڑے تقسیم کرے گی۔ اس منصوبے کے تحت بلوچستان کو 0.320 ملین، خیبر پختونخوا کو 80,000، پنجاب کو 0.150 ملین، سندھ کو 0.1 ملین، گلگت بلتستان کو 15,000، آزاد کشمیر کو 15,000 ہزار اور اسلام آباد کو بھی 15,000 ہزار بچھڑے فراہم کیے جائیں گے۔ اس کے علاوہ گھریلو

مرغبانی کو فروغ دینے کے لیے ملک بھر میں پانچ ملین مرغبیاں تقسیم کی جائیں گی۔ (بزنس ریکارڈر، 8 ستمبر، صفحہ 11)

محکمہ زراعت پنجاب نے نجی و سرکاری اداروں کے تعاون سے گندم کی کاشت میں تصدیق شدہ بیجوں کے استعمال کی موجودہ شرح 17 فیصد سے بڑھا کر 40 سے 50 فیصد تک کرنے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ وزیر زراعت پنجاب نعمان احمد لنگرہیال کا کہنا ہے کہ حکومت کسانوں کے محفوظ کردہ بیجوں کو مختلف سرکاری اور نجی اداروں کے مصدقہ بیجوں سے تبدیل کرنے کی پالیسی اپنا سکتی ہے جس سے حکومت کو 750 روپے فی بوری (50 کلو) بیج کی لاگت کا فرق برداشت کرنا پڑے گا۔ اسی طرح کی پالیسی دیگر اہم نقد آور فصلوں جیسے کپاس، چاول، گنا اور روغنی بیجوں کے لیے بھی متعارف کروائی جا رہی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 16 اکتوبر، صفحہ 16)

اسٹیٹ بینک نے کاشتکاروں کو زرعی پیداوار و اجناس کے عوض قرضوں کے لیے گوداموں کی برقی رسیدوں (الیکٹرانک ویر ہاؤس رسپٹ) کو بطور رہن یا ضمانت استعمال کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ اس اقدام سے کاشتکار تاجر اور صنعتی طریقوں پر اشیاء تیار کرنے والے (پروسرز) بینک سے مالی خدمات حاصل کر سکیں گے اور رسمی قرضوں تک رسائی میں بہتری آئے گی۔ اس سہولت سے کٹائی کے بعد زرعی اجناس کے زیاں سے ہونے والے نقصان میں کمی آئے گی، کسانوں کی آمدنی میں اضافہ ہوگا اور زرعی اجناس کے متبادل رہن کے طور پر استعمال سے بینکوں کے لیے بھی نقصان کا اندیشہ کم ہوگا۔ (ڈان، 1 نومبر، صفحہ 10)

عالمی بینک کے وفد نے ایک پانی کے اقتصادیات کے ماہر تورو کونوشی (Toru Konishi) کی سربراہی میں سندھ اریگیشن اینڈ ڈرنیج اتھارٹی (SIDA) کے عہدیداروں کے ساتھ ملاقات میں پانی کے انتظام سے متعلق مسائل پر بات چیت کی ہے۔ تورو کونوشی نے SIDA (سیڈا) کے کام کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ کسان تنظیموں کا قیام، منصوبوں کا انتظام اور ایریا واٹر بورڈ کی صلاحیت میں اضافہ قابل تعریف ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ آبی وسائل کے تمام شراکت داروں کو ایک منظم پانی کے انتظام کے تحت لانے کے لیے کام جاری ہے جس کے لیے سندھ واٹر مینجمنٹ آرڈیننس 2002 میں ترمیم ہونی چاہیے۔ (ڈان، 2 نومبر، صفحہ 17)

اے ڈی بی کے پاکستان کی زرعی تھوک منڈی پر جاری کردہ ایک مقالے کے مطابق پاکستان فصل کی کٹائی کے بعد ہونے والے نقصانات میں 75 فیصد کمی کر کے سالانہ تقریباً 1.13 بلین ڈالر کی بچت کر سکتا ہے۔ 2016 کی تھوک قیمتوں کے حساب سے لگائے جانے والے اندازے کے مطابق چاروں صوبوں میں انگور، آم، آلو، ٹماٹر، مٹر، گوبھی، گاجر، شلجم، مولی، مینگن، کدو، بھنڈی، پیاز کی فصل کی کٹائی کے بعد ہونے والا سالانہ نقصان 700 سے 934 ملین ڈالر ہے۔ کٹائی کے بعد فصلوں اور پھلوں کے نقصان کی وجہ ناقص انتظام، ناقص نقل و حمل، ذخیرہ کرنے کی ناکافی سہولیات اور منڈی کا ڈھانچہ ہے جس سے کل پیداوار کا 30 سے 40 فیصد ضائع ہوتا ہے۔ مقالے میں کہا گیا ہے کہ ملک میں پیداوار کے حوالے سے قابل بھروسہ اور بروقت معلومات کا فقدان حکومت کی جانب سے درآمد، برآمد، فصلوں کی سرکاری خریداری سے متعلق موثر اقدامات اٹھانے میں مشکلات کا باعث ہے۔ اس صورتحال میں جدید ٹیکنالوجی کو استعمال کرتے ہوئے پیداوار اور قیمتوں کی معلومات فراہم کرنے کے لیے قومی زرعی پیداوار کی معلومات کا نظام (نیشنل ایگریکلچر پروڈکشن انفارمیشن سسٹم) بنانے کی تجویز دی گئی ہے۔ (ڈان، 8 نومبر، صفحہ 10)

گوادر، بلوچستان کے ماہی گیری شعبہ سے تعلق رکھنے والے پانچ رکنی وفد نے چین کے صوبہ فوجیان (Fujian) میں ماہی گیری اور اس سے متعلق اشیاء کی صنعتی تیاری (پرسیسنگ) کے مراکز کا دورہ کیا ہے۔ وفد نے یہ دورہ چائنہ اکنامک نیٹ (CEN) کی دعوت پر کیا۔ وفد کے ارکان کو پیداواری مراکز، بندرگاہوں، سردخانوں، سینالے (ہیجری اور نرسریوں) کا دورہ کروایا گیا۔ وزیراعظم عمران خان نے اپنے حالیہ دورہ چین کے دوران دونوں ممالک کے مابین ماہی گیری سے متعلق تجارت میں اضافے کی تجویز دی تھی۔ دونوں ممالک کی آزاد تجارتی پالیسیوں کے نتیجے میں ماہی گیری کی تجارت کے ذریعے تجارتی ہم



آہنگی میں اضافہ ہوا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 8 نومبر، صفحہ 7)

پاکستان میں چین کے سفیر یاؤ جنگ نے اعلان کیا ہے کہ چین گوادری، بلوچستان میں 19 کارخانے قائم کر رہا ہے۔ کوئٹہ میں صحافیوں سے بات کرتے ہوئے سفیر کا کہنا تھا کہ چین بلوچستان میں کان کنی، زراعت، ماہی گیری اور آبی شعبہ کی ترقی میں کردار ادا کرے گا۔ ان شعبہ جات میں ترقی کے مواقع ہیں جو صوبے میں غربت کے خاتمے میں معاون ہوں گے۔ چینی کمپنیاں پانی کے بحران سے دوچار بلوچستان کے آبپاشی شعبہ میں کام کر رہی ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ چینی سفارت خانہ بلوچستان کی تاجر برادری کے لیے ویزے کا حصول آسان بنا رہا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 9 نومبر، صفحہ 2)

کسانوں کی مدد کے لیے پنجاب حکومت کی جانب سے متعارف کیے جانے والا ”کارپوریٹ فارمنگ پراجیکٹ“ صوبائی حکومت کے خزانہ اور کوآپریٹو محکموں کے درمیان عدم اتفاق کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہو گیا ہے۔ منصوبہ بندی و ترقی بورڈ پنجاب کے سربراہ نے منصوبہ کی مشروط منظوری دیتے ہوئے دونوں محکموں کو اختلافات ایک طرف رکھ کر منصوبہ کا آغاز کرنے کے لیے محکمہ زراعت کی مدد کرنے کی ہدایت کی ہے۔ 400 ملین روپے لاگت کے اس منصوبہ کا مقصد رجم یارخان، سرگودھا اور سیالکوٹ کے 137 دیہات میں زرعی مصنوعات و زرعی مشینری کی فروخت کے لیے دیہات کی سطح پر تنظیمیں قائم کر کے فروخت کے مراکز (مارکیٹ) قائم کرنا ہے۔ اس منصوبہ کے تحت بارانی علاقوں کی فصلیں خریدنے کے لیے مراکز بھی قائم کیے جائیں گے اور کسانوں کو معمولی شرح سود پر دو ملین روپے کا گردش سرمایہ (ریوالنگ فنڈ) فراہم کیا جائے گا تاکہ وہ زرعی آلات خرید سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ پانچ ایکڑ تک زمین کاشت کرنے کے لیے آسان قرضوں تک رسائی دی جائے گی۔ تفصیلات کے مطابق منتخب شدہ 137 دیہات کو چار حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ہر گاؤں میں کوآپریٹو ڈپارٹمنٹ کے اشتراک سے دیہی تنظیم قائم کی جائے گی اور گاؤں کا 12 ایکڑ تک زمین رکھنے والا کوئی بھی کسان جو رکن بننے کا خواہش مند ہو ایک بارنی ایکڑ 500 روپے ادا کر کے کمیٹی کا رکن بن سکتا ہے۔ دیہی تنظیم اپنے ارکان کی درخواست پر مطلوبہ زرعی مشینری

خریدنے کے لیے اپنے بجٹ کے مطابق پانچ فیصد شرح سود پر کسانوں کو آسان قرضوں کی پیشکش کرے گی۔ مزید یہ کہ محکمہ زراعت مختلف کمپنیوں کی شراکت سے ہر گاؤں میں رعایتی قیمت پر کھاد، بیج اور زرعی زہر فروخت کرنے کے لیے دکانیں قائم کرے گا۔ یہ دکانیں بھی دیہی تنظیم کے زیر انتظام ہوں گی اور ان سے حاصل ہونے والا منافع دیہی کونسل کے بینک کھاتے میں جمع ہوگا۔ اس کے علاوہ ہر گاؤں میں خریداری مراکز قائم کیے جائیں گے جہاں کسان اپنی فصل فروخت کر سکیں گے اور حکومت یہ یقینی بنائے گی کہ کسانوں کو فصل کی مناسب قیمت ملے۔ دوسری طرف دیہی تنظیم پیداوار کو فروخت کے لیے لانے والے کسانوں سے (اپنی خدمات کے بدلے) معمولی رقم وصول کرے گی۔ آزمائشی منصوبہ کے تحت 137 دیہات کے کسانوں کو قرضہ فراہم کرنے کے لیے دیہی تنظیم کو دو سال کے لیے 297 ملین روپے فراہم کیے جائیں گے۔ دو سال بعد دیہی تنظیم کو دی گئی نصف رقم معاف کر دی جائے گی جبکہ بقیہ نصف رقم سالانہ اقساط میں اگلے پانچ سالوں میں واپس لی جائے گی تاکہ دیہی تنظیمیں مرحلہ وار اپنے مالی وسائل میں اضافہ کر سکیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 3 دسمبر، صفحہ 11)

وزیراعظم عمران خان نے اے ڈی بی کے سربراہ برائے دیہی ترقی و غذائی تحفظ ڈاکٹر اکل صدیق سے ملاقات کی ہے جنہوں نے بینک کی جانب سے کی گئی تحقیق اور اس کی سفارشات سے وزیراعظم کو آگاہ کیا۔ ڈاکٹر اکل کا کہنا تھا کہ موجودہ ضروریات کے تحت خصوصاً جدید زرعی ٹیکنالوجی کے فروغ کو مسلسل حکومتی سرپرستی کی ضرورت ہے۔ تحقیق و ترقی، جدید بیجوں، کیمیائی مواد (کھاد اور زرعی زہر)، مالی وسائل کی دستیابی، سرد خانے اور منڈی (مارکیٹنگ) کی فراہمی و ترسیل پر خصوصی توجہ مرکوز ہونی چاہیے۔ اے ڈی بی نے زرعی شعبہ میں اطلاعات و ٹیکنالوجی کو فروغ دینے کے لیے ایک ملین ڈالر کی امداد منظور کی ہے اور یہ منصوبہ اگلے سال شروع ہوگا۔ اس کے علاوہ اے ڈی بی کا صوبہ بلوچستان میں خصوصاً کچھی کنال کے علاقے میں زرعی شعبہ کو فروغ دینے کے لیے بڑے پیمانے پر کارپوریٹ زراعت متعارف کرنے کا منصوبہ ہے۔ (ڈان، 12 دسمبر، صفحہ 10)

ایک خبر کے مطابق پاکستان اور امریکہ آئندہ سال فروری میں زرعی شعبہ میں تعاون کے لیے بات چیت کریں گے۔ گوکہ تاریخ کا اب تک اعلان نہیں کیا گیا ہے، وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق خسرو بختیار نے امریکی سفیر پال ڈبلیو جومز سے ملاقات کے دوران کہا ہے کہ وزیراعظم عمران خان نے دونوں ممالک کے درمیان زرعی شعبہ میں تعاون بڑھانے پر زور دیا ہے۔ وفاقی وزیر کا کہنا تھا کہ حکومت امریکہ کے ساتھ سرد خانوں کی کڑی (کولڈ چین)، باغبانی سے متعلق اشیاء، گوشت اور ڈیری مصنوعات کی قدر میں اضافہ کی سہولیات (ویلیو ایڈیشن) جیسے شعبہ جات میں کام کرنے پر غور کر رہی ہے۔ مختصر مدت میں ان شعبہ جات سے فائدہ اٹھانے کے لیے دونوں ممالک کی مشترکہ کام کرنے کی حکمت عملی مناسب ہوگی۔ حکومت امریکہ کی مدد سے زرعی شعبہ خصوصاً حلال گوشت کی پیداوار سے فائدہ اٹھانے اور امریکہ کی مدد سے عالمی منڈی تک رسائی پر غور کر رہی ہے۔ (ڈان، 18 دسمبر، صفحہ 10)

## تحقیق

پاکستان اور چین کے درمیان کپاس کی افزائش اور بائیو ٹیکنالوجی کے حوالے سے تیسری کانفرنس ٹرنجینگ، چین میں اختتام پزیر ہوگئی ہے۔ کانفرنس میں دونوں ممالک کے 100 سے زائد ماہرین نے شرکت کی۔ ماہرین نے متعلقہ موضوعات جیسے کہ کپاس کے جینیاتی وسائل، کیڑے کوڑوں اور جڑی بوٹیوں کے خلاف جینیاتی کپاس، مشینی بیجائی اور چنائی کی ٹیکنالوجی پر معلومات کا تبادلہ اور بحث کی۔ دونوں ممالک کے ماہرین اس بات پر متفق تھے کہ کپاس کی پاک چین مشترکہ لیبارٹری نے اپنی تعمیر کے تین سالوں بعد کئی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ یہ کانفرنس چائینیز اکیڈمی آف ایگری کلچرل سائنس (CAAS) کے بائیو ٹیکنالوجی ریسرچ انسٹیٹیوٹ (BRI)، محمد نواز شریف زرعی یونیورسٹی ملتان (MNSUAM) اور بہاولدین زکریا یونیورسٹی (BZU) کی مشترکہ کوشش ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 13 ستمبر، صفحہ 7)

سرگودھا یونیورسٹی کے وائس چانسلر اشتیاق احمد نے کہا ہے کہ زرعی شعبہ میں پاکستان اور چین کے مابین تعاون بہت اہم ہے اور پاکستانی یونیورسٹیاں اس شعبہ میں چینی تحقیق اور ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

پاکستان اور چین کے مابین زرعی تعاون کے امکانات پر CEN (سین) سے گفتگو کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ پاکستان اور چین کے درمیان تعاون کے شعبوں میں زرعی شعبہ سب سے اہم ہے۔ چین نے زرعی شعبہ میں کئی موقعوں سے فائدہ اٹھانے کی پیشکش کی ہے۔ پاکستان فی ایکٹر زیادہ پیداوار کے لیے بیج کی پیداوار کے حوالے سے چین سے سیکھ سکتا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ پاکستان بیج، کرم کش زہر اور زرعی تحقیق کی دیگر اقسام میں پیچھے ہے۔ (برنس ریکارڈر، 3 نومبر، صفحہ 5)

## IX- ماحول

### زمین

#### • جنگلی حیات

ایک خبر کے مطابق وزارت موسمی تبدیلی نے پہلی دفعہ خطرات سے دوچار جنگلی حیات کی فہرست ”پاکستان ریڈ ڈیٹا لسٹ“ مرتب کرنے کے لیے سروے کا آغاز کیا ہے۔ ملک میں جنگلی حیات اور ان کے مسکن کے حوالے سے اعداد و شمار کا فقدان انہیں تحفظ فراہم کرنے کی کوششیں میں رکاوٹ رہی ہے۔ سیکریٹری وزارت موسمی تبدیلی حسن ناصر جامی کے مطابق وزارت خطرے سے دوچار خصوصاً معدومیت کے خطرے سے دوچار اقسام کی پہلی سرکاری فہرست کی تیاری کے لیے عالمی سطح پر تسلیم شدہ جنگلی حیات کے تحفظ کی تنظیموں سے اشتراک کر رہی ہے۔ حکام کے مطابق یہ فہرست عالمی سطح پر قابل قبول سائنسی تحقیق کی بنیاد پر جنگلی پودوں، جانوروں اور دیگر حیات کی ایک جامع فہرست ہوگی۔ (ڈان، 23 اکتوبر، صفحہ 4)

ہوبارڈ بسٹریٹ کمیشن کی جانب سے منظور کی گئی ایک رپورٹ کے مطابق پنجاب میں پچھلے تین سالوں (2017-2019) کے دوران تلور کی آبادی میں کمی ہوئی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ صوبے میں تلور کا شکار پائیدار بنیادوں پر نہیں ہوتا ہے۔ چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کی جانب سے 2017 میں قائم کیے گئے اس کمیشن کو ذمہ داری دی گئی تھی کہ وہ سروے کر کے یہ تجزیہ کرے کہ آیا تلور کا شکار پائیدار بنیادوں پر ہو رہا ہے۔ تلور کی آبادی کا اندازہ لگانے کے لیے پنجاب کے تین مقامات سے اعداد و شمار جمع کیے

گئے۔ سروے کے مطابق دسمبر، 2017 میں تلور کی آبادی 6,223، دسمبر، 2018 میں 6,759 جبکہ دسمبر، 2019 میں 5,302 رہی جس سے ان کی آبادی میں کمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ (ڈان، 29 دسمبر، صفحہ 14)

## • جنگلات

وزارت موسمی تبدیلی کی جانب سے قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے موسمی تبدیلی کو آگاہ کیا گیا ہے کہ وفاقی حکومت ملک بھر میں 3.29 بلین پودے لگانے کے لیے اب تک 1.25 بلین روپے جاری کرچکی ہے۔ سیکریٹری موسمی تبدیلی حسن ناصر جامی کا کہنا تھا کہ اگلے چار سالوں میں ملک میں 3.29 بلین درخت لگائے جائیں گے۔ یہ مہم وفاقی حکومت کے دس بلین درخت لگانے کے منصوبے کا حصہ ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 17 ستمبر، صفحہ 7)

وزیر اعلیٰ سندھ کے مشیر برائے قانون و ماحولیات اور ساحلی علاقہ جات مرتضیٰ وہاب نے کہا ہے کہ کاشور، ٹھٹھہ کے جنگلات میں پام کے درخت لگانے کا آزمائشی منصوبہ ان کی حکومت کے لیے ایک سنگ میل ہے۔ آزمائشی منصوبہ کے مقام کا دورہ کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ ابتدائی طور پر 1,100 پام کے درخت لگائے گئے ہیں جن سے سالانہ 1,200 من پام تیل حاصل کیا جاسکے گا۔ 50 ایکڑ سرکاری زمین پر لگائے گئے تمام درخت پیداوار دینے کے لیے تیار ہیں جن سے پام تیل کی پیداوار شروع ہوچکی ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ وہ وزیر اعلیٰ سندھ کی منظوری کے بعد اس منصوبے کو بڑے پیمانے پر توسیع دینے کے لیے اقدامات کریں گے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 25 اکتوبر، صفحہ 4)

## پانی

### • آلودگی

اسلام آباد میں پلاسٹک کے تھیلوں کے استعمال پر پابندی کے خلاف اسلام آباد ہائی کورٹ میں درخواست دائر کردی گئی ہے۔ درخواست گزاروں نے موقف اختیار کیا ہے کہ پلاسٹک کی صنعت سے وابستہ ہزاروں

افراد اس پابندی کی وجہ سے اپنے خاندان کی روزی روٹی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ درخواست میں مزید کہا گیا ہے کہ دنیا بھر میں کئی ممالک میں پلاسٹک کی تھیلیاں اب بھی استعمال ہو رہی ہیں۔ درخواست گزاروں کا کہنا تھا کہ وہ قابل تلف (بائیو ڈی گریڈیبل) تھیلیاں بنانے کے لیے تیار ہیں لیکن اس کے لیے حکومت کو مناسب مہلت دینی چاہیے۔ درخواست میں عدالت سے استدعا کی گئی ہے کہ وہ حکومت کے اس فیصلے کو منسوخ کر دے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 17 ستمبر، صفحہ 10)

USPCAS-W (یو ایس پی سی اے ایس - ڈبلیو) کے تحت مہران یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی (MUET) میں کی گئی ایک تحقیق کے مطابق کئی ذرائع کینچھر جھیل کے پانی کو آلودہ کر رہے ہیں جن میں کے بی فیڈر میں آمد و رفت، کئی شہروں اور قصبوں کی آلودگی، دیہات کا غیر صاف شدہ گھریلو اور زرعی فضلہ، کوٹری اور نوری آباد کے صنعتی علاقوں کا فضلہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ سیاحوں کا پیدا کردہ کچرا مسلسل دریائے سندھ میں جا رہا ہے۔ یہ آلودگی مچھلیوں کی افزائش و تعداد اور ہجرت کر کے آنے والے پرندوں میں کمی کی وجہ ہے جس نے مقامی افراد کو متبادل روزگار تلاش کرنے یا اس بدترین حالات میں رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تقریباً 50,000 افراد اپنے روزگار کے لیے براہ راست کینچھر جھیل پر انحصار کرتے ہیں۔ (ڈان، 12 اکتوبر، صفحہ 17)

کراچی یونیورسٹی میں پلاسٹک کی آلودگی کے حوالے سے منعقد ہونے والے ایک سیمینار میں بتایا گیا کہ دنیا بھر میں ممالک اور سمندروں کو پلاسٹک سے پاک کرنے کی مہمات مستحکم ہوتی جا رہی ہیں جبکہ پاکستان میں پلاسٹک سازی کی صنعت سالانہ 15 فیصد ترقی کر رہی ہے۔ پاکستان میں اندازاً سالانہ 624,200 ٹن پلاسٹک تیار کیا جا رہا ہے اور ملک میں پلاسٹک کی مصنوعات بنانے والے تقریباً 6,000 کارخانے ہیں۔ دریائے سندھ کے ذریعے سالانہ 164,332 ٹن پلاسٹک سمندر میں جاگتا ہے۔ ورلڈ وائڈ فنڈ فار نیچر پاکستان کی نمائندہ شاہ زین پرویز کا اس موقع پر کہنا تھا کہ ”دریائے سندھ دنیا میں دوسرا پلاسٹک سے سب سے زیادہ آلودہ دریا ہے جبکہ پہلا، تیسرا اور چوتھا سب سے زیادہ آلودہ دریا چین میں ہے۔ افریقہ کا

دریائے نیل دریائی آلودگی میں پانچویں نمبر پر ہے۔ (ڈان، 24 اکتوبر، صفحہ 16)

سرکاری اداروں کی غفلت اور شہریوں کے غیر ذمہ دارانہ رویے کی وجہ سے لاہور سمیت پنجاب کے کئی شہر ایک بار پھر آلودہ دھند (اسموگ) کی لپیٹ میں ہیں جو عوام میں سانس اور آنکھوں کے مسائل کی وجہ بن رہا ہے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق لاہور میں ہوا کا معیار جسے ایئر کوالٹی انڈیکس (AQI) کہا جاتا ہے جیل روڈ اور واہگہ بارڈر پر بالترتیب 189 اور 346 تک پہنچ گیا ہے۔ جبکہ بین الاقوامی معیار کے مطابق صفر سے 50 کے درمیان AQI (اے کیو آئی) تسلی بخش قرار دیا جاتا ہے۔ 51 سے 100 کے درمیان اے کیو آئی کی حد بھی قابل قبول ہے تاہم یہ بہت کم تعداد میں غیر معمولی طور پر حساس لوگوں کی صحت کے لیے طبی مسائل کی وجہ ہو سکتی ہے۔ 101 سے 150 کی حد حساس لوگوں کے لیے غیر صحت مند ہو سکتی ہے تاہم عام لوگ اس سے متاثر نہیں ہوتے۔ 151 سے 200 کے درمیان کی حد غیر صحت بخش ہے جو ہر فرد کی صحت کو متاثر کر سکتی ہے۔ 201 سے 300 کے دوران اے کیو آئی ہر فرد کی صحت پر سنگین اثرات مرتب کر سکتا ہے۔ 301 سے 500 کے درمیان اے کیو آئی ہنگامی حالت کا اشارہ ہوتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 3 نومبر، صفحہ 11)

سپریم کورٹ کے پانی کے حوالے سے قائم کیے جانے والے کمیشن کے حکم، جس میں تمام ملوں کو 2019-20 میں کرشنک سے پہلے فضلہ صاف کرنے والے کارخانے (ٹریٹمنٹ پلانٹ) نصب کرنے کی ہدایت کی گئی تھی، کو نظر انداز کرتے ہوئے 11 شوگر ملوں نے کرشنک شروع کر دی ہے۔ رواں سال چار جنوری کے عدالتی حکم میں خبردار کیا گیا تھا کہ ملوں کی جانب سے حکم کی خلاف ورزی کی صورت میں محکمہ تحفظ ماحولیات سندھ (SEPA) صنعتوں کو سربمہر کرے گا۔ خبر کے مطابق حیدرآباد میں 24 شوگر ملیں ہیں جن میں سے 11 ملیں ایک ہی گروپ کی ہیں جس نے اپنی کسی بھی مل میں اب تک فضلہ صاف کرنے کا کارخانہ نصب نہیں کیا ہے۔ باقی 13 ملیں مختلف کمپنیوں کی ہیں جن میں سے تین اس سال بند رہیں گی۔ باقی 10 ملیں اس سال کرشنک کریں گی جن میں سے آٹھ ملوں میں فضلہ صاف کرنے کے کارخانے موجود

ہیں بقیہ دولوں نے بھی اب تک یہ کارخانے نصب نہیں کیے ہیں۔ (ڈان، 13 دسمبر، صفحہ 17)

## فضاء

### • آلودگی

پنجاب میں فضائی آلودگی خشک ایر آلود موسم اور لاہور میں کچرا جلانے جانے سے بدتر ہو گئی ہے۔ ڈائریکٹر جنرل محکمہ تحفظ ماحولیات پنجاب (EPD) تنویر احمد وڑائچ کا کہنا ہے کہ لاہور میں اسموگ اور فضائی آلودگی کا بنیادی مسئلہ گاڑیوں سے دھویں کا اخراج، صنعتی اخراج خصوصاً لوہے کے کارخانوں سے نکلنے والی آلودگی، کھلے مقام پر کچرا جلانے جانے سے ہے۔ صرف لاہور میں ہی 2,700 ٹنا کارہ اشیاء جلانے کے مراکز ہیں جو مستقل خام اشیاء کے حصول کے لیے مختلف مواد جلاتے ہیں جبکہ 400 لوہا بنانے کے کارخانے ہیں۔ ساہیوال، فیصل آباد، لاہور، گجرانوالہ اور سیالکوٹ ڈویژن میں کٹائی کے بعد چاول کی فصل کی باقیات جلائی جاتی ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 25 نومبر، صفحہ 15)

### آلودگی، صحت و تحفظ

پنجاب نوڈ اتھارٹی (PFA) عوام کو محفوظ اور صحت بخش خوراک کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے اگلے ماہ سے صوبے بھر میں گھی، مکھن اور پیہر کے معیار کی جانچ کے لیے نمونے اکٹھے کرنے کی مہم چلائے گی۔ PFA (پی ایف اے) کے ڈائریکٹر جنرل محمد عثمان نے عملے کو 4 اور 5 ستمبر کو کھلی منڈی سے لیبارٹری کے لیے نمونے جمع کرنے کی ہدایت کی ہے۔ نمونے کمپنیوں کے نمائندوں کی موجودگی میں جمع کیے جائیں گے۔ اس حوالے سے پی ایف اے نے کمپنیوں کو 3 ستمبر سے پہلے رابطہ کرنے کے لیے اعلامیہ جاری کر دیا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ ان نمونوں کو جانچ کے لیے لیبارٹری بھیجا جائے گا۔ اس مہم کے اختتام پر اس کے نتائج عوامی آگہی کے لیے جاری کیے جائیں گے اور جس کمپنی کی اشیاء تسلی بخش نہیں ہوں گی ان کے خلاف بلا امتیاز کارروائی کی جائے گی۔ (ڈان، 1 ستمبر، صفحہ 2)



پی ایف اے نے ڈائریکٹر جنرل ریٹائرڈ کیمپن محمد عثمان کی سربراہی میں ایک کارروائی کے دوران ٹرک سے مضر صحت استعمال شدہ 8,100 لیٹر تیل ضبط کر لیا ہے۔ چھاپے کے دوران ٹرک، اس کا عملہ اور 45 ڈرم کو بھی تحویل میں لے لیا گیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق ایک ہفتے پہلے پی ایف اے نے استعمال شدہ تیل فروخت کرنے والے ایک گروہ کو گرفتار کیا تھا جن سے دیگر گروہوں کی معلومات اکٹھی کی گئی تھیں۔ ان اطلاعات پر گجرات میں مضر صحت تیل کی ترسیل ناکام بنائی گئی تھی۔ خبر کے مطابق ضبط شدہ تیل بائیو ڈیزل کمپنی کے حوالے کیا جائے گا۔ (بزنس ریکارڈر، 13 ستمبر، صفحہ 3)

قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے داخلہ نے اسلام آباد کینٹنل میٹری فوڈ سیفٹی بل 2019 کی منظوری دے دی ہے۔ اس بل کا بنیادی مقصد خام مال سے لے کر فروخت اور پیداوار سے لے کر خریداری کے مراکز تک اشیائے خورد و نوش کے تمام مراحل پر نظر رکھنا ہے۔ اسلام آباد میں اس وقت پیور فوڈ آرڈیننس 1960 لاگو ہے جس کے تحت اخباری کاغذ سے بنے لفافوں میں سموسے اور پکوڑے کی فروخت تک ممنوع نہیں ہے۔ یہ بل وضاحت کرتا ہے کہ ”خوراک“ کا مطلب ہے ایسی ہر چیز جو تیار شدہ ہو، نیم تیار ہو، خام ہو یا پکی ہوئی ہو، اور انسانی استعمال کے لیے خوراک میں شامل کی جاتی ہوں، سوائے ادویات کے کہ جن کی تعریف ڈرگ ایکٹ 1976 میں کی گئی ہے۔ منظوری کے بعد یہ بل اسلام آباد شہری انتظامیہ کو فوڈ اتھارٹی کے قیام اور ساتھ ہی خوراک کی جانچ کے لیے لیبارٹری کے قیام کی اجازت دیتا ہے۔ (ڈان، 5 اکتوبر، صفحہ 4)

پی ایف اے نے اوکاڑہ میں کھلے مسالحوں کی فروخت کو روکنے کے لیے ایک کارروائی کے دوران ملاوٹ کرنے پر دو مصالحہ جات پینے کے کارخانے اور ایک نمک کا کارخانہ سربمہر کر دیا۔ پی ایف اے نے کارروائی کے دوران چھاپے مار کر پانچ کارخانوں سے تقریباً 7,000 کلوگرام کھلے مصالحہ جات اور بڑی مقدار میں خام مال ضبط کر لیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 20 اکتوبر، صفحہ 11)

لاہور میں فضائی آلودگی 550 اے کیو آئی سے بھی اوپر چلی گئی ہے جس پر ماحولیاتی ماہرین اور سماجی

کارکنان نے افسوس اور خدشہ کا اظہار کیا ہے۔ لاہور میں نصب کچھ آلات کے مطابق گلبرگ کے علاقہ میں اے کیو آئی 600 ریکارڈ کیا گیا ہے۔ 250 سے 300 کے درمیان اے کیو آئی میں دل و پھیپھڑوں کی بیماریوں کے شکار افراد، بزرگ اور بچوں کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ گھر کے اندر رہیں اور اپنی سرگرمیوں کو کم کر دیں۔ ماہر ماحولیات عمران خالد کا کہنا ہے کہ گاڑیوں میں آلودگی کو قابو میں رکھنے والی ٹیکنالوجی نا ہونے کے ساتھ ساتھ ناقص معیار کے ایندھن کے استعمال سے نکلنے والا گاڑیوں کا دھواں، صنعتوں سے ہونے والی آلودگی، گھریلو فضلہ کو جلانا اور اینٹوں کے بھٹے جہاں ربڑ کے ٹائر بطور ایندھن استعمال کیے جاتے ہیں آلودہ دھند کے اسباب ہیں۔ (ڈان، 1 نومبر، صفحہ 2)

خیبر پختونخوا فوڈ سیفٹی اینڈ حلال فوڈ اتھارٹی (FS&HFA) کے ڈائریکٹر جنرل سہیل خان نے کہا ہے کہ حکومت نے غیر معیاری خوراک کی فروخت پر نظر رکھنے اور مناسب قیمت پر معیاری خوراک کی دستیابی یقینی بنانے کے لیے FS&HFA (ایف ایس اینڈ ایچ ایف اے) کے دائرہ کار کو مزید 15 اضلاع تک وسعت دینے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ ایف ایس اینڈ ایچ ایف اے نے نومبر کے دوسرے ہفتے میں شروع کی گئی 12 روزہ مہم کے دوران 73,622 کلوگرام مختلف غذائی اجناس کو تلف کیا ہے جبکہ 168 دکانوں کو سربمہر کیا ہے۔ کارروائی کے دوران 10,000 لیٹر دودھ جبکہ پھلوں کا رس فروخت کرنے والی دکانوں سے 20,000 کلوگرام سڑے ہوئے پھل برآمد کر کے انہیں تلف کیا گیا ہے۔ (ڈان، 22 نومبر، صفحہ 7)

راولپنڈی کنٹونمنٹ بورڈ (RCB) نے ادرا میں قائم ایک منڈج خانے سے 250 کلوگرام مردار جانور کا گوشت قبضہ میں لے لیا ہے اور منڈج خانے کے مالک کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے۔ RCB (آرسی بی) کا کہنا ہے کہ یہ غیر قانونی منڈج خانہ کئی ہونٹوں کو گوشت فراہم کر رہا تھا۔ ضبط کیا گیا بکرے کا گوشت تلف کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ 12 قصابوں کو جرمانے کے چالان جاری کیے گئے ہیں جنہوں نے سڑک کنارے گوشت کو ڈھانپ کر نہیں رکھا تھا۔ (ڈان، 29 نومبر، صفحہ 4)

## X۔ موسمی تبدیلی

ایک خبر کے مطابق گلگت بلتستان میں درجہ حرارت میں مسلسل اضافے سے قدرتی آفات اور ان کی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے زرعی شعبہ کا استحکام خطرہ میں ہے جو ہزاروں مقامی افراد کا ذریعہ معاش ہے۔ کسانوں کے مطابق پچھلے پانچ سالوں میں گندم کی پیداوار میں 50 فیصد تک کمی ہوئی ہے اور اس میں اب تک کوئی بہتری نہیں آئی ہے۔ پہاڑوں میں کاشتکاری کرنے والے کسانوں کو پیداوار میں بہتری کے لیے کھیتوں اور باغات میں کئی مشکلات درپیش ہیں۔ ان مسائل میں باغات میں کام کرنے کے بہتر طریقوں کا نہ ہونا، کاشت کاری میں استعمال ہونے والا ناقص مواد اور دیگر مداخل، منڈی اور اس سے متعلق معلومات تک رسائی میں مشکلات وغیرہ شامل ہیں۔ ان کسانوں کو مویشیوں کے چارے کی کمی کا بھی سامنا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بھاری بارشوں سے زمینی کٹاؤ اور اچانک آنے والے سیلاب بلند پہاڑی مقامات پر عام ہیں۔ پاکستان کے کل رقبہ کا 61 فیصد پہاڑی علاقوں اور چراگاہوں پر مشتمل ہے اور ان علاقوں کی آبادی 50 ملین سے زیادہ ہے۔ (ڈان، 1 ستمبر، صفحہ 3)

زرعی سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اس صدی کے آخر تک پاکستان کا سالانہ اوسط درجہ حرارت ڈیڑھ سے دو ڈگری سینٹی گریڈ کے درمیان بڑھ جائے گا۔ سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے موسمی تبدیلی کو مختصر جائزہ پیش کرتے ہوئے سائنسدانوں کا کہنا تھا کہ 2040 سے 2060 کے درمیان پنجاب میں چاولوں کی کاشت کے میدانی علاقوں میں درجہ حرارت میں 2.8 ڈگری سینٹی گریڈ کا اضافہ ہوگا جس کے بعد مون سون بارشوں میں 25 فیصد اور موسم سرما کی بارشوں میں 12 فیصد کمی واقع ہوگی۔ نتیجتاً گندم کی پیداوار میں چھ سے 10 فیصد جبکہ چاول کی پیداوار 15.2 سے 17.2 فیصد کم ہوگی۔ زرعی سائنسدانوں نے تجویز دی ہے کہ موسمی تبدیلی کے منفی اثرات سے بچنے کے لیے چاول اور گندم کی کاشت میں بلترتیب 15 اور 25 فیصد نائٹروجن کی مقدار شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ دونوں فصلوں کو دیے جانے والے پانی میں نائٹروجن کے ہی تناسب سے کمی بھی ہونی چاہیے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 30 ستمبر، صفحہ 3)

ایک اخباری رپورٹ کے مطابق کے پی سے تعلق رکھنے والے ایک کسان سعد اللہ خان کا کہنا ہے کہ ایک وقت تھا جب ان کی زمینوں سے بہت زیادہ پیداوار ہوتی تھی اور کسان کھلی منڈی میں زائد پیداوار فروخت کر دیا کرتے تھے۔ تاہم اس سال ہونے والی پیداوار سے صرف خاندان کی ضرورت کو ہی پورا کیا جاسکتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ پورے خیبر پختونخواہ میں موسمی تبدیلی کے اثرات کاشتکاروں پر ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں جو کہ پی سمیت ملک بھر میں غذائی تحفظ کے لیے خطرہ بن رہی ہے۔ پشاور یونیورسٹی کے شعبہ ماحولیات کے پروفیسر ڈاکٹر آصف خان کا کہنا ہے کہ ایک طرف تو آبادی میں اضافے سے خوراک کی طلب بڑھتی جا رہی ہے جبکہ دوسری طرف انسانوں کی پیدا کردہ ماحولیاتی تبدیلی زراعت کو واضح طور پر متاثر کر رہی ہے۔ طویل ہوتے موسم گرما میں گندم کی کاشت میں تاخیر ہوتی ہے۔ فصل کو پھول بننے کے عمل میں مناسب ٹھنڈے موسم کی ضرورت ہوتی ہے۔ بجائی میں تاخیر سے پھول بننے کا یہ عمل خطرے سے دوچار ہو جاتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 25 اکتوبر، صفحہ 6)

جرمن واچ کی جاری کردہ CRI (سی آر آئی) 2020 کے مطابق پاکستان ان ممالک کی فہرست میں پانچویں نمبر پر ہے جو گزشتہ دو دہائیوں کے دوران موسمی تبدیلی سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ 1999 سے 2018 تک پاکستان میں 9,989 جانوں کا نقصان، 3.8 بلین ڈالر کا معاشی نقصان اور 152 شدید موسمی واقعات رونما ہوئے ہیں۔ موسمی تبدیلی سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے 10 ممالک کی فہرست میں پورٹریکیو، میانمار، ہیٹی، فلپائن، پاکستان، ویتنام، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ، نیپال اور ڈومینیکا شامل ہیں۔ (ڈان، 5 دسمبر، صفحہ 3)

ایک خبر کے مطابق پارلیمانی کمیٹی برائے انسانی حقوق کے ارکان یہ جان کر دنگ رہ گئے کہ پاکستان میں ہر سال موسمی تبدیلی سے بلواسطہ یا بلاواسطہ 128,000 افراد ہلاک ہوتے ہیں۔ ایڈیشنل سیکریٹری وزارت موسمی تبدیلی جوڈت ایاز نے کمیٹی کو مزید بتایا کہ ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے پاکستانیوں کی اوسط عمر میں دو سے پانچ سال کی کمی ہو سکتی ہے۔ ملک میں 43 فیصد آلودگی کی وجہ کم معیار کا درآمدی ایندھن ہے جو

آمدورفت اور توانائی کی صنعت میں استعمال ہوتا ہے۔ پاکستان کی ایندھن (تیل) کے حوالے سے آخری پالیسی 1997 میں بنائی گئی تھی۔ اس کے بعد سے کسی نے بھی نئی پالیسی تیار نہیں کی جو جدید ترقی، ٹیکنالوجی اور ضروریات کے مطابق ہو۔ پاکستان میں اب تک ایندھن کا معیار یورو-2 نافذ ہے جبکہ دنیا یورو-6 ٹیکنالوجی استعمال کر رہی ہے۔ (ڈان، 31 دسمبر، صفحہ 4)

## موسمی بحران

### • گرمی کی لہر

صدر FBP (ایف بی پی) ڈاکٹر ظفر حیات نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ حالیہ گرمی کی لہر سے متاثرہ علاقوں میں ہنگامی حالت کا اعلان کرے۔ کپاس، مکئی اور چاول کی فصل کو ہونے والے نقصانات کا اندراج کر کے کسانوں کے لیے مراعات کا اعلان کرے تاکہ وہ اگلی فصلیں کاشت کرنے کے قابل ہوں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ کپاس کی پیداوار میں کمی صرف کسانوں کو ہی نہیں بلکہ کپڑے کی صنعت اور برآمدات میں کمی کی صورت قومی معیشت کو بھی متاثر کر رہی ہے۔ اسی طرح مکئی کی خراب فصل مرغبانی صنعت کو متاثر کرے گی جو مکئی کو بطور اہم خوراک استعمال کرتی ہے۔ چاول کی صورتحال بھی مختلف نہیں جس سے سالانہ دو سے ڈھائی بلین ڈالر زرمبادلہ حاصل ہوتا ہے۔ چاول کی ناقص فصل کی وجہ سے اس کی پیداوار میں 20 سے 35 فیصد کمی کا سامنا ہو سکتا ہے۔ (ڈان، 26 اکتوبر، صفحہ 2)

## XI - غربت اور غذائی کمی

### غربت

پاکستان پاورٹی ایلیمینیشن فنڈ (PPAF) کی گروپ سربراہ سمعیہ لیاقت علی خان نے کہا ہے کہ پی پی اے ایف (PPAF) نے ملک کے 23 پسماندہ ترین اضلاع بشمول ضلع تھرپارکر میں نیشنل پاورٹی گریجویٹیشن پروگرام (NPGP) کے تحت غربت کم کرنے کے لیے اقدامات کیے ہیں۔ منصوبے سے 23 اضلاع میں 177,000

خاندانوں کو فائدہ پہنچے گا جبکہ تین اداروں تھر دیپ رورل ڈیولپمنٹ پروگرام (TRDP)، نیشنل رورل سپورٹ پروگرام (NRSP) اور سندھ رورل سپورٹ آرگنائزیشن (SRSO) کی مدد سے NPGP (این پی جی پی) سندھ میں منتخب اضلاع میں 95,000 خاندانوں کو مدد فراہم کرنے کے لیے تیار ہے۔ منصوبے کا مقصد انتہائی غریب افراد کو پائیدار بنیادوں پر غربت سے نکالنے کے لیے مدد فراہم کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے غذائی تحفظ، غذائی صورتحال اور ان میں موسمی تبدیلی سے مطابقت کو بہتر بنانا ہے۔ اس منصوبہ کے لیے انٹرنیشنل فنڈ فار ایگری کلچر ڈیولپمنٹ (IFAD) اور حکومت پاکستان مدد فراہم کر رہے ہیں۔ (ڈان، 14 ستمبر، صفحہ 17)

معروف ماہر معیشت ڈاکٹر حفیظ اے پاشا نے کہا کہ موجودہ حکومت کے دو سال مکمل ہونے تک معاشی بڑھوتری میں کمی اور غذائی شعبہ میں افراط زر کی بلند شرح کی وجہ سے مزید 18 ملین پاکستانی خط غربت سے نیچے جاسکتے ہیں۔ ایک اخباری مضمون میں ان کا کہنا ہے کہ ملک میں غربت کا تناسب جو جون، 2018 میں 31.3 فیصد تھا جون، 2020 تک 40 فیصد ہو جائے گا۔ یعنی جون، 2018 تک غربت میں رہنے والے 69 ملین افراد کی تعداد جون، 2020 میں 87 ملین ہو جائے گی۔ غربت میں ہونے والے اس اضافے کی شرح 26 فیصد ہوگی۔ حفیظ پاشا کا مزید کہنا ہے کہ یہ صورتحال انتہائی خطرناک ہے کیونکہ خوراک کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ اور اقتصادی بڑھوتری کی شرح آبادی میں اضافے کی شرح کے تقریباً برابر ہے۔ اس صورتحال پر جب حکومتی موقف جاننے کے لیے وزیر منصوبہ بندی و ترقی اسد عمر سے رابطہ کیا گیا تو ان کا کہنا تھا کہ ”ہمارے پاس غربت کے نئے سرکاری اعداد و شمار نہیں ہیں“۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 11 نومبر، صفحہ 13)

ایک اخباری ادارے کے مطابق ملک کے نامور ماہر معیشت ڈاکٹر حفیظ اے پاشا کا اندازہ ہے کہ رواں مالی سال کے اختتام تک مزید 10 ملین افراد خط غربت سے نیچے چلے جائیں گے جبکہ آٹھ ملین افراد پچھلے سال خط غربت سے نیچے جا چکے ہیں۔ حفیظ پاشا کا کہنا ہے کہ ”یہ صورتحال تشویشناک ہے“۔ ان کا دعویٰ ہے کہ آبادی میں اضافے کی شرح اور غذائی اشیاء کی قیمتوں میں اضافے کے ساتھ بڑھتے ہوئے ٹیکس،

توانائی کی قیمت اور روپے کی قدر میں کمی شرح غربت میں اضافے کی وجوہات ہیں۔ تاہم جب وفاقی وزیر منصوبہ بندی و ترقی اسد عمر سے اس پر سرکاری ردعمل کے لیے رابطہ کیا گیا تو ان کے پاس غربت کے تازہ اعداد و شمار نہیں تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک میں سماجی طبقات کے درمیان خلیج تشویشناک ہے اور اعداد و شمار صرف امیروں کی نمائندگی کرتے ہیں کیونکہ زیادہ تر دولت چند لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ عالمی بینک کی فراہم کردہ معلومات (ڈیٹا) سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان کے 18,000 امیر افراد کی آمدنی 18 ملین غریب افراد کی آمدنی کے برابر ہے اور یہ فرق بڑھ رہا ہے۔ معاشی بحران کی صورت میں غریب طبقہ کا ہی نقصان ہوتا ہے جبکہ امیروں کو منافع حاصل ہوتا ہے جس کی مثال آج (کے حالات کی صورت) ہمارے سامنے ہے۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معاشیات اور بڑھوتری سے متعلق اعداد و شمار، ترقی و خوشحالی پوری قوم کے معیار زندگی کی درست نمائندگی نہیں کرتے۔ چلی کا ایک مشہور شاعر لکھتا ہے کہ ”دو ہی روٹیاں ہیں۔ آپ دو کھاتے ہیں، میں ایک بھی نہیں کھاتا۔ روٹی کا اوسط استعمال ایک روٹی فی کس ہوگا۔“ یہ ضروری ہے کہ اعداد و شمار سے ہٹ کر وہ اصل حالات دیکھے جائیں جس میں عوام زندگی گزار رہے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 15 دسمبر، صفحہ 16)

پی پی اے ایف کے سربراہ قاضی عظمت عیسیٰ نے ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ غربت کے خاتمہ کے پروگرام ”احساس“ کے تحت تحریک انصاف کی حکومت کاروبار شروع کرنے کے لیے ہر ماہ 80,000 افراد کو چھوٹے پیمانے پر بلا سود قرضہ فراہم کر رہی ہے۔ تاہم ملک میں (39 فیصد) خط غربت سے نیچے زندگی گزارنے والے تقریباً 60 سے 70 ملین افراد کی زندگیوں کو بہتر کرنے کے لیے کہیں زیادہ وسائل کی ضرورت ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ غربت سے نمٹنے کے لیے بڑے پیمانے پر وسائل کی ضرورت ہے اور دستیاب وسائل بہت کم ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 31 دسمبر، صفحہ 13)

● بینظیر انکم سپورٹ پروگرام

ایک خبر کے مطابق حکومت نے یوٹیلیٹی اسٹورز پر فروخت ہونے والی لازمی غذائی اشیاء پر زرملانی دینے کے

لیے بی آئی ایس پی کے لیے مختص کیے گئے چار بلین روپے یو ایس سی (USC) کو منتقل کر دیے ہیں۔ یو ایس سی بورڈ کے چیئرمین، مینٹگ ڈائریکٹر اور ایڈیشنل سیکریٹری وزارت صنعت و پیداوار نے ایک اجلاس میں وزیراعظم عمران خان کو لازمی غذائی اشیاء پر زرتلانی دینے میں مالی مشکلات سے آگاہ کیا تھا۔ وزیراعظم نے یو ایس سی کو زرتلانی دینے کے لیے چھ بلین روپے مختص کرنے کی منظوری دی تھی۔ یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ بی آئی ایس پی اپنے ذرائع سے چار بلین روپے فراہم کرے گا جبکہ فنانس ڈویژن بقیہ دو بلین روپے کے اجراء کا بندوبست کرے گا۔ وزارت صنعت و پیداوار نے کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے حالیہ اجلاس میں توجہ دلائی کہ وزیراعظم کی جانب سے اعلان کردہ رقم ملک کے غریب طبقہ کے لیے ہے تاہم یو ایس سی کے پاس ایسے غریب طبقہ کے صارفین کی شناخت کا کوئی طریقہ کار نہیں ہے۔ اس حوالے سے اقتصادی رابطہ کمیٹی کی جانب سے تجویز دی گئی ہے کہ ایک کمیٹی بنائی جاسکتی ہے جو اس مقصد کے لیے شفاف اور قابل عمل طریقہ کار وضع کرے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 28 نومبر، صفحہ 13)

وفاقی حکومت نے بی آئی ایس پی سے 820,165 افراد کو ”غیر مستحق“ قرار دے کر ان کے نام خارج کرنے کی منظوری دیدی ہے۔ وزیراعظم کی معاون خصوصی برائے اطلاعات فردوس عاشق اعوان نے کابینہ کے اجلاس کے بعد ایک پریس کانفرنس کے دوران کہا ہے کہ بی آئی ایس پی کے اعداد و شمار (ڈیٹا بیس) سے غیر مستحق افراد کو خارج کرنے کے لیے نظر ثانی کی جارہی ہے۔ اعداد و شمار پر نظر ثانی کابینہ کے کچھ ارکان کی جانب سے ان تحفظات کے بعد کی جارہی ہے کہ حزب اختلاف کے ہمدرد، خصوصاً پیپلز پارٹی کی حمایت کرنے والے اس پروگرام سے فائدہ اٹھا رہے ہیں جبکہ جو لوگ حکمران جماعت سے تعلق رکھتے ہیں انہیں نظر انداز کیا گیا ہے۔ (ڈان، 25 دسمبر، صفحہ 1)

حکومت نے بی آئی ایس پی کے ”احساس کفالت پروگرام“ کے ذریعے سہائی نقد امداد وصول کرنے والے 4.3 ملین افراد کی امداد 5,000 روپے سے بڑھا کر 5,500 روپے کر دی ہے۔ بی آئی ایس پی کی چیئر پرسن ثانیہ نشتر کی جانب سے جاری کیے گئے ایک بیان کے مطابق اس اضافے کا مطلب ہے کہ



حکومت 8.6 بلین روپے اضافی ادا کرے گی۔ بی آئی ایس پی سے 0.82 بلین ”غیر مستحق“ افراد کے اخراج کے بعد پروگرام سے استفادہ حاصل کرنے والوں کی تعداد اب 4.27 بلین رہ گئی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 29 دسمبر، صفحہ 2)

منظر گڑھ، پنجاب سے تقریباً 200,000 عورتیں 2008 سے بی آئی ایس پی سے فائدہ اٹھانے والوں کی فہرست میں شامل ہیں۔ ان میں سے سینکڑوں عورتوں نے بی آئی ایس پی کے ضلعی دفتر میں شکایت درج کروائی ہے کہ ان کے کارڈ منسوخ ہو گئے ہیں۔ ان عورتوں کا کہنا ہے کہ وہ اس دفعہ اپنے کارڈ سے رقم وصول نہیں کر سکی ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا نام فہرست سے نکال دیا گیا ہے۔ اسٹنٹ ڈائریکٹر بی آئی ایس پی مہر محمد آصف کا کہنا ہے کہ پنجاب میں 145,000 کارڈ منسوخ کیے گئے ہیں۔ تاہم کسی ضلعی دفتر کو فہرست سے خارج کیے گئے ناموں کی تفصیل فراہم نہیں کی گئی ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ ان کی رائے میں جو عورتیں اپنے کارڈ منسوخ ہونے کی شکایت کر رہی ہیں وہ مستحق ہیں اور خط غربت سے نیچے ہیں۔ جو لوگ اس امداد کے مستحق نہیں ہیں وہ شاید اپنی شناخت چھپانے کے لیے دفتر سے رابطہ نہ کرتے۔ بی آئی ایس پی نے حال ہی میں 800,000 افراد کو اپنی فہرست سے خارج کیا ہے۔ (ڈان، 31 دسمبر، صفحہ 6)

احساس پروگرام:

وفاقی حکومت نے اپنے زیر انتظام 34 اداروں کو ”احساس“ پروگرام پر عمل درآمد کی ذمہ داری دی ہے۔ احساس پروگرام کے حوالے سے تحریک انصاف کی حکومت کا دعویٰ ہے کہ یہ پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا سماجی منصوبہ ہے جس کا مقصد 10 ملین گھرانوں کو اس سماجی منصوبے کے دائرہ کار میں لانا ہے۔ پارٹی ایلیوشن اینڈ سوشل سیفٹی ڈویژن کی جانب سے احساس پروگرام کے جاری کردہ دستاویزات کے مطابق منصوبے کے اہداف میں 10 ملین خاندانوں کو اس کے دائرہ کار میں لانا، 3.8 بلین افراد کے لیے روزگار کے مواقع، 10 ملین خاندانوں کے لیے طبی سہولیات کے لیے مالی رسائی، پانچ ملین طالب علموں

کے لیے تعلیمی وضائف اور سات ملین افراد، جن میں 90 فیصد عورتیں ہوں گی، کے لیے جدید مالیاتی نظام میں شمولیت (فنانشل اینڈ ڈیجیٹل انکلوژن) شامل ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 17 ستمبر، صفحہ 7)

وزیر اعظم عمران خان نے کہا ہے کہ حکومت کاروبار و صنعتوں کی مدد کے لیے کوشاں ہے جس سے وہ منافع کمائیں اور ٹیکس دیں، جسے حکومت ملک کو فلاحی ریاست بنانے کے لیے غریبوں پر خرچ کرے گی۔ اسلام آباد میں احساس لنگر منصوبے کا افتتاح کرتے ہوئے ان کا مزید کہنا تھا کہ سیلانی ویلفیئر ٹرسٹ کے ساتھ معاہدے کے تحت پہلے مرحلے میں 112 لنگرخانے کھولے جائیں گے جنہیں مرحلہ وار ملک بھر کے پسماندہ علاقوں تک وسعت دی جائے گی۔ احساس لنگر اسلام آباد میں تقریباً 600 افراد کو روزانہ دو وقت کا کھانا فراہم کر رہا ہے۔ یہ لنگر منصوبہ پائیدار ترقی کے اہداف (SDGs) ایک اور دو یعنی غربت اور بھوک کے خاتمے میں معاونت کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 8 اکتوبر، صفحہ 1)

## غذائی کمی

آغا خان یونیورسٹی میں ہونے والی تین روزہ بین الاقوامی کانفرنس ”یونیورسٹی اینڈ ارلی ہیومن ڈیولپمنٹ“ میں ماہرین کا کہنا تھا کہ پاکستان میں بچوں میں حیاتیات (وٹامن) اور معدنیات (منرلز) کی تشویشناک کمی ترقی کے حصول کے لیے ممکنہ صلاحیت کو متاثر کر رہی ہے۔ ماہرین نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ ابتدائی عمر میں نشوونما کے لیے جامع حکمت عملی اپنائیں۔ اس کانفرنس کے اہم موضوعات میں NNS (این این ایس) 2018 سرفہرست تھا۔ سروے سے پتہ چلتا ہے کہ ملک بھر میں ہر دس میں سے چھ (62.7 فیصد) بچے وٹامن ڈی کی کمی کا شکار ہیں جبکہ پانچ سال سے کم عمر کے 53.7 فیصد بچے خون کی کمی اور 51.5 فیصد بچے وٹامن اے کی کمی کا شکار ہیں۔ کانفرنس کے دوران ماہرین نے پاکستان میں وزارت صحت برائے اطفال (منسٹری آف چائلڈ ہیلتھ) قائم کرنے کی تجویز بھی دی ہے جو ملک میں باہم جڑے ہوئے ترقیاتی مسائل کے لیے طویل المدت حکمت عملی بنا سکے۔ (ڈان، 27 اکتوبر، صفحہ 16)

ایک اخباری ادارہ کے مطابق یونائیٹڈ نیشنز انٹرنیشنل چلڈرن فنڈ (UNICEF) کی حالیہ رپورٹ کے نتائج خصوصاً جنوبی ایشیاء میں بچوں کی صحت کے حوالے سے پریشان کن ہیں۔ اقوام متحدہ کے نقشے میں جنوبی ایشیاء کی سرخ رنگ سے نشاندہی کی گئی ہے۔ ادارے نے خبردار کیا ہے کہ تقریباً بچوں کی آدھی تعداد کو مناسب خوراک نہیں مل رہی ہے۔ ”دی اسٹیٹ آف دی ورلڈز چلڈرن“ نامی رپورٹ کے مطابق پچھلے سال پاکستان میں پانچ سال سے کم عمر کے تقریباً 409,000 بچے جانچ ہوئے جبکہ پڑوسی ملک بھارت میں 882,000 اور افغانستان میں 74,000 بچے اسی عرصے کے دوران ہلاک ہوئے۔ (ڈان، 7 نومبر، صفحہ 8)

وزیر صحت سندھ عذرا بیچوہو نے سندھ اسمبلی کو آگاہ کیا ہے کہ غذائی کمی کی وجہ سے صوبے کے پانچ سال سے کم عمر تقریباً آدھے بچے نشوونما میں کمی کا شکار (اسٹنڈٹ) ہیں جبکہ 41 فیصد بچے وزن میں کمی کا شکار ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ 10 سے 19 سال عمر کی 16.6 فیصد لڑکیاں اور 30.6 فیصد لڑکے وزن کی کمی کا شکار ہیں۔ اس کے علاوہ 61.2 فیصد بالغ لڑکیاں اور 45.3 فیصد تولیدی عمر کی عورتیں (دومن آف ریپروڈکٹو ایج) خون کی کمی کا شکار ہیں۔ (ڈان، 14 نومبر، صفحہ 16)

## XII - قدرتی بحران

### سیلاب / بارشیں

نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (NDMA) کے مطابق ملک بھر میں جاری مون سون بارشوں اور سیلاب سے کم از کم 235 افراد ہلاک، 169 زخمی اور 675 مکانات تباہ ہو گئے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق ملک بھر میں تین بجلی گھروں، چھ مساجد، 224 دکانوں، 18 پلوں اور 63 شاہراہوں کو بھی نقصان پہنچا ہے۔ (پرنس ریکارڈر، 7 ستمبر، صفحہ 17)

موسلا دھار بارشوں نے کوئٹہ سمیت بلوچستان کے مختلف علاقوں کو متاثر کیا ہے۔ نوشکی، چاغی، قلات، چمن،

ثوب سمیت صوبے کے دیگر علاقوں میں ہلکی اور تیز بارش کی اطلاعات ہیں۔ محکمہ موسمیات نے اگلے 24 گھنٹوں میں مزید بارشوں کی پیشگوئی کی ہے۔ وزیر اعلیٰ بلوچستان جام کمال خان نے آفات کی روک تھام کے ادارے پرنسپل ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (PDMA) بلوچستان اور ضلعی انتظامیہ کو خبردار کرتے ہوئے مکران ڈویژن میں بارشوں کے آئندہ سلسلے سے پہلے تیاریاں مکمل کرنے کی ہدایت کی ہے۔ مکران ڈویژن، تربت اور گوادری میں ہنگامی مراکز قائم کرنے کی ہدایت بھی کی گئی ہے۔ (ڈان، 23 نومبر، صفحہ 5)

### • آسمانی بجلی

سندھ میں تھرپارکر اور ساہتھڑ اضلاع کے مختلف علاقوں میں بارشوں کے دوران آسمانی بجلی گرنے سے عورتوں و بچوں سمیت کم از کم 20 افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ مٹھی کے دیہی علاقوں، کے علاوہ اسلام کوٹ ٹاؤن کے قریب چھاچھی، رام سنگھ سوڈھوگاؤں سمیت تھرپارکر کے کئی دیہات آسمانی بجلی گرنے سے متاثر ہوئے ہیں۔ آسمانی بجلی گرنے سے کئی جھونپڑیوں میں آگ لگ گئی۔ غیر سرکاری اطلاعات کے مطابق 23 افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ (ڈان، 15 نومبر، صفحہ 1)

تھرپارکر میں آسمانی بجلی گرنے سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد 25 تک پہنچ گئی ہے۔ تھرپارکر اور ساہتھڑ اضلاع میں بارشوں اور آسمانی بجلی گرنے سے مرنے والوں میں بچے اور عورتیں بھی شامل ہیں جبکہ درجنوں مویشیوں کے ہلاک ہونے کی بھی اطلاعات ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 16 نومبر، صفحہ 3)

### زلزلہ

آزاد جموں و کشمیر کے ضلع میرپور میں آنے والے 5.8 میگنی ٹیوڈ کے زلزلے سے کم از کم 25 افراد ہلاک اور تقریباً 400 افراد زخمی ہو گئے ہیں جن میں سے کچھ کی حالت نازک ہے۔ زلزلے کی گہرائی زیر زمین 10 کلومیٹر تھی جو پنجاب کے زیادہ تر علاقوں اور کے پی کے کچھ علاقوں میں بھی محسوس کیا گیا۔ تاہم زلزلہ سے سب سے زیادہ آزاد کشمیر کا علاقہ میرپور متاثر ہوا ہے۔ چیئرمین NDMA (این ڈی ایم اے) لیفٹننٹ

جزل افضل کا کہنا ہے کہ صورتحال قابو میں ہے اور بحالی کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ (ڈان، 25 ستمبر، صفحہ 1)

ضلع میرپور، آزاد کشمیر میں زلزلے کے ایک اور جھٹکے سے 67 افراد زخمی ہو گئے جن میں زیادہ تر بچے ہیں۔ امریکی حیولوحیکل سروے کے اعداد و شمار کے مطابق نیو میرپور میں 10 کلومیٹر گہرائی میں 4.7 میگنیٹیوڈ کا زلزلہ ریکارڈ کیا گیا۔ (ڈان، 27 ستمبر، صفحہ 1)

وزیراعظم عمران خان نے آزاد جموں و کشمیر اور پنجاب میں حالیہ زلزلہ میں جان بحق ہونی والے ہر فرد کے لیے 500,000 روپے معاوضے کا اعلان کیا ہے۔ ایوان وزیراعظم سے جاری کردہ پریس ریلیز کے مطابق زخمیوں کے لیے اور املاک کے نقصانات کے معاوضے کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ وزیراعظم نے زلزلے سے ہلاک ہونے والوں کے خاندانوں کو ہنگامی بنیادوں پر مالی مدد فراہم کرنے کی ہدایت کی ہے۔ (ڈان، 28 ستمبر، صفحہ 3)

### XIII - مزاحمت

بلوچستان میں حیوانی اور اس سے ملحقہ علاقوں کے ماہی گیروں نے حیوانی میں محکمہ ماہی گیری کے دفتر کے باہر بڑے تجارتی ماہی گیر جہازوں (ٹرالروں) کے ذریعے سمندر میں مچھلیوں کے غیر قانونی شکار کے خلاف دھڑنا دیا۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ ماہی گیری محکمے نے دوسرے صوبے کے ماہی گیروں کو شکار کے لیے غیر قانونی طور پر کارڈ فراہم کیے ہیں جو کہ مقامی ماہی گیروں کا روزگار ختم کرنے کے مترادف ہے۔ مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے حیوانی فشرمین یونین کے صدر غلام نبی اور دیگر مظاہرین کا کہنا تھا کہ ٹرالروں کا غیر قانونی شکار حیوانی کے ساحلوں پر بڑھ گیا ہے جو مقامی ماہی گیروں کو ان کے روزگار سے محروم کر رہا ہے۔ جبکہ دوسرے صوبے کے ماہی گیروں کی آمد مقامی ماہی گیروں کے مسائل میں مزید اضافے کا سبب بن رہی ہے۔ ماہی گیروں نے خبردار کیا ہے کہ اگر ان کے مطالبات پورے نہیں کیے گئے اور ٹرالروں کے غیر قانونی شکار کو نہ روکا گیا تو وہ اپنے احتجاج کا دائرہ بڑھا دیں گے۔ (ڈان، 1 اکتوبر، صفحہ 5)

دھان کے کاشتکاروں نے کیریو گھنور ٹاؤن، بدین میں چاول ملوں کے خلاف اپنا احتجاج دوبارہ شروع کر دیا ہے اور متعلقہ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ ملوں پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ کسانوں کو چاول کی مناسب قیمت ادا کریں۔ احتجاج کرنے والے کسانوں کا کہنا ہے کہ ملیں 1,500 روپے فی من قیمت ادا کرنے سے انکار کر کے کسانوں کو لوٹ رہی ہیں اور انہیں اپنی پیداوار 1,200 روپے فی من فروخت کرنے پر مجبور کر رہی ہیں، جبکہ فصل میں موجود نمی کے بہانے تین سے پانچ کلو فی من اضافی چاول وصول کیا جا رہا ہے۔ کسانوں نے ضلع بدین میں ملوں کی جانب سے چاول کے کاشتکاروں کے استحصال کے خلاف گولارچی میں پرائمن مارچ کا اعلان کیا ہے۔ (ڈان، 14 اکتوبر، صفحہ 15)

تعلقہ شہید فاضل راہو کے چاول کاشت کرنے والے سینکڑوں ہاری و کسانوں نے گولارچی، سندھ میں چاول کی کم قیمت اور مل ماکان کی جانب سے ہر ایک من چاول پر پانچ کلو کوٹی کے خلاف احتجاجی جلوس نکالا اور دھرنا دیا۔ کسانوں کا مطالبہ ہے کہ چاول کی 1,500 روپے فی من سرکاری قیمت مقرر کی جائے اور چاول ملوں کی جانب سے کسانوں کا استحصال بند کیا جائے۔ کسانوں نے حکومت کو خبردار کیا ہے کہ اگر جلد یہ مسئلہ حل نہیں کیا گیا تو ضلع بھر کی سڑکوں پر وہ احتجاجی دھرنے جاری رکھیں گے۔ (ڈان، 5 نومبر، صفحہ 17)

پی کے آئی کے صدر خالد محمود کا کہنا ہے کہ زرعی شعبے کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کے خلاف کسان لاہور میں 27 نومبر کو ”کسان کشکول جلوس“ نکالیں گے۔ کسان مال روڈ پر گزرنے والی گاڑیوں سے فصلوں کے اخراجات پورے کرنے کے لیے بھیک مانگیں گے۔ یہی احتجاج اگلے دن 28 نومبر کو اسلام آباد مارکیٹ پر ہوگا۔ انھوں نے مزید کہا کہ پانچ روپے فی پونٹ رعایتی قیمت پر بجلی فراہم نہ کرنے کے خلاف کسان اپنے ٹیوب ویلوں کے بل بھی ادا نہیں کریں گے۔ کسانوں کے مطالبات میں گندم کی امدادی قیمت میں 300 روپے فی من اضافہ، کپاس اور مکئی کے کاشتکاروں کو فی ایکڑ 25,000 روپے کی فراہمی جن کی پیداوار موسمی تبدیلی اور غیر معیاری بیج کی وجہ سے 40 فیصد کم ہوئی ہے، کھاد کی قیمت پچھلے سال

کے برابر کرنے، منڈی سے آدھے نرخ پر ڈیزل کی فراہمی اور گنے کی قیمت فی من 250 روپے مقرر کرنا شامل ہیں۔ (ڈان، 16 نومبر، صفحہ 2)

مختلف کسان تنظیموں اور کسانوں نے خبردار کیا ہے کہ اگر ملوں نے گنے کی کرشنگ شروع نہیں کی اور سندھ حکومت نے گنے کی قیمت 250 روپے فی من مقرر نہیں کی تو کسان صوبے بھر میں احتجاجی مہم چلانے پر مجبور ہوں گے۔ میرپور خاص میں مقامی کسان رہنماؤں مقصود راجپوت، ندیم بھرگڑی، خالد آرائیں اور دیگر کا کہنا ہے کہ سندھ حکومت نے کسانوں کے خلاف سازش کے تحت اب تک گنے کی قیمت کا اعلامیہ جاری نہیں کیا ہے۔ گنا کمشنر نے بھی اب تک ملوں پر گنے کی کرشنگ شروع کرنے کے لیے کوئی دباؤ نہیں ڈالا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ ملوں کو اس سال چینی کی پیداوار کے لیے ضلع سے باہر سے گنا خریدنا پڑے گا کیونکہ کئی کسانوں نے نقصان اٹھانے کے بعد گنے کا زیر کاشت رقبہ کم کر دیا ہے۔ (ڈان، 18 نومبر، صفحہ 15)

ایس اے آئی کی جانب سے سال 2019-20 کے لیے گنے کی قیمت مقرر کرنے میں تاخیر کے خلاف گنے کے کاشتکاروں کی بڑی تعداد نے حیدرآباد میں شہباز بلڈنگ کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا اور شاہراہ فاطمہ جناح بند کر دی۔ کسان رہنماؤں کا کہنا تھا کہ سندھ حکومت گنے کی سرکاری قیمت کا اعلامیہ جاری کرنے میں تاخیر کر کے کسانوں کا معاشی قتل کر رہی ہے۔ شوگر مل مالکان گٹھ جوڑ کر کے کسانوں کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ 182 روپے فی من گنے کی قیمت قبول کریں۔ یہ ناانصافی کسانوں کے بھاری نقصان کی وجہ ہے۔ سندھ میں تقریباً 500,000 ایکڑ پر گنا کاشت کیا گیا ہے جو کٹائی کے لیے تیار ہے۔ دو گھنٹے کے احتجاج کے بعد کمشنر حیدرآباد نے کسان رہنماؤں کو مذاکرات کے لیے اپنے دفتر طلب کیا اور چیف سیکریٹری سے مسئلہ حل کرنے کی درخواست کی۔ چیف سیکریٹری نے کسانوں کو آگاہ کیا کہ ان کے مسائل کا بینہ میں زیر غور ہیں اور جلد حل ہوں گے۔ اس یقین دہانی کے بعد کسانوں نے اپنا احتجاج ختم کر دیا۔ (ڈان، 22 نومبر، صفحہ 17)

ایس اے آئی میرپور خاص نے سرکاری قیمت کے اعلان تک گنے کی کٹائی نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

چودھری سیف اللہ گل کی سربراہی میں ڈگری میں ہونے والے ایس اے آئی کے مقامی اجلاس میں کاشتکاروں کے واجبات ادا نہ کرنے والی ملوں کا بائیکاٹ کرنے کا عندیہ دیا ہے۔ اجلاس میں کہا گیا ہے کہ سندھ حکومت گنے کی قیمت کا اعلامیہ جاری کرنے میں جان بوجھ کر تاخیر کر رہی ہے، جس کا بالآخر فائدہ شوگر ملوں کو ہوگا اور کسانوں کے پاس کم قیمت پر گنا بیچنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ ضلع میرپور خاص میں چار میں سے تین ملوں نے گزشتہ سال کی قیمت 182 روپے فی من پر گنا خرید کر کرسٹنگ شروع کر دی ہے۔ (ڈان، 26 نومبر، صفحہ 17)



## ب۔ بین الاقوامی زرعی خبریں

### ۱۔ زرعی پیداواری وسائل

#### زمین

اسرائیل اور اردن کے درمیان 1994 میں ہونے والے تاریخی امن معاہدے کے تحت اردن کی جانب سے اسرائیلی کسانوں کو مشترکہ پارڈر پر دو مقامات پر پٹہ پر دی گئی زمین کا معاہدہ 10 نومبر، 2019 کو ختم ہو رہا ہے لیکن اسرائیلی کسانوں کا کہنا ہے کہ انہیں یہ نہیں بتایا گیا کہ اگلے دن کیا ہوگا۔ اس امن معاہدے میں اردن نے اسرائیل کو 25 سالوں کے لیے قابل تجدید زمین کی لیز فراہم کرنے پر اتفاق کیا تھا۔ ان میں سے ایک مقام نہراٹم ہے جہاں دریائے اردن اور دریائے یرموک ملتے ہیں۔ گزشتہ سال اکتوبر میں اردن کے شاہ عبداللہ نے کہا تھا کہ اردن نے اسرائیل کو آگاہ کیا ہے کہ وہ زمین واپس لینا چاہتا ہے۔ (برنس ریکارڈ، 9 نومبر، صفحہ 6)

#### پانی

بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی نے زرعی اہمیت کی حامل سات بھارتی ریاستوں میں پانی کی کمی سے نمٹنے کے لیے 60 بلین بھارتی روپے (842 ملین ڈالر) کے منصوبے کا آغاز کر دیا ہے۔ دنیا کی دوسری سب سے بڑی آبادی والے ملک بھارت کو تاریخ کے بدترین طویل ہوتے آبی بحران کا سامنا ہے کیونکہ ملک میں پانی کی طلب اس کی دستیابی سے بڑھ گئی ہے۔ بھارت کی 2.6 ٹریلین ڈالر کی معیشت پانی اور زراعت پر منحصر ہے۔ یہ منصوبہ زیر زمین پانی کی سطح میں اضافے میں مددگار ہوگا اور راجستھان، کرناٹک، ہریانہ، پنجاب، اتر پردیش، مدھیہ پردیش، مہاراشٹرا اور ریاست گجرات میں پانی کی دستیابی کو بڑھائے گا۔ (ڈان، 26 دسمبر، صفحہ 11)

۱۱۔ زرعی مداخلت

صنعتی طریقہ زراعت

مندرجہ بالا شعبے میں ان چار ماہ میں کوئی خبر دستیاب نہیں۔

۱۱۱۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آ اور فصلیں و اشیاء

بھارت کی شمال مغربی ریاست گجرات میں ٹڈی دل کے زبردست حملہ نے ہزاروں ہیکٹر رقبے پر فصلوں کو تباہ کر دیا ہے۔ ماہرین نے اس حملہ کو 25 سالوں میں ٹڈی دل کا بدترین حملہ قرار دیا ہے۔ حکام کیڑے مار زہر کی مدد سے ٹڈیوں سے نمٹنے کی کوشش جبکہ کسان ڈھول بجا کر ٹڈیوں کو بھگانے کی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ مقامی افراد سمجھتے ہیں کہ شور سے ٹڈی دل بھاگ جاتے ہیں۔ سرکاری عہدیدار پونم چند پرمار کا کہنا ہے کہ حملہ سے بھارت کی ریاست گجرات کے نصف درجن سے زائد اضلاع میں فصلیں متاثر ہوئی ہیں۔ صرف ایک ہی ضلع میں 12,000 ایکڑ سے زائد رقبہ متاثر ہوا ہے۔ کیڑے مار زہر کے استعمال کی مدد سے تقریباً 25 فیصد ٹڈی دل کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ تاہم ان کے مکمل خاتمے میں چار سے پانچ دن لگیں گے۔

(ڈان، 28 دسمبر، صفحہ 10)

پھل اور سبزی

• پیاز

بنگلہ دیش میں پیاز کی قیمت اب تک کی بلند سطح پر پہنچنے کے بعد ہوائی جہاز کے ذریعے درآمد کی جا رہی ہے۔ بنگلہ دیش میں پیاز کی قیمت پڑوسی ملک بھارت کی جانب سے بھاری مومن سون بارشوں میں پیاز کی پیداوار کم ہونے کی وجہ سے اس کی برآمد پر پابندی کے بعد ہی بڑھی ہے۔ عام طور پر فی کلو پیاز کی قیمت 30 ٹکا (0.36 ڈالر) ہوتی ہے جو بھارت کی جانب سے پابندی کے بعد اب 260 ٹکا فی کلو تک پہنچ گئی ہے۔ بنگلہ دیش کی وزیر اعظم حسینہ واجد کے ڈپٹی پریس سیکریٹری کے مطابق پیاز بذریعہ ہوائی جہاز درآمد کی

جاری ہے اور وزیر اعظم نے پیاز کا استعمال ترک کر دیا ہے۔ (ڈان، 18 نومبر، صفحہ 10)

اشیاء

• چینی

انٹرنیشنل شوگر آرگنائزیشن (ISO) نے بھارت اور تھائی لینڈ میں کم پیداوار کی وجہ سے سال 2019-20 میں چینی کی عالمی پیداوار میں 4.76 ملین ٹن کمی کی پیشگوئی کی ہے۔ آرگنائزیشن کے یکم اکتوبر سے شروع ہونے والے چینی کے موسم کے لیے پہلے جائزے میں چینی کی پیداوار 2.35 فیصد کمی کے بعد 171.98 ملین ٹن دیکھی گئی ہے جبکہ اس کی کھپت میں 1.34 فیصد اضافہ دیکھا گیا ہے۔ (برنس ریکارڈر، 22 ستمبر، صفحہ 5)

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

مندرجہ بالا شعبے میں ان چار ماہ میں کوئی خبر دستیاب نہیں۔

V۔ تجارت

برآمدات

• پیاز

بھارت ایشیا میں سب سے زیادہ پیاز برآمد کرنے والا ملک ہے لیکن بھارت نے بھاری مومن سون بارشوں کی وجہ پیاز کی چنائی میں تاخیر اور اس کی ترسیل میں کمی کو سامنے رکھتے ہوئے پیاز کی برآمد پر پابندی لگادی۔ بھارت کی مقامی منڈی میں پیاز کی قیمت 4,500 بھارتی روپے (63.30 ڈالر) فی 100 کلوگرام تک پہنچنے کے بعد اس کی برآمد پر پابندی عائد کی۔ (برنس ریکارڈر، 3 اکتوبر، صفحہ 26)

## • سویا بین

USDA (یو ایس ڈے اے) کے مطابق چین نے 129,000 ٹن امریکی سویا بین خریدی ہے جو رواں سال ترسیل ہوگی۔ چین کو سویا بین کی فروخت کا یہ معاہدہ اس ہفتے کی پہلی فروخت ہے جس کا حکومت نے اعلان کیا ہے۔ چینی تاجروں نے اس ہفتے دسمبر اور جنوری کے لیے امریکی سویا بین کی سات کھیپوں کی خریداری کی ہے جس کی اہم وجہ یہ ہے کہ جنوبی امریکہ کے ممالک کے مقابلے امریکی سویا بین کی قیمت کم ہے۔ (برنس ریکارڈر، 17 نومبر، صفحہ 9)

## درآمدات

### • پام آئل

بھارت کے سرکاری اور صنعتی ذرائع کے مطابق کشمیر کی صورتحال پر ملائیشیا کی بھارت پر تنقید کے ردعمل میں بھارت پام تیل سمیت ملائیشیا کی کچھ مصنوعات کی درآمد پر پابندی عائد کرنے پر غور کر رہا ہے۔ دنیا میں خوردنی تیل کا سب سے بڑا درآمد کنندہ بھارت انڈونیشیا، ارجنٹائن اور یوکرین جیسے ممالک سے خوردنی تیل کی درآمد کے ذریعے ملائیشیا کے پام تیل کا متبادل تلاش کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ بھارت کے خوردنی تیل کی درآمد کا دو تہائی پام تیل پر مشتمل ہے۔ سال 2019 کے ابتدائی نو ماہ میں بھارت نے ملائیشیا سے 3.9 بلین ٹن پام تیل خریدا تھا۔ (ڈان، 12 اکتوبر، صفحہ 11)

## VI - کارپوریٹ شعبہ

### غذائی کمپنیاں

#### • نیسلے

سوئٹزرلینڈ کی دیوبیکل غذائی کمپنی نیسلے کا کہنا ہے کہ اس نے اپنے 20 بلین سوئس فرانک (20.7 بلین ڈالر) مالیت کے حصص کو واپس خریدنے کا پروگرام مکمل کر لیا ہے اور اگلے سال کے آغاز پر دوبارہ تقریباً اتنی ہی لاگت کے حصص خریدنے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ نیسلے کا کہنا ہے کہ 4 جولائی، 2017 سے اس

نے اب تک فی حصص اوسط قیمت 88.82 سوئس فرانک پر 225,186,059 حصص واپس خریدے ہیں۔  
 حصص کو دوبارہ خریدنے کا نیا پروگرام دسمبر، 2022 میں مکمل ہوگا۔ (ڈان، 31 دسمبر، صفحہ 10)

## VII۔ بیرونی امداد

مندرجہ بالا شعبے میں ان چار ماہ میں کوئی خبر دستیاب نہیں۔

## VIII۔ پالیسی

کسانوں اور سیاستدانوں نے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کو پیغام دیا تھا کہ وہ مکئی کی قیمتوں کو متاثر کرنے اور  
 ایتھنول کے کارخانوں کو بند کرنے کا باعث بننے والی پالیسیوں کو درست کریں ورنہ وہ اپنی سیاسی حمایت  
 سے محرومی کا خطرہ اٹھائیں۔ گزشتہ ہفتے سینیٹروں اور زراعت سے جڑے گروہوں کی جانب سے تنقید کے  
 بعد ٹرمپ انتظامیہ نے نرمی اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ مکئی سے تیار ہونے والے ایندھن ایتھنول کی  
 مانگ میں اضافہ کے لیے بنائے گئے قوانین پیش کرے گی۔ اس فیصلہ سے اس سال سیلاب اور محصولات  
 سے متاثر ہونے والے مکئی کے کاشتکاروں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے اور صدر ٹرمپ کے دوبارہ انتخابات  
 کے لیے امریکہ کے دیہی علاقے ڈیویسٹ کی اہمیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ ریاست آئیوا کے شمال مغربی  
 علاقے کے مکئی اور سویا بین کاشت کرنے والے ایک کسان کا کہنا ہے کہ یہی وہ فیصلہ ہے جو وہ چاہتے  
 تھے۔ ٹرمپ انتظامیہ کی جانب سے مزید آئل ریفائنریوں کو ایندھن میں ایتھنول شامل کرنے سے مستثنیٰ  
 قرار دیا گیا تھا جو زیادہ تر مکئی کی فصل سے حاصل کیا جاتا ہے۔ امریکہ میں مکئی کی 40 فیصد پیداوار سے  
 ایتھنول بنایا جاتا ہے۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 12 اکتوبر، صفحہ 7)

زمین

• آلودگی

ایک خبر کے مطابق ماحولیات کے لیے کام کرنے والے ایک گروپ کا کہنا ہے کہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے پلاسٹک کے کچرے میں شامل لاکھوں پلاسٹک کے ٹکڑے مٹھی بھر بین الاقوامی کمپنیوں کے تیار کردہ ہیں۔ دنیا کو پلاسٹک سے پاک بنانے کے لیے کام کرنے والی ایک تنظیم ”بریک فری فرام پلاسٹک“ نے فیلا، فلپائن میں اپنی جاری کردہ رپورٹ میں کوکا کولا، نیسلے اور پیپسی کمپنی کا نام لیا ہے۔ یہ تنظیم مختلف افراد اور عالمی ماحولیاتی تنظیموں کا اشتراک ہے۔ تنظیم نے کمپنیوں کو خبردار کیا ہے جو بڑی حد تک اس کچرے کو صاف کرنے کی ذمہ داری سے بچ رہی ہیں۔ اس تنظیم کے رضا کاروں نے ایک ماہ پہلے عالمی یوم صفائی کے موقع پر 51 ممالک میں صفائی کے دوران تقریباً نصف ملین سے زائد پلاسٹک کا کچرا جمع کیا جن میں سے 43 فیصد کچرا عام استعمال کی اشیاء بنانے والی بڑی کمپنیوں کا ہے۔ چار براعظموں کے 37 ممالک سے اٹھائے جانے والے پلاسٹک کے کچرے میں سے 11,732 پلاسٹک کے ٹکڑوں کے ساتھ کوکا کولا کمپنی سب سے اوپر ہے۔ ایشیا میں چین، انڈونیشیا، فلپائن، ویتنام اور سری لنکا سب سے زیادہ کچرا سمندر میں پھینکتے ہیں لیکن اس پلاسٹک آلودگی کی اصل ذمہ دار بین الاقوامی کمپنیاں ہیں جن کے صدر دفاتر یورپ اور امریکہ میں ہیں۔ جمع کیے گئے زیادہ تر پلاسٹک کچرے کی ذمہ دار کوکا کولا، نیسلے اور پیپسی کمپنیاں ہیں۔ دس سب سے زیادہ آلودگی پھیلانے والی دیگر کمپنیوں میں مونڈلیز انٹرنیشنل، یونی لیور، مارس، پروکٹر اینڈ گیمبل، کولگیٹ پامولو، فلپ مورس اور پرفیٹی وین ملی (Perfetti Van Mille) شامل ہیں۔ (ڈان، 24 اکتوبر،

صفحہ 13)

فضاء

• آلودگی

یورپین انوائرنمنٹ ایجنسی (EEA) اور یورپی یونین کی صحت سے متعلق ایجنسی نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا

ہے کہ انسانی صحت کے لیے سب سے اہم ماحولیاتی خطرہ فضائی آلودگی ہے۔ ہوا کے ناقص معیار کی وجہ سے 2016 میں یورپ میں 400,000 قبل از وقت اموات ہوئیں۔ یورپ کے تقریباً ہر شہر کو قابل قبول سطح سے زیادہ آلودگی کی سطح کا سامنا ہے۔ رپورٹ مرتب کرنے والے ہوا کے معیار کے ماہر گونزالز اورٹیز (Gonzalez Ortiz) کا کہنا ہے کہ گوکہ یورپی شہروں میں فضا میں خطرناک ذرات کی سطح کم ہو رہی ہے لیکن یہ تیزی سے کم نہیں ہو رہی۔ ان کا مزید کہنا ہے کہ ”ہم اب تک یورپی (مطلوبہ) معیار تک نہیں پہنچے ہیں اور یقیناً ہم عالمی ادارہ صحت (WHO) کے معیار سے کہیں زیادہ دور ہیں“۔ (ڈان، 17 اکتوبر، صفحہ 12)

بھارتی دارلحکومت دہلی گہری زہریلی دھند کی لپیٹ میں ہے جو اس سال کی بدترین سطح ہے۔ پروازیں معطل کی جا رہی ہیں یا ان کا رخ موڑا جا رہا ہے جبکہ بحران پر قابو پانے میں ناکامی پر سیاستدان ایک دوسرے پر الزام تراشی کر رہے ہیں۔ ہر موسم سرما میں 20 ملین افراد کی آبادی کے شہر نئی دہلی میں کاروں اور صنعتوں سے نکلنے والے دھوئیں اور فضلوں کی باقیات جلانے کی وجہ سے دھواں چھا جاتا ہے۔ فضا میں آلودگی کی سطح 810 مائیکروگرام فی مربع میٹر تک پہنچ گئی ہے۔ عالمی ادارہ صحت کی مقرر کردہ سطح زیادہ سے زیادہ یومیہ 25 ہے۔ دہلی کے وزیر اعلیٰ اروند کچر یوال کے مطابق شہر میں آلودگی ناقابل برداشت سطح پر پہنچ گئی ہے۔ (ڈان، 4 نومبر، صفحہ 10)

## X۔ موسمی تبدیلی

### عالمی حدت

میساجوسٹس انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (MIT) کے محقق لفتی الطاہر کی جانب سے ”سائنس ایڈوانسز“ (Science Advances) نامی جرنل میں شائع ہونے والی تحقیق کے مطابق اس صدی کے آخر تک جنوبی ایشیا شدید گرمی کی لہر سے متاثر ہو سکتا ہے جس میں انسان زندہ نہیں رہ پائیں گے۔ تحقیق کے مطابق جنوبی ایشیا میں، جہاں دنیا کی کل آبادی کا پانچواں حصہ رہائش پذیر ہے، موسمی تبدیلی گرمی کی شدید لہروں کی وجہ بن سکتی ہے جس کی حرارت اور نمی اس سطح سے بڑھ سکتی ہے جس میں انسان بغیر کسی حفاظت کے زندہ رہ

سکیں۔ اگر صورتحال یہی رہی اور کاربن کے اخراج میں واضح کمی نہ ہوئی تو یہ شدید گرمی کی لہریں (انگلی) چند دہائیوں میں ہی شروع ہو کر بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش کو متاثر کر سکتی ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 2 ستمبر، صفحہ 10)

امریکہ نے اقوام متحدہ کو باضابطہ طور پر مطلع کیا ہے کہ وہ موسمی تبدیلی کے پیرس معاہدے سے دستبردار ہو رہا ہے۔ اس عمل پر دیگر بڑی طاقتوں نے افسوس اور تشویش کا اظہار کیا ہے۔ موسمیاتی تبدیلی کی حقیقت اور اس کے بڑھتے ہوئے اثرات کے باوجود صدر ٹرمپ نے اس معاہدے سے دستبردار ہونے کی منظوری دی۔ جبکہ ستمبر مسلسل چوتھا مہینہ تھا جس میں درجہ حرارت یا تو ریکارڈ توڑ رہا ہے یا اس کے نزدیک محسوس کیا گیا۔ امریکہ اس معاہدے سے عملی طور پر 4 نومبر، 2020 کو نکل جائے گا۔ اس فیصلے کا اعلان کرتے ہوئے اسٹیٹ سیکریٹری مائیک پومپو نے صدر ٹرمپ کے 2107 کے موقف کو دہرایا کہ یہ معاہدہ امریکی کاروبار کے لیے نقصان دہ ہوگا۔ (ڈان، 6 نومبر، صفحہ 12)

چین کے صدر شی جنگ پنگ اور فرانس کے صدر ایمانوئل میکرون نے امریکہ کے پیرس کلائمٹ معاہدے سے الگ ہونے کے حوالے سے اعلان کیا ہے کہ وہ اس پر متفق ہیں کہ یہ معاہدہ ختم ہونے والا نہیں ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان یہ مشترکہ بیان میکرون کے دورہ چین کے دوران سامنے آیا ہے۔ (ڈان، 7 نومبر، صفحہ 12)

عالمی محکمہ موسمیات (WMO) کے مطابق سال 2018 میں فضا میں گرین ہاؤس گیسوں کی موجودگی نئی ریکارڈ سطح تک پہنچ گئی ہے جو گزشتہ دہائی کے سالانہ اوسط اضافے سے تجاوز کر گئی ہے اور موسمی ترتیب کو مزید نقصان پہنچا رہی ہے۔ WMO (ڈبلیو ایم او) کے سیکریٹری جنرل (Petteri Taalas) کا کہنا ہے کہ پیرس معاہدے کے تحت تمام وعدوں کے باوجود گرین ہاؤس گیسوں کے ارتکاز میں کمی کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ طویل مدت سے جاری اس رجحان کا مطلب ہے کہ آنے والی نسلوں کو درجہ حرارت میں اضافہ، شدید موسم،



پانی کی کمی، سطح سمندر میں اضافہ، سمندری و زمینی ماحولیاتی نظام میں بگاڑ جیسے موسمی تبدیلی کے شدید اثرات کا سامنا کرنا ہوگا۔ رکازی ایندھن کے جلنے سے پیدا ہونے والی کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کا ارتکاز عالمی حدت کی اہم وجہ ہے جس کی مقدار جو 2017 میں 405.5 پارٹس فی ملین (ppm) تھی 2018 میں بڑھ کر 407.8 ppm (پی پی ایم) ہو گئی ہے۔ یعنی یہ مقدار 2005 سے 2015 کے دوران کے سالانہ اوسط اضافے 2.06 پی پی ایم تجاوز کر گئی ہے۔ (ڈان، 26 نومبر، صفحہ 12)

ایک خبر کے مطابق سائنسدانوں نے خبردار کیا ہے کہ گرین لینڈ میں برف کی تہہ بڑے پیمانے پر ترقع سے زیادہ تیزی سے پگھل رہی ہے اور اس صدی کے آخر تک مزید لاکھوں افراد کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ نیچر نامی جریدے کی ایک تحقیق کے مطابق 1992 سے گرین لینڈ میں 3.8 ٹریلیئن ٹن برف کم ہو چکی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ برف پگھلنے کی شرح 1990 میں سالانہ 33 بلین ٹن سے بڑھ کر تین دہائیوں میں 254 بلین ٹن ہو چکی ہے۔ بہت سے سائنسدانوں کو خدشہ ہے کہ گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج سے ہونے والی عالمی حدت برف کی تہہ کو ناقابل تلافی حد تک دھکیل رہی ہے۔ (ڈان، 11 دسمبر، صفحہ 13)

اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل انتونیو گتیریس نے ممالک اور کمپنیوں پر موسمی تبدیلی پر قابو پانے پر زور دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں ناکامی کا مطلب اقتصادی تباہی ہوگی۔ اقوام متحدہ کی میڈرڈ، اسپین میں ہونے والی سالانہ موسمی تبدیل کانفرنس (کوپ 25) میں انھوں نے کہا کہ ”سبز معیشت میں اضافے سے پیدا ہونے والے واقعوں کو اس خدشے کی وجہ سے نظر انداز کیا گیا ہے کہ گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج میں کمی سے موجودہ صنعتوں کا خاتمہ ہوگا“۔ طویل عرصہ سے ذاتی مفادات نے ایک جھوٹی کہانی کو فروغ دیا ہے کہ معاشی بڑھوتری اور موسمی تبدیلی ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ انھوں نے ایک تحقیق کا حوالہ دیتے ہوئے مزید کہا کہ کاربن کے کم اخراج والی معیشت پر منتقلی دنیا بھر میں 2030 تک 65 بلین نئی ملازمتیں اور 26 ٹریلیئن ڈالر کی (معاشی) بڑھوتری پیدا کر سکتی ہے۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اس صدی میں یہ یقینی بنانے کے لیے کہ درجہ حرارت 1.5 ڈگری سلسیوس سے زیادہ نہ بڑھے، ممالک کو 2050 تک رکازی

اینڈھن کے استعمال کو روکنے کی ضرورت ہے۔ (ڈان، 13 دسمبر، صفحہ 12)

میڈرڈ، اسپین میں اقوام متحدہ کا موسمی تبدیلی پر اجلاس ”یو این کلائمٹ سمٹ“ کو اس وقت ناکامی کا سامنا ہوا جب تمام ممالک عالمی حدت کے خلاف لڑنے اور اس کی تباہ کاریوں کے لیے ادائیگی کے معاملے پر مذاکرات میں پہلے سے کہیں زیادہ تقسیم نظر آئے۔ امیر ممالک، ابھرتی ہوئی دیویہ کل معیشتیں اور دنیا کے غریب ممالک کے مندوبین نے میزبان چلی کی جانب سے مشترکہ نکتہ پر لانے کی کوشش میں پیش کردہ مسودے پر اعتراض اٹھایا۔ میڈرڈ میں ہونے والے مذاکرات کا مقصد پیرس معاہدے کے قوانین کو حتمی شکل دینا بھی تھا جو کہ اگلے سال سے لاگو ہوں گے۔ ایسوسی ایشن آف اسمال آئی لینڈ اسٹیٹس کے سربراہ کارلوس فلر کا کہنا تھا کہ ”تمام سائنسی حوالہ جات کمزور پڑ گئے ہیں۔ عزم کو بڑھانے کے لیے تمام حوالہ جات ختم ہو گئے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ہم آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے مڑ کر دیکھنے کو ترجیح دے رہے ہیں“۔ (ڈان، 15 دسمبر، صفحہ 12)

## موسمی بحران

### • سیلاب

بھارت کی ریاست اتر پردیش میں شدید بارشوں سے آنے والے سیلاب سے 44 افراد ہلاک ہو گئے ہیں اور ہزاروں افراد امدادی کیمپوں میں منتقل ہو گئے ہیں۔ حکام کے مطابق ہزاروں لوگوں کو پناہ گاہوں میں منتقل کیا گیا ہے کیونکہ ریاست کے متاثرہ علاقوں میں اگلے 48 گھنٹوں میں بھاری بارشوں کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ شدید بارشوں کے بعد ریاست مہاراشٹرا میں بھی اس ہفتے کے آغاز میں 17 افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 29 ستمبر، صفحہ 9)

بھارت میں شدید مون سون بارشوں سے جون سے اب تک 1,600 سے زائد افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ بھارت میں اس سال مون سون بارشیں گزشتہ 50 سالوں کی اوسط بارشوں سے 10 فیصد زیادہ ہوئی ہیں۔

حالیہ شدید بارشوں نے ریاست اتر پردیش اور بہار کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ (ڈان، 2 اکتوبر، صفحہ 12)

### • گرمی کی لہر

فرانس کی وزیر صحت اگنیہ بزن (Agnes Buzyn) کا کہنا ہے کہ اس موسم گرما میں فرانس کو متاثر کرنے والی دو گرمی کی لہروں نے 1,500 افراد کی جانیں لے لی ہیں۔ تاہم یہ تعداد 2003 کی تباہ کن گرمی کے مقابلہ میں نمایاں طور پر کم ہے جب اگست کے مہینے میں آنے والی گرم لہر سے 15,000 افراد ہلاک ہو گئے تھے۔ اس سال جون، جولائی کے مہینوں میں فرانس کو نشانہ بنانے والی گرم لہروں کی وجہ سے جنوب میں درجہ حرارت 28 جون کو ریکارڈ 46 ڈگری سیلسیس تک پہنچ گیا تھا۔ 2003 میں گرم لہروں کا دورانیہ 20 دن تھا جبکہ اس سال گرم لہریں 18 روز تک جاری رہیں۔ (ڈان، 9 ستمبر، صفحہ 10)

کرسمس کے موقع پر وسطی فلپائن کے سیاحتی مقام اور اس کے مضافاتی علاقوں میں طوفان سے کم سے کم 20 افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ 200 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والی تیز ہواؤں سے گھروں کی چھتیں اڑ گئیں اور بجلی کے کھبے اکھڑ گئے۔ فان فون نامی طوفان نے بوراکے، کورون اور دیگر سیاحتی مقام کو بھی نقصان پہنچایا ہے جو اپنے سفید ریت والے ساحلوں کی وجہ سے غیر ملکی سیاحوں میں مقبول ہیں۔ (ڈان، 27 دسمبر، صفحہ 12)

### • جنگلی آگ

امریکی ریاست کیلی فورنیا کے گورنر نے جنگلات میں لگی آگ 34,000 ایکڑ تک پھیل جانے کے بعد ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا ہے۔ مقامی رہائشی علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ لاس اینجلس میں آگ بجھانے والے محکمہ نے اہم ہائی وے کی طرف آگ بھڑک اٹھنے کے بعد علاقے سے لازمی انخلا کا حکم جاری کر دیا ہے۔ آگ سے درجنوں گھر اور انگوڑے کے فارم تباہ ہو گئے ہیں۔ (ڈان، 29 اکتوبر، صفحہ 12)

آسٹریلیا کے مشرقی علاقے میں جنگل میں لگنے والی آگ سے ہلاکتوں کی تعداد چار ہو گئی ہے۔ 100 سے زائد مقامات پر آگ لگی ہوئی ہے تاہم بہت سے مقامات پر سخت صورتحال میں بہتری کی وجہ سے لوگ اپنے گھروں کی تباہی کا جائزہ لینے کے لیے دوبارہ لوٹ رہے ہیں۔ آگ سے سینکڑوں مکانات تباہ ہو گئے ہیں یا انہیں نقصان پہنچا ہے۔ آگ سے ایک ملین ہیکٹر سے زائد زمینی رقبہ متاثر ہوا ہے۔ (ڈان، 15 نومبر، صفحہ 12)

## XI - غربت اور غذائی کمی

اقوام متحدہ کی رپورٹ ”دی اسٹیٹ آف دی ورلڈز چلڈرن رپورٹ“ کے مطابق پانچ سال سے کم عمر کے دنیا کے ایک تہائی یعنی تقریباً 700 ملین بچے غذائی کمی یا موٹاپے کا شکار ہیں اور نتیجتاً ان بچوں کو ہمیشہ طبی مسائل کا سامنا رہتا ہے۔ UNICEF (یونیسف) کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ہنریٹا فور (Henrietta Fore) کا کہنا ہے کہ اگر بچوں کو اچھی خوراک نہیں ملے گی تو وہ بہتر زندگی نہیں گزار سکتے۔ 1990 سے 2015 تک غریب ممالک میں نشوونما میں کمی کی وجہ سے قد میں کمی کے شکار بچوں کی تعداد میں 40 فیصد کمی آئی ہے تاہم اس کے باوجود بھی چار سال تک کی عمر کے 149 ملین بچے اپنی عمر کے مطابق جسامت میں کمی کا شکار ہیں جو ایک ایسی طبی صورتحال ہے جس سے جسمانی اور نفسیاتی نشوونما متاثر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ 50 ملین بچے نشوونما میں کمی کی وجہ سے وزن میں کمی کا شکار ہیں۔ اس جاری صورتحال میں دنیا بھر میں پانچ سال سے کم عمر آدھے بچوں کو لازمی وٹامن اور معدنیات نہیں مل رہی ہیں۔ طویل عرصہ سے جاری اس مسئلہ کو یونیسف نے ”ہڈن ہنگر“ یعنی پوشیدہ بھوک قرار دیا ہے۔ گزشتہ تین دہائیوں میں تیسری دنیا کے ممالک میں بچوں میں ایک اور طرح کی غذائی کمی یعنی وزن میں زیادتی یا موٹاپے میں اضافہ ہوا ہے۔ (ڈان، 16 اکتوبر، صفحہ 13)

کراچی یونیورسٹی میں ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے صوبائی پروگرام مینجر فوڈ فارٹیفیکیشن پروگرام نیوٹریشن انٹرنیشنل پاکستان، ڈاکٹر عابد جلال الدین شیخ نے کہا ہے کہ دنیا بھر میں ہر سال ایک ٹریلیں ڈالر

قیمت کی تقریباً 1.3 بلین ٹن خوراک ضائع ہو جاتی ہے۔ جبکہ انسانی استعمال کے لیے خوراک کی عالمی پیداوار 3.9 بلین ٹن ہے۔ اس ضائع ہونے والی خوراک کے صرف چوتھائی حصے سے دنیا بھر میں بھوک اور غذائی کمی کے شکار 795 ملین افراد کا پیٹ بھرا جاسکتا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ دنیا اتنی خوراک پیدا کرتی ہے جو سات بلین آبادی کے لیے کافی ہو، لیکن خوراک کی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے تقریباً ایک بلین افراد غذائیت میں کمی جبکہ دو بلین افراد ”پوشیدہ بھوک“ کا شکار ہیں۔ بھوک کا خاتمہ کر کے ہر سال 3.1 بلین بچوں کی زندگی بچائی جاسکتی ہے۔ (ڈان، 17 اکتوبر، صفحہ 16)

## XII - قدرتی بحران

### بارشیں / طوفان

جاپان میں آنے والے طاقتور طوفان سے مرنے والوں کی تعداد 58 تک پہنچ گئی ہے۔ ہزاروں امدادی کارکنان زندہ بچ جانے والوں کی تلاش کا کام کر رہے ہیں۔ طوفان ہیکیمیز (Hagibis) سے ہلاکتوں میں اضافے کا خدشہ ہے اور اب تک 15 افراد کے لاپتہ ہونے کی اطلاعات ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 15 اکتوبر، صفحہ 6)

طوفان ”بلبل“ بھارت اور جنوبی بنگلہ دیش کے علاقوں سے ٹکرا گیا ہے۔ طوفان سے دو افراد ہلاک ہو گئے ہیں جبکہ دونوں ممالک میں تقریباً دو ملین افراد کو حکام نے علاقہ چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے۔ متاثرہ علاقوں میں ہوائی اڈے اور بندرگاہیں بند ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 10 نومبر، صفحہ 5)

بھارت اور بنگلہ دیش کے ساحلی علاقوں میں آنے والے طوفان ”بلبل“ سے مرنے والوں کی تعداد 24 تک پہنچ گئی ہے۔ بنگلہ دیش نے اب تک کی اپنی سب سے بڑی نقل مکانی مہم شروع کی ہے جس میں 2.1 ملین افراد کے لیے عارضی پناہ گاہیں بنائی گئی ہیں۔ طوفان کی رفتار 120 کلومیٹر فی گھنٹہ تک تھی جس وقت وہ بنگلہ دیش کے ساحلی علاقوں سے ٹکرایا تھا۔ طوفان سے بنگلہ دیش میں 12 جبکہ بھارتی ریاست اڑیسہ اور

مغربی بنگال میں 12 افراد ہلاک ہوئے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 12 نومبر، صفحہ 9)

### XIII۔ مزاحمت

#### موسمی تبدیلی

ایک خبر کے مطابق لاکھوں نوجوانوں نے موسمی تبدیلی کے تباہ کن اثرات روکنے کے لیے عالمی احتجاج کے دوسرے سلسلہ میں یورپ کے شہروں میں احتجاج کیا ہے۔ احتجاج کا انعقاد کرنے والوں کا کہنا ہے کہ 200,000 افراد نے میلان، اٹلی میں احتجاجی جلوس میں شرکت کی۔ ”فرائیڈے فار فیوچر“ نامی ریلیوں میں اسکولوں سے تعلق رکھنے والے اور دیگر طالب علموں نے بھی جلوسوں میں شرکت کی۔ مظاہرین ”آلودگی کا نہیں اس کے حل کا حصہ بنیں“ جیسے نعرے لگا رہے تھے۔ لاکھوں افراد نے ویانا اور دیگر شہروں میں بھی احتجاج کر کے اسے آسٹریا کی موسمی تبدیلی کے خلاف اب تک کی سب سے بڑی احتجاجی ریلی بنا دیا۔ بداپٹ، ہنگری میں بھی ہزاروں افراد، جن میں زیادہ تر اسکولوں کے طالب علم تھے، موسمی تبدیلیوں کے خلاف سڑکوں پر آئے۔ (برنس ریکارڈر، 28 ستمبر، صفحہ 6)

جنیوا، سوئٹزرلینڈ میں موسمی تبدیلی کے خلاف کام کرنے والے درجنوں کارکنان نے جنیوا ہوائی اڈے پر نجی ہوائی پٹی تک رسائی بند کر دی۔ مظاہرین سفر کے اس پر تیش ذریعے کو روکنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ ایکسٹینشن ریبلیئن نامی گروہ کے احتجاجی مظاہرین نے عمارت میں داخل ہونے والے نینوں راستوں کو بند کر دیا۔ مظاہرین کے ترجمان کا کہنا تھا کہ ہمیں موسمی ہنگامی صورتحال کا سامنا ہے۔ عام طیاروں کے مقابلہ میں نجی طیارے فی مسافر 20 فیصد زیادہ کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں۔ لہذا سفر کے اس غیر منصفانہ ذریعے پر مکمل طور پر پابندی انتہائی ضروری ہے۔ نجی جہازوں میں سفر کرنے والے دنیا کے امیر ترین افراد کو آسمان سے نیچے آنے کی ضرورت ہے۔ (برنس ریکارڈر، 17 نومبر، صفحہ 5)

ایشیا اور یورپ میں ہزاروں لوگوں نے موسمی تبدیلی کے خلاف مزید اقدامات کے مطالبے کے لیے احتجاجی

جلوسوں میں شرکت کی۔ اس احتجاج کا مقصد اگلے ہفتے ہونے والی موسمی تبدیلی کی عالمی کانفرنس میں فوری حل تلاش کرنے کے لیے سیاسی رہنماؤں پر دباؤ ڈالنا تھا۔ موسمی تبدیلی کے خلاف فرائیڈے فار فیوچر مہم چلانے والے گروہ کا کہنا ہے کہ دنیا بھر میں 153 ممالک میں 2,300 شہروں میں احتجاج متوقع ہے۔  
(برنس ریکارڈر، 30 نومبر، صفحہ 18)







## روٹس فار اکیوٹی کا تعارف

روٹس فار اکیوٹی ناانصافیوں کی شکار پسماندہ دیہی اور شہری آبادیوں کے ساتھ کام کرتی ہے جن میں چھوٹے اور بے زمین کسان، عورتیں اور مذہبی اقلیتیں شامل ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ پاکستان کی معاشی و سماجی ترقی حقیقی جمہوریت کے بغیر ممکن نہیں اور یہ تبدیلی آبادیوں کے متحرک ہوئے بغیر ناممکن ہے۔ یقیناً سماجی شعور اور سیاسی طور پر بیدار آبادیاں ہی اپنے لیے انصاف حاصل کر سکتی ہیں۔ روٹس فار اکیوٹی اس اصول پر سختی سے قائم ہے کہ وہ آبادیوں کے ساتھ مل کر سماجی، سیاسی، معاشی و ماحولیاتی انصاف کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالے گی۔

ہمارا عزم

آبادیوں کو سماجی، سیاسی و معاشی اور ماحولیاتی انصاف کے حصول کے لیے مستحکم کرنا۔

ہماری منزل

ایک حقیقی جمہوری معاشرہ جو عوام کے استحصال، جبر اور ناانصافیوں سے مبرا ہو۔

روٹس فار اکیوٹی (Roots for Equity)

حال احوال

نے میزریور کے تعاون سے شائع کیا ہے۔

اے۔1، فرسٹ فلور، بلاک 2، گلشن اقبال، کراچی

فون : 00922134813320 فیکس : 00922134813321

بلاگ : <http://rootsforequity.noblogs.org>